البریلویۃ

کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے خلاف
احسان علی ظہیر کی افترا پردازیوں کا تحقیقی جائزہ

مولف:
علامہ عبدالحکیم شرف قادری

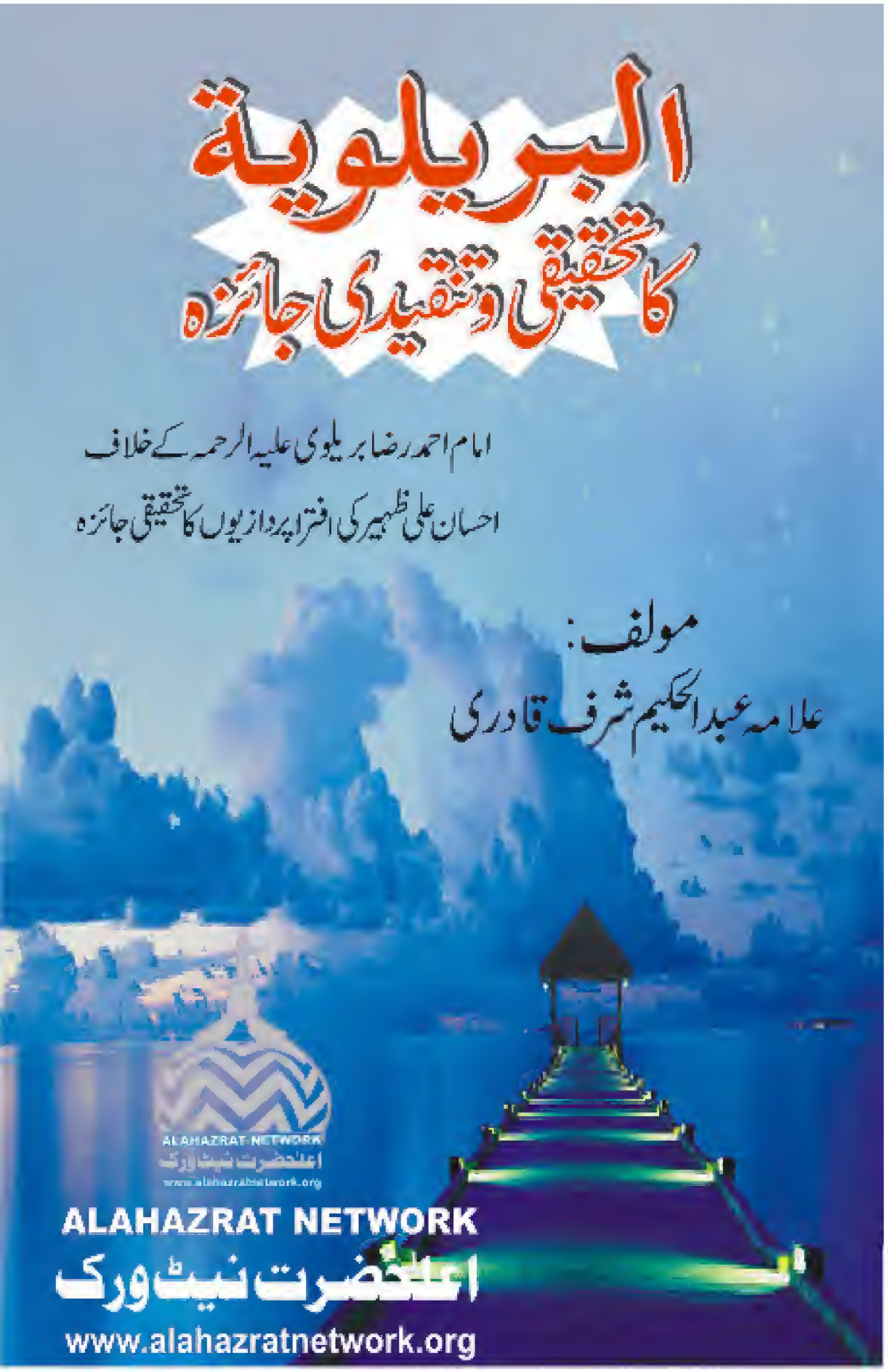

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

etwork.org

فہرست

باب اول

حرفِ آغاز ۔۔۔

Network.org

یہ سب آلِ شیخ کا کیا دھرا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۰
شرک کا ہوّا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۳

امام احمد رضا بریلوی

متکلمِ اسلام، امام اہلِ سنت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۷
عبدالمصطفیٰ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۹
قوتِ حافظہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۹۵
قوتِ ایمان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۹۷
غیرتِ عشق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۹۸
حزم و احتیاط ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۰
عبقریت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۲
اتباعِ سنت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۵
معصوم کون؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۹
مظہرِ صحابہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۲
قابلِ رشک بچپن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۵
نبوت کا دعویدار کون؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۶
بچپن کا ایک واقعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۰
مرزا غلام قادر بیگ کون؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۲
ردِ مرزائیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۲
علامہ عبدالحق خیرآبادی سے ملاقات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۵
شاہِ آلِ رسول سے اجازت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۸
شاہ ابوالحسین احمد نوری سے استفادہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۹

athetwork.org

ردِ شیعہ

امام احمد رضا اور شیعہ ۱۳۱

تفضیلیہ سے مناظرہ ۱۳۴

سُنیت اختیار کریں ۱۳۵

شیعہ کا حکم ۱۳۶

شیعہ ہونے کا الزام ۱۳۸

صدائے بخشش حصہ سوم ۱۳۹

ائمہ اہل سُنت اور فضائل اہل بیت ۱۴۵

عربی شجرۂ طریقت ۱۶۱

اہل حدیث کا شیعہ ہونے کا اقرار ۱۶۷

چند دوسرے پہلو

دُنیا سے بے نیازی اور سخاوت ۱۷۰

اہل مدینہ کے لیے ہدیہ ۱۷۶

پان اور حُقہ ۱۷۷

ہاتھ اور پاؤں کا چومنا ۱۸۰

شاہ علی حسین اشرفی ۱۸۳

عُجلت کا الزام ۱۸۴

فکری شکوہ اور قدرتِ کلام ۱۸۸

تقریر و خطابت ۱۹۲

تصانیف ۱۹۷

تعدادِ تصانیف ۱۹۸

فتاویٰ رضویہ ۲۰۱

اعتراضات ۲۰۳

tnetwork.org

جد الممتار حاشیہ شامی ۲۰۹
حاشیہ فواتح الرحموت ۲۱۰

اسلامی سیاست

تحریک ترکِ موالات ۲۱۲
اسلامی تشخص بمک قربان ۲۱۳
قائدِ اعظم اور ترکِ موالات ۲۱۵
علامہ اقبال اور دو قومی نظریہ ۲۱۶
امام احمد رضا بریلوی اور ترکِ موالات
گائے کی قربانی "
اسلامیہ کالج لاہور ۲۲۳
تحریکِ ہجرت ۲۲۸
جہاد ۲۳۰
تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات ۲۳۲
دار الاسلام ۲۳۵
ہندوؤں کا تعصب ۲۳۶
گاندھی کی ملاقات سے انکار ۲۳۱
تحریکِ خلافت ۲۳۲
الائمہ من قریش ۲۴۵
بریلی کی تاریخی کانفرنس ۲۴۹
جماعتِ انصار الاسلام ۲۵۲
تحریکِ شدھی ۲۵۶
فرانسس رونسن کی بے خبری ۲۵۹

thenetwork.org

امام احمد رضا اور انگریز
بہت دُور کی سُوجھی ۲۷۲

وصال ۱۳۴۰

مبالغہ آرائی ۲۷۸
اربابِ علم و دانش کے تاثرات ۲۸۳
تواضع زگردن فرازاں نکوست ۲۸۵
تلامذہ اور خلفاء ۲۸۷
تحریکِ پاکستان ۲۸۸
آل انڈیا سنی کانفرنس ۲۹۰
مفتیٔ اعظم پاکستان ۲۹۵
آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ۲۹۶
جمعیۃ العلماء پاکستان ۳۰۲
شیشے کے گھر باب دوم ۳۰۳
اہل حدیث کی وہابیت سے نفرت ۳۰۵
انگریزی دور میں نشوونما ۳۰۹
انگریزی عہد میں اُٹھان
تقلید ائمہ اور اجماع کا انکار ۳۱۳
چھوٹا منہ اور بڑی بات ۳۱۵
غیر مقلدین کی تقلید ۳۱۷
فرقہ قلیلہ ۳۲۰
فتنوں کا سرچشمہ ۳۲۲
علماء دیوبند اور اہل حدیث
غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ ۳۲۴

thetwork.org

بے ادب اور گستاخ ——— ۳۲۵

خصتوں کا مجموعہ ——— //

غیر مقلد ہونا آسان ——— ۳۲۶

ادب و تہذیب سے دور ——— //

زیست پر بھی شبہ ——— //

ابطالِ سنت ——— ۳۲۷

فتنوں کے بانی غیر مقلدین کے لیڈر سے ——— //

انگریز کی نظرِ کرم ——— //

بے ادب اور گستاخ ——— ۳۲۸

تبدیلی عنوان ——— ۳۳۲

مستند خیر خواہ ——— ۳۳۳

اہل حدیث اور انگریز ——— ۳۳۵

کیا یہ تحریک انگریز کے خلاف تھی؟ ——— ۳۳۹

گرداب حیرت ——— ۳۴۴

گارڈنر کون تھا؟ ——— ۳۴۸

انوکھا معیارِ تحقیق ——— ۳۴۹

مقصدِ جہاد ——— //

سرحدی مسلمانوں سے جہاد ——— ۳۵۱

واقعہ بالاکوٹ کے بعد ——— ۳۵۳

گورنمنٹ سے روابط ——— ۳۵۹

بدیہ نیاز لارڈ ڈفرن اور ایچی سن کے حضور ——— //

ملکہ برطانیہ کے حضور اہل حدیث کا ایڈریس ——— ۳۶۱

ملکہ کا خطاب ——— ۳۶۳

لارڈ ڈفرن کے حضور ——— ۳۶۴

سپاسنامے کے شکریہ ——— ۳۶۹

thetwork.org

ایجی سن کے حضور ——— "
دربار دہلی میں ارمغان عقیدت ——— ۳۷۰
الاقتصاد فی مسائل الجہاد ——— ۳۷۱
ہندوستان دارالاسلام ہے ——— ۳۷۲
جہاد کہیں بھی نہیں ہو سکتا ——— "
۱۸۵۷ء کے مجاہدین مفسد، بدکردار، باغی ——— ۳۷۶
جہاد حرام ——— ۳۷۷
سرٹیفکیٹ ——— ۳۷۸
رفتار زمانہ سے واقف ——— "
خوفناک انگریزی مظالم ——— ۳۷۹
مادر مہربان ——— "
ملکہ ہماری سلطنت ہی کے لیے بنائی گئی ——— ۳۸۰
ہم ڈھکے کی چوٹ پر گورنمنٹ کا ساتھ دیں گے ——— "
ملکہ کی خیرخواہی میں جان دینا باعث فخر ——— "
۱۸۵۷ء کے مجاہد بے وقوف تھے ——— ۳۸۱
برٹش گورنمنٹ ہی میں ہماری ترقی ہے ——— "
مسلمانوں کو برٹش کا مطیع بنانا ——— "
انعام وفا ——— ۳۸۲
میاں نذیر حسین دہلوی ——— ۳۸۴
پہلا دور ——— "
دوسرا دور ——— ۳۸۶
انعام یافتہ وفادار ——— ۳۸۹
حالت جنگ میں درس جاری رہا ——— ۳۹۰
جہاد باعث ہلاکت و معصیت ——— ۳۹۱
انگریزی میم کی حفاظت ——— ۳۹۳

سرٹیفکیٹ ——— ۳۹۵
سفر حج اور کمشنر دہلی کی چٹھی ——— ۳۹۹
ہندوستان دارالامان ——— ۴۰۰
گورنمنٹ خدا کی رحمت ——— ″
نواب صدیق حسن خاں بھوپال ——— ۴۰۴
جہاد کا عزم گناہ کبیرہ ——— ۴۰۵
۱۸۵۷ء کے مجاہدین مرتکب کبیرہ ——— ۴۰۶
جہاد نہیں فساد تھا ——— ۴۰۷
ملکہ بھوپال کے اعزازات ——— ۴۰۸
وفات ——— ۴۱۳
بحالی ——— ″
تصانیف ——— ۴۱۳
دعوائے مجددیت ——— ″
ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ——— ۴۱۴
ترجمہ قرآن ——— ″
انگریزی سلطنت کے اہل ہیں ——— ۴۱۵
انعام ——— ۴۱۷
قاضی محمد سلیمان منصور پوری ——— ۴۱۸
اہل حدیث کانفرنس کا ایک مقصد حکومت سے وفاداری ——— ″
مولوی ثناء اللہ امرتسری ——— ″
تفسیر یا تحریف؟ ——— ۴۲۰
مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ——— ۴۲۲
حکومت برطانیہ سے وفاداری پر اصرار ——— ۴۲۴
اُجلی پیشانیاں ——— ″
برٹش گورنمنٹ کے عطاب یافتگان ——— ۴۲۵

thenetwork.org

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گفتنی و ناگفتنی

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

جب پاک و ہند میں اسلامی سلطنت کا آفتاب غروب ہو رہا تھا' تاریکیاں پھیل رہی تھیں' دل ڈوب رہے تھے' حوصلے پست ہو رہے تھے' کہ رحمت باری جوش میں آئی اور ایک آفتاب طلوع ہوا' جس نے فضاؤں کو منور کر دیا' ڈوبتے دلوں کو سہارا دیا' پست حوصلوں کو بلند کیا ..... تاریک فضاؤں میں طلوع ہونے والا یہ آفتاب کون تھا ..... وہی امام احمد رضا عرب و عجم نے جس کی عظمت و جلالت کی گواہی دی' جس نے اپنے نام و ناموس کو دین اسلام اور شارع علیہ السلام کی آن پر قربان کر دیا ..... دشمنان اسلام کو اس کی یہ وارفتگی و شیفتگی اور جاں بازی پسند نہ آئی' اس کے خلاف سازشیں کی گئیں' اس کے خلاف کئی محاذ قائم کئے گئے اور ہر محاذ پر اس کی کردار کشی کی گئی' دلوں سے اس کی یاد کو مٹایا گیا' ذہنوں سے اس کے نقوش عظمت کو کھرچ دیا گیا ..... وہ جو فضاؤں پر چھایا ہوا تھا' دانش گاہوں میں اس کا نام لینا جرم ٹھہرا' علمی مجلسوں میں اس کی بات کرنی مشکل ہو گئی ..... جو نشان علم و فضل تھا سازشوں سے اس کو بے نشان کر دیا گیا ..... نصف صدی گزر گئی ..... اچانک خزاں رسیدہ گلشن میں پھر بہار آئی' شنبلیاں جھولنے لگیں' پھول کھلنے لگے' بلبل چہکنے لگے ..... اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے شہر لاہور کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ آج سے تقریباً ۴۴ سال پہلے یہاں "مرکزی مجلس رضا" کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا گیا' خلوص و للہیت سے قائم کیا تھا' ہر سطح پر مخلصین نے تعاون کیا اور اس ادارے نے امام احمد رضا کے حالات و افکار پر لاکھوں کی تعداد

Tathetwork.org

میں لٹریچر چھاپ کر پھیلایا ' نہ صرف پاک و ہند میں بلکہ پوری دنیا میں ..... پھر گیارہ برس ہوئے کراچی میں " ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا " قائم ہوا اور اس نے اپنا لٹریچر پاک و ہند اور دنیا کے دور دراز علاقوں میں پھیلایا ..... پھر " رضا اکیڈمی لاہور نے پانچ برس ہوئے بڑی سرعت سے کام کیا اور اہل دانش سے خراج تحسین وصول کیا ..... اب " مرکزی مجلس رضا " نے بھی طویل خاموشی کے بعد پھر کام شروع کیا ہے ..... رضا اکیڈمی (یو - کے) رضا اکیڈمی (بمبئی) ' سنی رضوی سوسائٹی (جنوبی افریقہ) ' رضا انٹرنیشنل اکیڈمی (صادق آباد) ' المجمع الاسلامی (مبارک پور) غرض پاک و ہند اور بیرون ملک، بیسیوں ادارے ہیں جو امام احمد رضا کے حالات و افکار پر مسلسل لٹریچر شائع کر رہے ہیں ' سنی دارالاشاعت مبارکپور نے فتاوی رضویہ کی پانچ جلدیں شائع کیں ..... الحمدللہ ان اداروں کی علمی مساعی کے نتائج سامنے آئے ' محققین کی بات سنی گئی ' یونیورسٹیوں اور پبلک سروس کمیشن کے امتحانی پرچوں میں امام احمد رضا پر سوالات آنے لگے ' جامعات میں ایم - فل اور پی - ایچ - ڈی کے لیے تحقیقی مقالات لکھے جانے لگے اور ڈگریاں ملنے لگیں چنانچہ اس وقت چار درجنوں کی یونیورسٹیوں میں چھ اسکالر تحقیقی مقالات لکھ کر ایم - فل یا پی - ایچ - ڈی کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں ' گیارہ اسکالر اس وقت تحقیق میں مصروف ہیں اور کچھ رجسٹریشن کے لیے کوشاں ہیں ۔

الغرض معاندین کے الفاظ میں جس کو زیر زمین دفن کر دیا گیا تھا وہ پھر زندہ ہو گیا ..... خوب کہا ہے اور خوب کہا ہے ۔

بے نشانوں کا نشاں ملتا نہیں
مٹنے مٹنے نام ہو ہی جائے گا

بے شک عاشق مرا نہیں کرتے وہ شہید ہو کر بھی زندہ رہتے ہیں بلکہ ان کی موت زندہ انسانوں کے لیے باعث رشک ہو جاتی ہے ۔

قسمت تگر کہ کشتۂ شمشیر عشق یافت

Network.org

مرگے کہ زندگاں بدعا آرزو کنند !

عرض یہ کر رہا تھا کہ دفن کرنے والے دفن کر چکے تھے ..... جدید علمی حلقوں اور دانش گاہوں میں اس کا نام لینا جرم ٹھہرا لیکن پرانی علمی حلقے، پرانی دانش کدے اس کے ذکر و اذکار سے گونجنے لگے ..... ستر برس بعد پھر ایک مہم چلائی گئی۔

۱۹۷۰ء میں راقم نے ترک موالات سے متعلق امام احمد رضا کے محققانہ رسالے الصمصام علی نحرۃ المتصدد کی روشنی میں ایک مقالہ قلم بند کیا جو ۱۹۷۱ء میں مرکزی مجلس رضا لاہور نے شائع کیا' اس مقالے میں تاریخی پس منظر پیش کرتے ہوئے ضمناً سید احمد بریلوی کا ذکر آگیا جس سے یہ تاثر ملتا تھا کہ سید صاحب کی جدوجہد سے اور تو کچھ ہوا یا نہیں انگریزوں کو ضرور فائدہ پہنچا۔ یہ تاثر اس عام تاثر کے خلاف تھا جو بعض محققین و مورخین نے غلط بیانیوں کے ذریعہ برسوں کی محنت کے بعد قائم کیا تھا ..... بہرحال راقم کے مقالے قاتل بریلوی اور ترک موالات کا شائع ہونا تھا کہ غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی' کیونکہ تسلیم شدہ حقائق تار عنکبوت کی طرح بکھرنے لگے ..... ایک یونیورسٹی کے شیخ الحدیث نے اپنی نجی محفل میں راقم سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ! "میں فلاں پبلشر سے کہوں گا کہ پروفیسر مسعود کی کتابیں نہ چھاپا کرو" ..... دوسری یونیورسٹی کے صدر شعبہ تاریخ بھی ناراض ہو گئے اور دیرینہ دوستی بھی ختم کر دی' راقم نے عرض کیا " تاریخی حقائق' عقائد نہیں ہوتے آپ میری بات غلط ثابت کر دیں میں اپنی بات کاٹ کر آپ کی بات لکھ دوں گا کوئی لڑائی جھگڑا نہیں یہ تو تحقیق و ریسرچ ہے جو بات ثابت ہو گی وہی لکھی جائے گی" ..... پھر خدا کی شان مولوی حسین احمد دیوبندی کی کتاب "اشہب الثاقب" میں یہ بات مل گئی کہ جب سید صاحب صوبہ سرحد میں اپنی کاروائیوں میں مصروف تھے تو انگریز اسلحہ سے ان کی مدد کر رہے تھے چنانچہ مقالے کے دوسرے ایڈیشن میں یہ حوالہ پیش کر دیا گیا اور معترضین خاموش ہو گئے ..... تاریخ میں غلط بیانی یا دھونس سے کسی بات کو منوانے کی گنجائش نہیں ..... لیڈن

tratnetwork.org

یونیورسٹی' ہالینڈ کے کہنہ سال مستشرق پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس بلیان نے راقم کے اس موقف کی تائید کی کہ سید صاحب نے انگریزوں کے خلاف کوئی جدوجہد نہیں کی ..... حقائق و شواہد کی روشنی میں ہر محقق اسی نتیجے پر پہنچے گا ..... تو عرض یہ کر رہا تھا کہ راقم کا مقالہ فاضل بریلوی اور ترک موالات شائع ہوا تو امام احمد رضا کے مخالفین نے اس پر اپنے ردعمل کا اظہار کیا

پھر جب راقم کی کتاب "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی اور امام احمد رضا کی عرب و عجم میں ہمہ گیر مقبولیت کے جلوے دکھائے گئے تو ماہر القادری نے اپنے رسالے فاران (کراچی) میں ایک طویل مضمون لکھ کر امام احمد رضا کے مخالفین و معاندین کو خبردار کیا کہ اگر دانشوروں نے امام احمد رضا کی عظمت و جلالت کے جلوے دیکھ لیے تو پھر ان کی نظروں میں کوئی نہیں سمائے گا ..... یہی کتاب جب مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ بھیجی گئی' تو وہاں شعبہ سنی دینیات کے صدر پروفیسر ڈاکٹر محمد رضوان اللہ مرحوم نے اپنے ساتھی پروفیسروں کو دکھائی انہوں نے پڑھ کر بیک زبان کہا کہ اس سے کل ہم سخت غلط فہمی میں مبتلا تھے ..... ہیں مگر تین پروفیسروں نے یہ بات کہی ..... پھر کیا ہوا یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کی میز پر رکھی ہوئی تھی وہ کسی کام سے کمرے کے باہر گئے امام احمد رضا کے کسی مخالف نے پاؤ کر لی' واپس آئے تو کتاب میز پر نہ تھی ..... یہ بات مرحوم نے خود راقم کو بتائی ..... اس قسم کی اوچھی حرکتوں سے حق اور سچائی کو چھپایا نہیں جا سکتا ..... اس کی قسمت میں بلند ہونا ہے وہ بلند ہو کر رہتی ہے۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ امام احمد رضا کی بات پھیلتی چلی گئی ..... معاندین اس سیلاب کے آگے باڑھ باندھتے رہے ..... امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان" جب لاکھوں کی تعداد میں مشرق و مغرب میں پھیلنے لگا تو بڑی تشویش ہوئی' کوشش کی گئی الزام تراشیوں کا سہارا لے کر کم از کم عرب ملکوں میں اس پر پابندی لگوا دی جائے اور بالآخر پابندی لگا دی گئی ..... جب کہ ایسے مترجمین کے ترجموں پر پابندی نہ لگی جو قرآن کی اداؤں کے رازدار نہیں' جو ترجمے کے مزاج سے

atnetwork.org

واقف نہیں ـــــ ۱۹۷۹ء کی بات ہے فقیر جب حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کر کے جدہ ایئرپورٹ سے کراچی روانہ ہو رہا تھا تو وہاں حکومت کی طرف سے تمام پاکستانی حاجیوں کو قرآن کریم کا تحفہ دیا گیا' جو احتیاط سے رکھ لیا گیا' بعد میں جو کھول کر دیکھا تو یہ قرآن حرم تھا' مولوی محمود حسن دیوبندی کا ترجمہ اور مولوی شبیر احمد عثمانی کے تفسیری حواشی ـــــ جس کے متعلق عالم اسلام کے جانے پہچانے عالم مولوی ابوالحسن علی ندوی نے یہ تصدیق کی ہے : اردو زبان میں یہ سب سے اچھا ترجمہ و تفسیر ہے اس کی طباعت و اشاعت ہونی چاہئے ـــــ

یہ قرآن حکیم شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلیکس' مدینہ منورہ میں چھپا اور وزارت اوقاف سعودی عرب نے اس کو شائع کیا ـــــ اس ترجمے میں معاذاللہ ثم معاذاللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گنہگار بتایا گیا ہے ہے اور بھٹکا دکھایا گیا ہے ہے ایسے ترجمہ کو "اردو زبان کا سب سے اچھا ترجمہ قرار دیا گیا" ـــــ اور وہ ترجمہ جس میں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال رکھا گیا اور اس پر حرف آنے نہ دیا اس کو اس لائق نہیں سمجھا گیا کہ سعودی عرب میں اس کی اشاعت بھی ہو وہاں چھپنا تو دور کی بات ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست!

پھر یہی نہیں کہ "کنزالایمان" پر پابندی لگوائی گئی بلکہ اس ترجمہ کے خلاف ایک فاضل کو لاکھ دے کر کتاب لکھوائی گئی' پھر اس کو شائع کیا گیا' اس کتاب سے اور تو کچھ نہ ہوا مصنف کا نام بدنام ضرور ہوا اور ہاتھ کچھ نہ آیا ـــــ یہ ایک راز ہے جو راز ہی رہے تو بہتر ہے' راقم کا مقصد کسی کو بدنام کرنا نہیں بلکہ حقائق سے پردہ اٹھانا ہے۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ جب دور و نزدیک امام احمد رضا کا چرچا ہونے لگا تو ان کے مخالفین کو یہ بات اچھی نہ لگی اور انہوں نے ان کی کردار کشی کے مختلف حربے استعمال کئے ـــــ چند حربوں کا ذکر تو اوپر آچکا ہے ایک حربہ اور استعمال کیا گیا اور وہ یہ کہ احسان الٰہی ظہیر ہی ایک صاحب سے البریلویہ کے نام سے کتاب لکھوائی گئی'

tnetwork.org

یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ انہوں نے لکھی ہے یا ان سے منسوب کی گئی ہے کیونکہ منسوب کرنے کے یہ حضرات عادی ہیں ' بعض کتابوں اور عبارتوں کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے منسوب کیا گیا ' یہ ایک طویل داستان ہے ۔ ۵ ۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ البریلویہ کے نام سے عربی میں ایک کتاب لکھوائی ' جس کو " جھوٹ کا پلندہ " کہا جائے تو بجا ہے اس میں امام احمد رضا کی جی بھر کے کردار کشی کی گئی ہے ..... جس زمانے میں یہ شائع ہوئی اسی زمانے میں راقم سیرت کانفرنس میں شرکت کے لیے اسلام آباد گیا وہاں اسمبلی ہال میں محترم جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری صاحب سے ملاقات ہو گئی ' وہ اپنے ساتھ دولت کدے پر لے گئے وہاں اس کتاب کا ذکر نکل آیا ..... مفتی صاحب سے جب یہ کتاب طلب کی تو انہوں نے لا کر دکھائی ..... اس کی تقدیم شیخ عطیہ سالم نے لکھی ہے ' جس میں انہوں نے البریلویہ کے سارے مندرجات کے تصدیق کی ہے ' ان میں ' حسام الحرمین ' چونکا دینے والے تھے ' تفصیل آگے آتی ہے ..... کتاب کو ذرا آگے سے دیکھا تو ایک جگہ لکھا تھا کہ امام احمد رضا سخت لہجے والے اور زبان دراز تھے اور حوالے میں راقم کی کتاب " فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں " کا نام ہی نہیں بلکہ صفحہ بھی تھا ' پڑھ کر حیران رہ گیا ۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

بہر حال گمراہ کن حوالے سے اتنا اندازہ ہو گیا کہ باقی مندرجات کا کیا حال ہو گا ؟ ابھی کی بات ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے معمولات و افکار کا مستند ترین مجموعہ القول الجلی فی ذکر آثار الولی (مصنفہ محمد عاشق پھلتی ' مطبوعہ دہلی ۱۹۸۹ء) سامنے آیا ' معلوم ہوا کہ اس کو برسوں تک اس لیے دبایا گیا کہ اس سے امام احمد رضا کے مسلک کی تائید ہوتی تھی اور بعض ایسی کتابوں کی تغلیط ہوتی تھی جو شاہ صاحب کے نام سے گھڑی گئی تھیں ..... مگر جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا کہ حق تو ظاہر ہو کر ہی رہتا ہے اور باطل کی قسمت میں مٹنا ہے ' وہ مٹ کر ہی رہتا ہے ' تو یہ کتاب ظاہر ہو گئی ' علمی خیانتوں اور الزام تراشیوں کا یہ سلسلہ نہ معلوم کب سے جاری ہے ' اس کے مقاصد اہل علم و دانش سے پوشیدہ نہیں

ratnetwork.org

ہاں تو جب البریلویہ پر نظر ڈالی تو امام احمد رضا کے متعلق یہ انکشافات سامنے آئے کہ امام احمد رضا کا رشتہ اگر ایک طرف مرزا غلام احمد قادیانی سے ملتا ہے تو دوسری طرف شیعہ حضرات سے 'گویا اہلسنت سے ان کا کوئی تعلق ہی نہیں' یا ہے تو برائے نام ـــــ راقم کے لیے یہ دریافت بالکل نئی تھی کیونکہ پندرہ سال امام احمد رضا پر ریسرچ کرنے کے باوجود یہ پہلو سامنے نہ آیا تھا' بلکہ راقم کے علم میں تو یہ تھا کہ امام احمد رضا نے قادیانیوں اور شیعوں کے خلاف رسالے لکھے تھے ..... چنانچہ یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید تقدیم نگار شیخ علیہ سالم نے غلط فہمی کی بنا پر البریلویہ کے گمراہ کن مندرجات کی تصدیق کر دی ہے' دلائل و شواہد کے ساتھ ان کو خط لکھا گیا مگر انہوں نے راقم کے خط کا جواب نہیں دیا' جس سے اندازہ ہوا کہ یا تو اس نام کا کوئی عالم نہیں اور اگر ہے تو وہ اس سازش میں شریک ہے ..... بہرحال البریلویہ کے الزامات ایسے ہیں کہ نہ اٹھائے جائیں نہ رکھے جائیں ..... جب البریلویہ کی حقیقت حکومت پاکستان کے علم میں آئی اور اس کے خلاف اہلسنت نے احتجاج کیا تو اس پر پابندی لگا دی گئی ..... برسوں سے اس پر پابندی لگی ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کے طلبہ کی ذہنی تطہیر کے لیے ان کو البریلویہ دکھائی جاتی ہے' ممکن ہے کہ تقسیم بھی کی جاتی ہو ..... اس یونیورسٹی میں امام احمد رضا کی بات نہیں سنی جاتی تھی' ۱۹۹۹ء میں غالباً پہلی بار امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس (منعقدہ کراچی' لاہور' اسلام آباد) کے منتظمین کو ایک سیمینار میں دعوت دی گئی اور انہوں نے مسلک اہلسنت اور امام احمد رضا کے افکار و خیالات پر اظہار خیال کیا ..... راقم کے نزدیک اشکال ہوں یا ان کے افکار اگر علمی دیانت کے ساتھ ان کو زیر بحث لایا جائے تو کوئی حرج نہیں ـــــ کردار کشی کو راقم بدترین گناہ تصور کرتا ہے۔

ہاں تو ذکر تھا احسان الٰہی ظہیر کی کتاب البریلویہ کا جس میں امام احمد رضا کی کردار کشی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی ـــــ عربی میں ایک مقولہ ہے سچ خود بلند ہوتا ہے' بلند نہیں کیا جاتا ـــــ الحمدللہ اہلسنت حق پر ہیں ان کو جھوٹ اور افترا

nzrathetwork.org

پردازیوں کے سہارے کی ضرورت نہیں جب کہ جانب دیگر اس کی بہت ہی ضرورت ہے ـــــ یہ جھوٹ غیروں کی کردار کشی کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اپنوں کی کردار سازی کے لیے بھی ـــــ بقول ڈاکٹر محمد رضوان اللہ مرحوم (صدر شعبہ سنی دینیات 'مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) جنہوں نے مولوی محمد انور شاہ کشمیری پر علی گڑھ سے ڈاکٹریٹ کیا تھا اور علمائے دیوبند پر قاہرہ کی ازہر یونیورسٹی سے ڈی لٹ اس میں مولوی حسین احمد کا بھی ذکر کیا تھا ـــــ کئی برس پہلے موصوف گھوٹکی (سندھ) میں غریب خانے پر تشریف لائے ' راقم کے کتب خانے میں مولوی حسین احمد دیوبندی کی اشاعت الثاقب نظر سے گزری تو حیران رہ گئے اور فرمایا " یہ تو مجھے دکھائی ہی نہیں گئی ' اگر مجھے پہلے علم ہوتا کہ اس شخص نے اعلیٰ حضرت کے لیے ایسے نازیبا الفاظ استعمال کیے ہیں تو اپنے مقالے میں ہرگز اس کا ذکر نہ کرتا " ـــــ وہ اپنے ساتھ اپنا مقالہ ڈاکٹریٹ بھی لائے تھے جس میں مولوی محمد انور شاہ کشمیری کی تعریف و توصیف میں بلا دلیل بہت سی باتیں کہی گئی تھیں ـــــ راقم نے عرض کیا آپ نے مولوی انور شاہ کشمیری پر مولانا مفتی محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمۃ کے تحقیقات بھی ملاحظہ فرمائے ؟ فرمایا نہیں ـــــ پھر راقم کو مقالہ کی مطبوعہ جلد دیتے ہوئے فرمایا " یہ ایک نسخہ میرے پاس تھا ' آپ کو دیتا ہوں آپ اس پر بھرپور مقدمہ لکھیں ' مخالف و موافق جو کچھ لکھیں آپ کو اجازت ہے ' خوب دل کھول کر لکھیں " ـــــ سو ابھی تک مقدمہ لکھنے کی توفیق نہ ملی

یہ باتیں تو بہت ہیں کہاں تک بیان کی جائیں ' اب راقم پھر البریلویہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے ـــــ ۱۳ ستمبر ۱۹۹۹ء کو ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا اور رضا اکیڈمی لاہور کے تعاون سے لاہور میں اعلیٰ پیمانے پر پہلی مرتبہ بین الاقوامی امام احمد رضا کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت وزیراعظم پاکستان جناب محمد نواز شریف کے بھائی اور قومی اسمبلی کے ممبر جناب شہباز شریف نے کی ۔ یہ خاندان مسلک اہلسنت کا دلدادہ ہے اور اپنے مسلک کے اظہار میں جھجک بھی محسوس نہیں کرتا ـــــ اپنے صدارتی خطبے میں موصوف نے یہ فرمایا کہ

azratnetwork.org

"امام احمد رضا کی ذات کو خراج تحسین پیش
کرنے کا بہترین ذریعہ ان کی ذات پر لگائے گئے
الزامات کا جواب دینا ہے "البریلویہ" نامی کتاب جو
علامہ احسان الٰہی ظہیر کی تالیف ہے اس کا جواب دیا
جانا چاہئے اور جو شخص بھی یہ کام کرے گا میں اس کو
ایوارڈ دوں گا" ۶۔

اس میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے کوئی چراغ پا ہو ـــــ مگر نہ معلوم کیوں بعض حضرات کو یہ بات بہت ہی گراں معلوم ہوئی اور انہوں نے بھرپور احتجاج کیا' شاید اس لیے جو جھپٹ پڑا کیا تھا اس پر پردہ پڑا رہے تو اچھا ہے' بہرحال جناب شہباز شریف کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اہلسنت کے ممتاز نقاد اور عالم دین حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری قبلہ (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) نے البریلویہ کی الزام تراشیوں اور افتراء پردازیوں کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے یہ کتاب مرتب کی' امید ہے کہ حق پسند حلقوں میں یہ کتاب پسند کی جائے گی اور جن حضرات نے البریلویہ کی روشنی میں امام احمد رضا کا امیج قائم کیا ہے وہ اصلاح فرمائیں گے۔ حضرت علامہ موصوف اہلسنت کے جید عالم اور محقق ہیں۔ البریلویہ اس لائق نہ تھی کہ وہ اس کی طرف توجہ فرماتے لیکن چونکہ اس کتاب نے دانشوروں کو اندرون ملک و بیرون ملک سخت غلط فہمی میں مبتلا کیا ہے اس لیے اس کا تدارک ضروری تھا تاکہ اصل حقائق سامنے آئیں اور بے بنیاد غلط فہمیاں دور ہوں۔ حضرت علامہ کا اہلسنت پر احسان ہے کہ آپ نے مسلک اہلسنت کی حفاظت اور امام احمد رضا کے افکار و خیالات کی حمایت میں بیسیوں کتب و رسائل اور مقالات تحریر فرمائے' مولیٰ تعالیٰ آپ کو قائم و دائم رکھے تاکہ حق کا بول بالا ہوتا رہے ـــــ زیر نظر کتاب خود ان کی ماہرانہ تحقیق اور علم و فضل پر شاہد عادل ہے ـــــ اس کے باوجود کہ البریلویہ کا انداز معاندانہ و مجادلانہ ہے حضرت علامہ نے بڑے محققانہ انداز سے جوابات دیئے ہیں اور سنجیدگی و وقار کو بہرحال قائم رکھا اور دلائل کو توڑ موڑ کر پیش کرکے قاری

thetwork.org

کو گمراہ کرنے کی کوشش نہیں کی ..... جو بات کہی وہ دلیل و ثبوت کے ساتھ کہی ہے ..... یہی اس کتاب کا امتیاز ہے ..... ضرورت ہے کہ اس کتاب کا خلاصہ عربی زبان میں بھی شائع ہو تاکہ جو عرب البریلویہ کے مطالعہ سے امام احمد رضا کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہو گئے ہیں ان کی بدگمانیاں بھی دور ہوں ..... ویسے حضرت علامہ موصوف نے ریاض سعودی عرب سے شائع ہونے والی ایک کتاب میں امام احمد رضا کے بارے میں البریلویہ کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے عربی لٹریچر ارسال فرمایا جس پر ادارہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے آئندہ ضروری ترمیم و اصلاح کا وعدہ کیا اسی طرح بیروت سے شائع ہونے والی ایک کتاب میں امام احمد رضا کے بارے میں گمراہ کن ریمارکس پڑھ کر راقم نے پبلشر کو متوجہ کیا تو انہوں نے بھی آئندہ اڈیشن میں ضروری تصحیح کا وعدہ کیا اور گزارشات کو قبول کیا .....

البریلویہ میں امام احمد رضا پر جو فرد جرم عائد کی گئی ہے وہ بہت طویل ہے جس کا محققانہ اور تسلی بخش جواب اس کتاب میں موجود ہے ۔ یہاں چار پانچ الزامات کا مختصراً ذکر کروں گا جو سفید جھوٹ کے زمرے میں آتے ہیں ..... اس سے آپ کو اندازہ ہو گا البریلویہ کے مصنف نے کس دیدہ دلیری سے جھوٹ بولا ہے ۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ؟

(۱) امام احمد رضا پر ایک الزام یہ ہے کہ وہ "بریلوی" فرقے کے بانی ہیں ..... اگر تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "بریلوی" کوئی فرقہ نہیں بلکہ سواد اعظم اہلسنت کے مسلک قدیم کو عرف عام میں "بریلویت" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عرف بھی پاک و ہند میں محدود ہے ۔ اصل میں امام احمد رضا اور اس مسلک قدیم کے مخالفین نے اس کو "بریلویت" کے نام سے یاد کیا ہے اور بقول ابوالخیر امام خان نوشہروی ' یہ نام علماء دیوبند کا دیا ہوا ہے ..... پروفیسر ڈاکٹر جمال الدین (جامعہ ملیہ دہلی) نے بھی اپنے ایک تحقیقی مقالے میں یہی تحریر فرمایا ہے کہ یہ نام مخالفین کا دیا ہوا ہے ..... حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا خان بریلوی نے پوری قوت کے ساتھ سواد اعظم اہلسنت کے اس علمی مسلک کی حفاظت اور مدافعت

etwork.org

فرمائی اور اس کو دشمنوں کے ہاتھوں برباد ہونے نہیں دیا۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی حکومت "سلطنت عثمانیہ" جو دنیا کے تین براعظموں پر پھیلی ہوئی "دنیا کی سب سے بڑی حکومت تھی" سواد اعظم اہلسنت کے اسی مسلک کی علم بردار تھی جس کی تائید و حمایت امام احمد رضا ساری عمر کرتے رہے ـــــ دشمنان اسلام عرصہ دراز سے اس حکومت اور اس کے مسلک کے درپے تھے تا آں کہ انہوں نے اس حکومت کو پارہ پارہ کیا اور اس کے مسلک کو بھی ریزہ ریزہ کرنا چاہا کیونکہ اس میں زندگی و حرارت تھی۔ کولمبیا یونیورسٹی، امریکہ کی فاضلہ خاتون ڈاکٹر اوشا سانیال نے اپنے مقالہ ڈاکٹریٹ میں بھی اس موضوعہ کو غلط قرار دیا ہے کہ "بریلوی" کوئی فرقہ ہے۔ ان کا موقف بھی یہی ہے کہ یہ وہی عالمی مسلک ہے جس کو سواد اعظم اہلسنت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ـــــ مطالعہ و تحقیق سے پہلے موصوفہ یہی سمجھی تھیں کہ "بریلوی" کوئی فرقہ ہے جب ان کو بتایا گیا اور انہوں نے خود مطالعہ کیا تو ان پر حقیقت عیاں ہو گئی ـــــ علامہ شرف صاحب نے اس الزام کا خوب رد فرمایا ہے۔

(۲) امام احمد رضا پر دوسرا الزام یہ تھا کہ ان کے عقائد مشرکانہ تھے اور انہوں نے مشرکانہ اعمال و عقائد کی تشہیر میں اہم کردار ادا کیا ـــــ یہ سب کو معلوم ہے اور سب جانتے ہیں کہ امام احمد رضا کے مخالفین بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ عاشق رسول تھے اس میں کسی کو شک نہیں ـــــ تو جو عاشق رسول ہے نہ مشرک ہو سکتا ہے اور نہ شرک و بدعت کی تعلیم دے سکتا ہے ہاں ابلیس کا عاشق یہ کام ضرور کر سکتا ہے ـــــ اصل میں اختلاف ہے تو اظہار عشق میں ـــــ ایک عالم نے ان سے عرض کیا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حد سے بڑھا دیتے ہیں تو امام احمد رضا نے بڑی خاموشی سے ان کے سامنے کاغذ و قلم رکھتے ہوئے فرمایا "آپ حد مقرر فرما دیجئے" ـــــ وہ عالم امام احمد رضا کا منہ تکتے رہ گئے ـــــ کس کی مجال کہ حد مقرر کرے؟ جب کہ ان کا مولیٰ خود ان پر رحمت بھیج رہا ہے ہم کو تعریف و تعظیم اور درود و سلام کا حکم دے رہا ہے اور سورۂ توبہ میں محبت و عشق کا عظیم معیار بتا رہا ہے ـــــ ہاں مولیٰ تعالیٰ کے سوا کوئی حد مقرر نہیں کر سکتا مگر وہ

ratnetwork.org

تو بے حد درود و سلام بھیجنے کا حکم فرما رہا ہے ..... بات یہ ہے کہ جس نے عشق ہی نہ کیا ہو اس کو عشق عجیب لگتا ہے ..... عاشق کی ایک ایک بات عجیب سی لگتی ہے شرک و بدعت سی لگتی ہے ..... یہ اس کی آنکھوں کا قصور ہے ' یہ اس کی عقل کا فتور ہے ..... ایسے انسان کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے ' پتھر کبھی ریزہ ریزہ بھی ہو جاتا ہے کبھی اس میں سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں مگر یہ قلب سے مس نہیں ہوتا ؟ ..... ایک صاحب نے سوال کیا لوگ روتے کیوں ہیں ..... اللہ اکبر ! ان کی آنکھوں میں آنسو اتنے خشک ہو گئے ہیں کہ ان کو رونے پر تعجب ہو رہا ہے ۔

عاشق نہ شدی و محنت الفت نہ کشیدی
کس پیش تو غم نامہ ہجراں چہ کشاید ؟

ان کے حضور ادب و تعظیم کی بات الگ رہی ' اگر عبادات پر نظر ڈالیں تو ایک ایک ادا میں ان کے جلوے جھلکتے نظر آئیں گے ..... اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے ان کی نشانیوں کو اپنی نشانیاں بنا دیا ..... اللہ اکبر ! ..... کیا آپ نے کبھی اس حقیقت پر غور فرمایا ؟ ..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم کو بیت اللہ میں رکھوایا گیا ' یہی نہیں بلکہ یہ حکم دیا گیا کہ جب سات پھیرے مکمل کر لو تو اس کے سامنے دوگانہ ادا کرو اور سربسجود ہو ..... بے شک اگر یہ بات قرآن پاک میں نہ ہوتی تو کھلا شرک قرار دی جاتی ..... پھر صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام دوڑی تھیں اور چلی تھیں فرمایا صفا و مروہ ہاجرہ علیہا السلام کی نشانی نہیں ' یہ تو ہماری نشانیاں ہیں ۔ اس کا بھی چکر لگایا کرو ..... سارا عالم چکر لگاتا ہے اور ہر چکر میں ایک نظر دیوار کعبہ کو دیکھتا ہے جو ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کی تھی اور تعمیر کرتے کرتے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد کے لیے دعا کی تھی ..... یہ سب انہیں کے جلوے ہیں ..... یہ سب انہیں کی روایتیں ہیں ..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کون تھے ؟ ..... حضرت اسماعیل علیہ السلام کون تھے ؟ ..... حضرت ہاجرہ علیہا السلام کون تھیں ؟ ..... یہ سب

nazratnetwork.org

نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین تھے ـــــ تو پھر سب ان کی مدحتیں ہیں تو کس کی مدحتیں ہیں؟ بے شک ۔

زمین و زماں تمہارے لیے جنن و جناں تمہارے لیے
ہم کیا کہیں یہاں تمہارے لیے انھیں بھی وہاں تمہارے لیے

بے شک وہ سجود نہیں، سجود نہیں ـــــ مطلوب و محبوب تو ہیں ۔

یہ داستان عشق تو اتنی لمبی ہے کہ عمر ختم ہو جائے مگر یہاں عشق و محبت ختم نہ ہو ـــــ امام احمد رضا نے اس عشق جہاں تاب کا چراغ اٹھایا اور تاریکیوں میں اجالا کرتے ہوئے ہمارے لیے اپنا یہ پیغام چھوڑ گئے ـــــ

دنیا! ترے قرطاس پہ کیا چھوڑ گئے ہم
اک حسن بیاں، حسن ادا چھوڑ گئے ہم

ماحول کی ظلمات میں جس راہ سے گزرے
قندیل محبت کی ضیاء چھوڑ گئے ہم

(۳) امام احمد رضا پر تیسرا الزام یہ تھا کہ وہ جاہل تھے ـــــ ظاہر ہے کہ جاہل ہی نئے فرقے نکال سکتا ہے اور وہی شرک و بدعت پھیلا سکتا ہے اس لیے یہ الزام لگانا ضروری ہوا ۔ مگر یہ ایسا مضحکہ خیز الزام ہے جس نے مخالف کی جہالت اور عداوت کو آشکار کر دیا ہے ـــــ امام احمد رضا کے علم و فضل کی کیا بات! ـــــ ہر مکتب فکر اور ہر شعبہ زندگی سے متعلق دانشور، فنکار ان کے علم و فضل کے معترف ہیں، عرب و عجم کے علماء و فضلاء ان کے علم و فضل کے معترف ہیں ۔ ـــــ اس قسم کے تاثرات پر مشتمل اب تک پانچ مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور امام احمد رضا کا علم و فضل ایک طے شدہ حقیقت بن چکا ہے، تفسیر و حدیث اور فقہ میں تو ان کا جواب نہ تھا ـــــ جدید تحقیق کے مطابق ۵۵ علوم و فنون پر ان کی ایک ہزار سے زیادہ تصانیف اردو، فارسی اور عربی میں موجود ہیں ـــــ عربی ادب و لغت پر ان کی

zratnetwork.org

مہارت کا یہ عالم تھا کہ پاک و ہند کے مشہور اہل حدیث عالم علامہ عبدالعزیز میمن (م ۱۹۷۸ء) جن کو بقول شاکر النحام عربی ادب اور لغت پر بے پناہ دسترس حاصل تھی (المعارف لاہور شمارہ ۹ ص ۵۳) جو پچاس برس تک المجمع العلمی دمشق کے مستقل ممبر اور مقالہ نگار رہے ..... اس فاضل جلیل کے اساتذہ میں شیخ محمد طیب مکی (پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور) بھی تھے۔ موصوف سے امام احمد رضا کی عربی زبان میں مراسلت ہوئی اور امام احمد رضا نے ان کے خطوط میں جو نحوی اور لغوی غلطیوں کی نشاندی کی تو وہ زچ ہو کر رہ گئے۔ یہ مراسلت ایک رسالے کی شکل میں رسائل رضویہ' جلد اول مطبوعہ لاہور (مرتبہ علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری) میں موجود ہے جس کو کوئی بھی تلاش ہو مطالعہ کر سکتا ہے ..... اردو اور عربی ادب میں بے مثال مہارت اور مختلف علوم و فنون پر ان کی دسترس نے ان سے قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ کرایا جس کی مثال نہیں ..... ابھی کی بات ہے چکوال کے ڈپٹی کمشنر ڈاکٹر لیاقت علی خان نے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے "قرآن / سائنس اور امام احمد رضا بریلوی" ..... یہ مقالہ چکوال سے شائع ہوا ہے اس مقالے میں موصوف امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں ..... "جنہوں نے قرآن حکیم کے سائنسی علوم پر مکمل کر بحث کی ہے' آپ نے ثابت کر دیا کہ قرآن حکیم میں ہر موضوع موجود ہے" ۸۔

(۴) امام احمد رضا پر چوتھا الزام یہ تھا کہ وہ انگریزوں کے ایجنٹ تھے غالباً یہ الزام تحریک خلافت (۱۹۲۱ء) اور تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) کی مخالفت کی وجہ سے لگا جو انگریزوں کے خلاف چلائی گئی تھی ..... اصل میں یہ تحریکیں ہندوستانی سیاسی لیڈروں سے انگریزوں کی بدعہدی کا ردعمل تھا ..... دوسری جنگ عظیم جس میں انگریز' ترکوں کے خلاف لڑ رہے تھے برطانوی حکومت کو ہندوستانی فوجیوں کی ضرورت پڑی' انہوں نے سیاسی لیڈروں سے وعدہ کیا کہ اگر ہم جیت گئے تو ہندوستانیوں کو محدود قسم کی آزادی دے دیں گے ..... چنانچہ مسٹر گاندھی اور مولانا محمد علی نے فوج بھرتی میں اپنی انتھک کوشش کی اور ہندوؤں اور مسلمانوں کو بھرتی کرایا

thenetwork.org

ان مسلمان فوجیوں نے جا کر اپنے ترک بھائیوں کا خون بہایا ـــــ جب برطانوی حکومت جنگ جیت گئی تو وعدے سے پھر گئی ـــــ اس لیے اس کو مزہ چکھانے کے لیے تحریک خلافت اور پھر تحریک ترک موالات چلائی گئی ـــــ کل جو لیڈر ترکوں کے خلاف لڑنے کے لیے فوجی بھرتی کرا رہے تھے آج وہی لیڈر ترکوں کی حفاظت و حمایت کا دم بھر رہے تھے ـــــ سیاست میں عقل کو دخل نہیں ـــــ جذبات بھڑکا کر عقل اندھی کر دی جاتی ہے مگر امام احمد رضا کی عقل بیدار تھی ' ان سے سیاسی بازی گروں کا یہ خون آشام تماشا دیکھا نہ گیا اور انہوں نے ان کے رازوں کو طشت از بام کرنا شروع کیا ۔ اس کی سزا یہ ملی کہ ان پر انگریزوں سے دوستی اور انگریزوں کی حمایت کا الزام لگایا گیا جو قطعی بے بنیاد الزام ہے ـــــ راقم نے اپنے مقالے "گناہ بے گناہی" میں تحقیق کی ہے ' یہ مقالہ ہزاروں کی تعداد میں پاکستان و ہندوستان سے شائع ہو چکا ہے اور اب ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے ۱۹۹۹ء میں اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا ہے ۔ کولمبیا یونیورسٹی کی فاضلہ ڈاکٹر اوشا سانیال نے بھی اپنے مقالہ ڈاکٹریٹ میں ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا انگریزوں کے مخالف تھے ـــــ ایک تو مسلم انگریز فاضل ڈاکٹر محمد ہارون بھی امام احمد رضا کے سیاسی کردار پر تحقیق کر رہے ہیں ' ان کی تحقیق دسمبر ۱۹۹۹ء تک مکمل ہو جائے گی انشاء اللہ ـــــ ہاں یہ عرض کرنا بھول گیا کہ تحقیق کے دوران امام احمد رضا کی تصانیف میں تو انگریزوں کی حمایت و دوستی میں ایک جملہ نہ ملا ' لیکن ان کے ہر مخالف کی تصنیف یا حالات میں کوئی نہ کوئی جملہ ایسا ضرور ملا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ انگریزوں کے ان سے ظاہری و باطنی مراسم و روابط تھے ـــــ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ممکن ہے انگریزوں نے ہی ان لوگوں کو امام احمد رضا کے خلاف محاذ آرائی کے لئے تیار کیا ہو کیونکہ انگریز سمجھتے تھے جب تک سواد اعظم اہلسنت زندہ ہیں ' ایمان میں گرمی و حرارت موجود رہے گی اور یہی وہ گرمی و حرارت ہے جو سلطنتوں کو بناتی اور بگاڑتی ہے ـــــ اس کا تجربہ سلطنت عثمانیہ کی صورت میں صدیوں تک وہ کرتے رہے .....

izrathetwork.org

(۵) امام احمد رضا پر پانچواں الزام یہ تھا کہ امام احمد رضا نے چونکہ مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھا تھا' اور مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک بھائی کا نام بھی مرزا غلام قادر تھا' ہو نہ ہو یہ استاد گرامی وہی غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے۔ بھائی تھے' تو ضرور قادیانی مذہب رکھتے ہوں گے' جب امام احمد رضا نے ایک قادیانی سے پڑھا تو ضرور وہ بھی قادیانی ہوں گے یا کم از کم اس کی طرح گمراہ ہوں گے ..... آپ نے یہ بادر روزگار استدلال ملاحظہ فرمایا' یہ وہ مقام ہے جہاں عقل کو بھی دخل نہیں کیونکہ مستند ہے میرا فرمایا ہوا!

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے اس الزام کا بہترین اور تشفی بخش رد فرمایا ہے' لب لباب یہ ہے کہ امام احمد رضا کے استاد مرزا غلام قادر بیگ تو اس وقت تک زندہ تھے جب غلام احمد قادیانی کے بھائی مرزا قادر مر چکے تھے۔ ڈاکٹر لوشا سانیال اور دوسرے محقق نے بھی اپنی تحقیقات میں اس الزام کو بے بنیاد قرار دیا خصوصاً جب کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف امام احمد رضا کی کئی تصانیف موجود ہیں ..... ایسی صورت میں کوئی ہٹ دھرم اور ضدی و بے عقل ہی اصرار کر سکتا ہے .....

الغرض البریلویہ میں امام احمد رضا پر بہت سے بے بنیاد الزامات لگائے گئے ہیں جن کا مسکت' معقول اور محققانہ جواب حضرت علامہ شرف صاحب نے دیا۔ جو آپ خود ملاحظہ فرمائیں گے .....

دشمن اپنی دشمنی میں کبھی حد سے گزر جاتا ہے' بعض اوقات یہ دشمنی اس کے مخالف کے لئے رحمت بن جاتی ہے ..... البریلویہ کے مصنف کی دشمنی حد سے گزر گئی لیکن یہ امام احمد رضا کے لئے رحمت ثابت ہوئی ..... البریلویہ کی اشاعت کے بعد یہ احساس قوی سے قوی تر ہوتا چلا گیا کہ امام احمد رضا پر عربی میں کام ہونا چاہئے ..... اس سے قبل جلسہ سید شجاعت علی قادری کی سجدالامہ شائع ہو چکی تھی' مولانا محمد احمد مصباحی کا ایک مقالہ ادارۂ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد کے عربی مجلے میں شائع ہو چکا تھا لیکن البریلویہ کی اشاعت کے بعد عربی میں مسلسل کام ہونے لگا ..... امام احمد رضا کا عربی حاشیہ عبدالمختار علی رضا المختار حیدر آباد دکن سے چھپ کر اجمع

ratnetwork.org

الاسلامی' سہارنپور سے شائع ہوا۔ اس پر مولانا محمد احمد مصباحی' مولانا انظار احمد قادری مولانا عبدالمبین نعمانی نے امام احمد رضا کے حالات و افکار اور علامہ ابن عابدین شامی کے حالات پر عربی میں وقیع مقالات کا اضافہ کیا ـــــ ڈاکٹر عبدالباری ندوی کی نگرانی میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے پروفیسر محمود حسین بریلوی نے امام احمد رضا کے عربی آثار پر مقالہ قلم بند کر کے ایم۔ فل کیا' جناب یونیورسٹی' حیدر آباد دکن سے پروفیسر عبدالسمیع صاحب نے امام احمد رضا کی عربی شاعری پر ایم۔ فل کے لئے مقالہ لکھا ـــــ مفتی محمد مکرم احمد صاحب (شاہی امام مسجد فتح پوری' دہلی) نے بین الاقوامی امام احمد رضا کانفرنس (منعقدہ کراچی ۱۹۷۹ء) میں امام احمد رضا کے عربی قصائد پر ایک وقیع مقالہ پڑھا ـــــ کراچی یونیورسٹی کے پروفیسر جلال الدین نوری نے امام احمد رضا کے معاشی نظریہ پر ایک مفصل مقالہ لکھا جو طبع ہو کر بغداد کی بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کے مندوبین میں تقسیم کیا گیا موصوف ہی نے امام احمد رضا پر عربی میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے ـــــ افغانستان کی عبوری حکومت کے چیف جسٹس محمد ضیاءاللہ خان صاحب نے امام احمد رضا کے حالات و افکار پر کلاسیکل عربی میں ایک شاندار مقالہ قلم بند کیا ـــــ راقم نے ایک تحقیقی مقالہ لکھا جس کا عربی ترجمہ مولانا ممتاز احمد سدیدی نے کیا۔ یہ مقالہ مجمع الملکی لبحوث الحضارۃ الاسلامیہ' عمان (اردن) سے شائع ہونے والی انسائیکلوپیڈیا کی پہلی جلد میں طبع ہوا' ایک اور مفصل تحقیقی مقالہ جو پاکستان اکیڈمی کونسل اسلام آباد کی طرف سے شائع ہونے والی عالمی مسلم مشاہیر کی انسائیکلوپیڈیا کے لئے لکھا تھا۔ مولانا محمد عارف اللہ مصباحی نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی اور رضا فاؤنڈیشن' جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے تعاون سے ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔

الغرض کہاں تک ذکر کروں

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

احسان الٰہی ظہیر' امام احمد رضا کی عداوت میں البریلویہ پیش نہ کرتے تو شاید عربی زبان میں امام احمد رضا پر اس سرعت سے کام نہ ہوتا لیکن اس عداوت سے

nazratnetwork.org

مصنف البریلویہ کو کوئی فائدہ نہ ہوا ' سارا فائدہ اہلسنت و جماعت کو ہوا ..... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عاشقان رسول علیہ التحیۃ والتسلیم کی شان میں گستاخیوں اور زبان درازیوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

امام احمد رضا عاشق رحمتہ للعالمین محبوب رب العالمین تھے ..... ان کا آغاز و انجام دونوں ایک سے ایک بڑھ کر ہوا ..... ان کے عشق نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ عالم تھا کہ روئیں روئیں سے یہ صدا بلند ہو رہی تھی۔

کاش ہر موئے من زباں بودے
در ثنائے تو یا رسول اللہ !

۱۹۹۱ء میں مدینہ منورہ حاضر ہوا مولجھہ شریف میں کچھ غلام ہاتھ باندھے امام احمد رضا کا سلام۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
عرض کر رہے تھے خود راقم نے بھی امام احمد رضا کا درود ۔

کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود

اور سلام

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

پیش کیا ۔ کیا عرض کروں کیا لطف و سرور آیا ' زبان و قلم دونوں عاجز ہیں مدینہ منورہ میں محافل نعت میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ' ہر محفل میں امام احمد رضا کا سلام پڑھا گیا ..... اللہ اللہ کیا مقبولیت اور محبوبیت ہے کہ دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی فضائیں بھی امام احمد رضا کے سلام سے گونج رہی ہیں ۔ تاجدار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بھی پڑھنے والے یہ سلام پڑھ رہے ہیں ' آنسو بہا رہے ہیں ' دل بچھا رہے ہیں ..... اللہ اللہ وہ تاجدار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کتنے مقبول ہیں ! ..... کوئی ان سے محبت کر کے تو دیکھے وہ اپنے عاشقوں سے کتنا پیار کرتے ہیں ' وہ اپنے جاں نثاروں کو کتنا چاہتے ہیں ..... وہ جب دینے پر آتے

atnetwork.org

ہیں دیتے ہی چلے جاتے ہیں۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دریے بہا دیئے ہیں

اے کاش! ہم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا سیکھ جائیں ـــــ اے کاش! ہم عاشقان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عشق و محبت کا سلیقہ سیکھ جائیں ـــــ اے کاش! ہم عقل کی بھول بھلیوں سے باہر نکلنا سیکھ جائیں ـــــ اے کاش! ہم دل کی گہرائیوں میں گم ہونا سیکھ جائیں ـــــ اے کاش! ہم خود کو کھونا اور ان کو پانا سیکھ جائیں ـــــ

آئی جو ان کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
۲۳ اکتوبر ۱۹۹۶ء

اختر محمد مسعود احمد عفی عنہ
پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ایڈ پوسٹ
گریجویٹ سٹڈیز سنٹر۔ سکھر (سندھ) پاکستان

zratnetwork.org

حواشی

۱۔ مزید تفصیلات کے لئے راقم کا مقالہ "امام احمد رضا اور عالمی جامعات" مطالعہ فرمائیں جو پاکستان سے رضا انٹرنیشنل اکیڈمی (صادق آباد) اور ہندوستان سے افکار حق اکیڈمی (پورنیہ۔ بہار) نے باترتیب ۱۹۹۰ء - ۱۹۹۶ء میں شائع کردیا ہے (مسعود)

۲۔ قرآن کریم (حرجم محمود حسن دیوبندی) مطبوعہ مدینہ منورہ ۱۴۰۵ھ - ۱۹۸۴ء ص

۳۔ ایضاً سورۃ فتح آیت نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۰۸۷

۴۔ ایضاً سورۃ ضحیٰ آیت نمبر صفحہ نمبر ۱۰۷۴

۵۔ تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں :۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی و حکیم سید محمود احمد برکاتی :

القول الجلی کی بازیافت، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء

۶۔ ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور) اکتوبر ۱۹۹۶ء

سردلبراں از صاحبزادہ محمد امین الحسنات صاحب ص ۴

۷۔ تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں :۔

محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں لاہور ۱۹۷۳ء

محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام کراچی ۱۹۸۲ء

۸۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی قرآن، سائنس اور امام احمد رضا بریلوی (پنڈوال) ۱۹۹۶ء ص ۸۷

۹۔ محمد مسعود احمد: الشیخ احمد رضا خان البریلوی (کراچی) ۱۹۹۶ء

ahazratnetwork.org

بابِ اوّل

امام احمد رضا بریلوی کے خلاف احسان الٰہی ظہیر کی افترا پردازیوں کا تحقیقی جائزہ

network.org

zratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

متحدہ پاک و ہند میں ہمیشہ اہل سنت و جماعت کی غالب اکثریت رہی ہے۔ سرزمین ہند میں بڑے بڑے نامور اور باکمال علماء و مشائخ پیدا ہوئے جنہوں نے دین اسلام کی زریں خدمات انجام دیں اور ان کے دینی اور علمی کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں افق ہند پر ایک ایسی شخصیت اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ نظر آتی ہے جس کی ہمہ گیر اسلامی خدمات، اسے تمام معاصرین میں امتیازی حیثیت عطا کرتی ہیں۔ شخص واحد جو عظمتِ الوہیت، ناموسِ رسالت، مقامِ صحابہ و اہل بیت اور حرمتِ ولایت کا پہرہ دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ عرب و عجم کے ارباب علم جسے خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ——— ہماری مراد ہے امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز جنہوں نے مسلکِ اہل سنت اور مذہبِ حنفی کے خلاف اٹھنے والے نت نئے فتنوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر مرحلے پر سرخرو ہوئے۔

اہل سنت و جماعت کے عقائد ہوں یا معمولات جس موضوع پر بھی انہوں نے قلم اُٹھایا، اُسے کتاب و سنت، ائمہ دین اور فقہاء اسلام کے ارشادات کی روشنی میں پایۂ ثبوت تک پہنچایا۔ آپ کی سینکڑوں تصانیف میں سے کسی کو اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ ہر کتاب میں آپ کو یہ انداز بیان مل جائے گا۔

hazratnetwork.org

بریلوی نیا فرقہ؟

امام احمد رضا بریلوی کے افکار و نظریات کی بے پناہ مقبولیت سے متاثر ہو کر مخالفین نے ان کے ہم مسلک علماء و مشائخ کو بریلوی کا نام دے دیا۔ مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ دوسرے فرقوں کی طرح یہ بھی ایک نیا فرقہ ہے جو سرزمین ہند میں پیدا ہوا ہے۔

ابو یحییٰ امام خان نوشہروی اہل حدیث لکھتے ہیں،

"یہ جماعت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی مدعی ہے، مگر دیوبندی مقلدین (اور یہ بھی بجائے خود ایک جدید اصطلاح ہے) یعنی تعلیم یافتگان مدرسہ دیوبند اور ان کے اتباع انہیں "بریلوی" کہتے ہیں۔"[1]

جبکہ حقیقت حال اس سے مختلف ہے۔ بریلی کے رہنے والے یا اس سلسلہ سے شاگردی یا بیعت کا تعلق رکھنے والے اپنے آپ کو بریلوی کہیں تو یہ ایسا ہی ہوگا، جیسے کوئی اپنے آپ کو قادری، چشتی، یا نقشبندی اور سہروردی کہلائے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خیرآبادی، بدایونی، رامپوری سلسلہ کا بھی وہی عقیدہ ہے جو علماء بریلی کا ہے، کیا ان سب حضرات کو بھی بریلوی کہا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، اگرچہ مخالفین ان تمام حضرات کو بھی بریلوی ہی کہیں گے۔ اسی طرح اسلاف کے طریقے پر چلنے والے قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی اور رفاعی مخالفین کی نگاہ میں بریلوی ہی ہیں۔[2]

مبلغ اسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی کچھوچھوی فرماتے ہیں،

"غور فرمائیے کہ فاضل بریلوی کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے از اول تا آخر مقلد رہے۔ ان کی ہر تحریر کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی صحیح

---

[1] ابو یحییٰ امام خان نوشہروی، تراجم علمائے حدیث ہند (سلیمانی اکیڈمی لاہور) ص ۴۷۶

[2] تصہیر السبر علویہ ص ۷

nazratnetwork.org

ترجمان رہی۔ نیز سلف صالحین وائمہ ومجتہدین کے ارشادات اور مسلک اسلاف کو واضح طور پر پیش کرتی رہی، اور زندگی کے کسی گوشے میں ایک پل کے لیے بھی مسبیل مومنین صالحین سے نہیں ہٹے۔

اب اگر ایسے کے ارشاداتِ عقائد اور توضیحات وتشریحات پر اعتماد کرنے والوں، انہیں سلف صالحین کی روش کے مطابق یقین کرنے والوں کو "بریلوی" کہہ دیا گیا تو کیا بریلویت وسنیت کو بالکل مترادف المعنی نہیں قرار دیا گیا؛ اور بریلویت کے وجود کا آغاز فاضل بریلوی کے وجود سے پہلے ہی تسلیم نہیں کر لیا گیا؟ [1]

خود مخالفین بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں:

"یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام کے لحاظ سے نئی ہے لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔" [2]

اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ بریلویت کا نام لے کر مخالفت کرنے والے دراصل ان ہی عقائد وافکار کو نشانہ بنا رہے ہیں جو زمانۂ قدیم سے اہل سنت وجماعت کے چلے آرہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہے کہ کھلے بندوں اہل سنت کے عقائد کو مشرکانہ اور غیر اسلامی قرار دے سکیں۔ باب عقائد میں آپ دیکھیں گے کہ جن عقائد کو بریلوی عقائد کہہ کر مشرکانہ قرار دیا گیا ہے، وہ قرآن وحدیث اور متقدمین علمائے اہل سنت سے ثابت اور منقول ہیں۔ کوئی ایک ایسا عقیدہ بھی تو نہیں پیش کیا جا سکا جو بریلویوں کی ایجاد ہو، اور متقدمین ائمۂ اہل سنت سے ثابت نہ ہو۔

امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی کے القاب میں سے ایک لقب بھی عالم اہل سنت

---

[1] سید محمد مدنی شیخ الاسلام، تقدیم دور حاضر میں بریلوی اہل سنت کا علامتی نشان، مکتبہ حبیبیہ لاہور، ص ۲

[2] ظہیر، البریلویۃ، ص ۷

hazratnetwork.org

تھا ——— اہل سنت وجماعت کی نمائندہ جماعت آل انڈیا سنی کانفرنس کا رکن بننے کے لیے سنی ہونا شرط تھا، اس کے فارم پر سنی کی یہ تعریف درج تھی ؎

"سنی وہ ہے جو ماانا علیہ واصحابی کا مصداق ہو سکتا ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو ائمہ دین، خلفاء اسلام، اور مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء دین سے شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی، حضرت ملک العلماء بحر العلوم صاحب فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی، حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی، حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری، اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلک پر ہو" [1]

خود مخالفین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ لوگ قدیم طریقوں پر کاربند رہے۔ مشہور مورخ سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہل حدیث کی طرف تھا لکھتے ہیں،

"تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے" [2]

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں،

"انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی" [3]

اہل حدیث کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں،

"امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو، سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے"

---

[1] محمد جلال الدین قادری، مولانا، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس (مکتبہ رضویہ لاہور) ص ۸۵-۸۶

[2] سلیمان ندوی، حیات شبلی ص ۴۶۰ (بحوالہ تقریب تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۲۲)

[3] محمد اکرام شیخ، موج کوثر، طبع ہفتم ۱۹۶۶ء ص ۴۰۰ (بحوالہ سابقہ)

azratnetwork.org

اسی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔[1]

یہ امر بھی سامنے رہے کہ غیر مقلدین براہ راست قرآن و حدیث سے استنباط کے قائل ہیں اور ائمہ مجتہدین کو استنادی درجہ دینے کے قائل نہیں ہیں۔ دیوبندی مکتب فکر رکھنے والے اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں، تاہم وہ بھی ہندوستان کی کسی مسلم شخصیت یہاں تک کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کو دیوبندیت کی ابتدا ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے دارالعلوم دیوبند کے استاذ التفسیر مولوی انظر شاہ کشمیری لکھتے ہیں،

"میرے نزدیک دیوبندیت خالص الٰہی فکر بھی نہیں اور نہ کسی خانوادہ کی نجی فکر دولت و متاع ہے، میرا یقین ہے کہ اکابر دیوبند جن کی ابتداء میرے خیال میں سیدنا الامام مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ اکبر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے۔ . . . . . دیوبندیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرتے کے بجائے مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں سے کرتا ہوں۔"[2]

پھر شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے دیوبند کا تعلق قائم نہ کرنے کا ان الفاظ میں اظہار کرتے ہیں،

"اول تو اس وجہ سے کہ شیخ مرحوم تک ہماری سند ہی نہیں پہنچتی۔ نیز حضرت شیخ عبدالحق کا فکر کلیۃً دیوبندیت سے بڑا بھی نہیں کہلاتا . . . . . سنا ہے

---

[1] خلد اللہ انور قاسمی، شمع توحید (مطبوعہ سرگودھا) ص ۴۰

[2] انظر شاہ کشمیری، استاذ دیوبند ماہنامہ البلاغ (مارچ ۱۹۶۹ء / ۱۳۸۸ھ) ص ۴۳

zratnetwork.org

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے تھے کہ شامی اور شیخ عبدالحق پر بعض مسائل میں بدعت وسنت کا فرق واضح نہیں ہوسکا" بس اسی اجمال میں ہزار تفصیلات ہیں جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب سمجھیں گے۔[1]

امام احمد رضا اور عالمی جامعات

امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد نصف صدی تک ان پر کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا، لیکن گزشتہ چند سال سے مرکزی مجلس رضا لاہور اور الجمع الاسلامی مبارک پور انڈیا نے دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق جو کام کیا ہے، عالمی سطح پر اس کے خوش گوار اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) میں حال ہی میں فاضل بریلوی کی فقاہت پر مولانا حسن رضا خاں نے کام کیا ہے جس پر انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی ہے۔ جبل پور یونیورسٹی (بھارت) سندھ یونیورسٹی (پاکستان) اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (پاکستان) میں بھی کام ہو رہا ہے۔

۱۹۷۵ء میں جامعہ ازہر مصر کے پروفیسر محی الدین الوائی (اہل حدیث) نے فاضل بریلوی پر عربی میں ایک مقالہ لکھا جو صوت الشرق قاہرہ میں شائع ہوا، کیلی فورنیا یونیورسٹی، امریکہ کے شعبۂ تاریخ کی فاضلہ ڈاکٹر باربرا مٹکاف نے فاضل بریلوی پر اپنے انگریزی مقالہ میں اظہارِ خیال کیا ہے، مگر انہوں نے گہرا مطالعہ نہیں کیا۔ ہالینڈ کی لیڈن یونیورسٹی شعبۂ اسلامیات کے پروفیسر جے ایم ایس بلیان بھی اس طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دیگر فتاویٰ کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔[2]

---

[1] انظر شاہ کشمیری، فٹ نوٹ ماہنامہ البلاغ (مارچ ۱۹۶۹ء/ ۱۳۸۸ھ) ص ۴۹

[2] محمود احمد، ڈاکٹر، حیاتِ امام اہل سنت (مرکزی مجلس رضا لاہور) ص ۶-۴۵

zratnetwork.org

البریلویۃ

امام احمد رضا بریلوی کی روز افزوں مقبولیت نے مخالفین کو تشویش اور اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے جس کے نتیجے میں بعض لوگ محض عناد کی بنا پر انصاف و دیانت کے تمام اصولوں کو پس پشت ڈال کر الزام کی حد سے گزر کر اتہام تک جا پہنچے ہیں۔ ایسی ہی کوشش بقلم خود علامہ احسان الٰہی ظہیر نے کی ہے اور عربی زبان میں البریلویۃ نامی کتاب لکھ کر سعودی ریال کھرے کئے ہیں۔ خدا جانے علماء نجد کی آنکھوں پر کونسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ وہ ہر اس کتاب کے دل و جان سے خریدار ہیں جس میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بدعتی قرار دیا گیا ہو۔

اس کتاب کی چند نمایاں خصوصیات یہ ہیں،

۱۔ پہلے باب میں کوئی بات بھی اس کے صحیح پس منظر میں بیان نہیں کی گئی۔ ہر جگہ دست تصرف نے خوبصورت کو بدصورت بنا کر پیش کیا ہے۔ ایک فاضل نقاد اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا،

"یہ کتاب تنقید کی بجائے تنقیص کی حد میں داخل ہو گئی ہے۔"

حافظ عبدالرحمٰن مدنی اہل حدیث لکھتے ہیں،

"یہ شکایت اس (ظہیر) کی کتابوں میں اردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اردو عبارت کچھ، جو اپنی عربی میں بھی گڑبڑ طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔"[1]

۲۔ دوسرے اور تیسرے باب میں وہی عقائد و معمولات مضحکہ خیز انداز میں بریلویوں کی طرف منسوب کیے ہیں، جن کے قائل اور عامل متقدمین اہل سنت و جماعت رہے، اور

---

[1] عبدالرحمٰن مدنی، حافظ، ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۳۰ اگست ۱۹۸۴ء، ص ۶

nazratnetwork.org

نجدی وہابی علماء ان کی مخالفت کرتے رہے ہیں، بلکہ ایسے عقائد کا بھی تمسخر اڑایا ہے جن کے خود اُن کے اپنے اکابر مثلاً علامہ ابن قیم، شوکانی، نواب صدیق حسن خاں، نواب وحید الزماں قائل ہیں، جیسا کہ آئندہ ابواب میں بیان کیا جائے گا۔

۳۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی عربی زبان پر جا بجا چوٹیں کی ہیں، جبکہ اپنی حالت یہ ہے کہ اُن کی عربی تحریر سمجھنے کی لیاقت بھی نہیں ہے اور اپنی عربی زبان کا عالم یہ ہے کہ عجمیت زدہ ہے۔

حافظ عبدالرحمٰن مدنی اہل حدیث لکھتے ہیں:

"یہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا، چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الٰہی کی عربی کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں جو چند صفحات کے سرسری مطالعہ سے سامنے آئی ہیں، گہری نظر سے پوری کتاب کا مطالعہ کیا جائے، تو طویل فہرست تیار کی جا سکتی ہے۔ البریلویۃ کے ص ۲۲ پر ایک درود شریف نقل کیا ہے جس میں امام احمد رضا بریلوی نے صنعت ایہام میں مشائخ سلسلہ قادریہ کے اسماء ذکر کیے ہیں۔ ظہیر صاحب اس عبارت کا مطلب ہی نہیں سمجھے جیسا کہ آئندہ صفحات میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

فانهم اعطوا للعصاة البغاة رسيد الجنة [1]

یہ احساس ہی نہ ہوا کہ "رسید" لفظ عربی نہیں، فارسی ہے۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

---

[1] عبدالرحمٰن مدنی، حافظ، ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۳۰ اگست ۱۹۸۴ء، ص ۶

[2] ظہیر، البریلویۃ ص ۱۳۵

atnetwork.org

بل اصدروا فرماناً[1]

انہیں کون سمجھائے کہ فرمان لفظ عربی نہیں ہے، فارسی ہے۔ ذیل میں اغلاط کی مختصر فہرست ملاحظہ ہو:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵	۱۲	ان اخلص المحبتین قلوہ	قلاہ
〃	۱۷	انفصلت السبریلویۃ	عن البریلویۃ
۱۸	۱۰	مع الشابت	مع ان الثابت
۲۰	۱۱	عبدالحق خیرآبادی	الخیرآبادی
〃	۱۷	من ابنہ الی الحسین	من ابن ابنہ
۲۱	۱۵	لعرتکن راجحۃ بین السنۃ	بین اھل السنۃ
۲۱	۲۰	یروجھا بین السنۃ	بین اھل السنۃ
۲۲	۱۴	کتب فیما لآل البیت	لاھل البیت
۲۴	۴	کفر السنۃ	اھل السنۃ
۲۵	۳	حلی	حلیًا
〃	۲۱	ولافلسا	فلسا
۲۷	۱۴	ای یصفہ بھا	ان یصفہ بھا
۲۸	۱۷	ان القوم	الی ان القوم
〃	۲۱	المواضیع	المواضع
۲۹	۱۲	ھٰذہ الکتب	تلک الکتب
〃	۰	الی البریلویۃ	الی البریلوی

---

[1] تحریر: السبریلویۃ ص ۲۷

hazratnetwork.org

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴	۱۶	الحجم الصفیر	القطع الصغیر
〃	۱۸	یشتمل علی ۲۶۴ صفحۃ	۸۶۴ صفحۃ
۳۷	۱۶	اصدروا فرمانا	حکما (فرمان لغۃ فارسیۃ)
۳۹	۱۲	نظرۃ تقدیر واحترام	نظرۃ تعظیم واحترام
۴۰	۱	اعتزلت البریلوی	امتزل البریلوی
〃	۱۵	غضبوها	فضبوها
〃	۱۸	استرقاق	استرقاق
〃	۲۲	فی صالح المستعمرین	فی مصالحۃ المستعمرین
۴۱	۲۰	استخلاص	استخلاص
۴۲	۴	والا المقصود الاصلی	والافالمقصود الاصلی
〃	۲۱	مناصرۃ للاستمار	للاستعمار
۴۴	۱۰	الاستعمرا	الاستعمار
۵۲	۱۶	ستمبر	سبتمبر
۵۳	۱۲	من ابن البریلوی احمد رضا	حامد رضا
۵۵	۱۸	بعد ما کنت مرفوضۃ	کانت
۶۷	۷	فلینصف القراۃ	القراء
〃	۸	ومن جاء	الی من جاء
〃	۱۷	کبیب النمل	کدبیب النمل
۷۸	۷	فیکتبت	فیکتب
۷۶	۲	الذی بینهما	التی بینهما

nzratnetwork.org

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۰	۲۱	ولم یبقی	ولم یبق
۱۱۱	۸	ولکن تعمی	ولکن تعمی
۱۱۷	۳	رد المحتار	رد المحتار
۷	۷	دار المختار	الدر المختار
۱۳۵	۸	سید الجنۃ	سید بمعنی لفظ
۱۳۸	۱۹	ان یبوس	بمعنی بوسہ ماخوذ
۲۰۵	۳	ترک التکایا	حکم کی جمع بمعنی لفظ

۴- بریلویت کی آڑ میں دنیا بھر کے عامۃ المسلمین اور اہل سنت وجماعت کو مشرک قرار دیا گیا ہے۔ تصریح ملاحظہ ہو،

● ابتداء میرا گمان تھا کہ یہ فرقہ پاک وہند سے باہر موجود نہیں ہوگا، مگر یہ گمان زیادہ دیر قائم نہیں رہا۔ میں نے یہی عقائد مشرق کے آخری سرے سے مغرب کے آخری سرے تک اور افریقہ سے ایشیا تک اسلامی ممالک میں دیکھے (ملفظاً) [1]

اب ذرا دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف پلغار کے چند نمونے بھی دیکھتے چلیں،

● سال کے مخصوص دنوں میں ان لوگوں کی قبروں پر حاضر ہونا جنہیں وہ اولیاء وصالحین گمان کرتے ہیں، عرسوں کا قائم کرنا، عید میلاد وغیرہ مشرکات جو ہندوؤں، مجوسیوں اور بت پرستوں سے مسلمانوں نے حاصل کئے ہیں" (ترجمہ وتلخیص)

● ان کے عقائد کا اسلام سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ بعینہٖ وہی عقائد ہیں جو جزیرۃ عرب کے مشرک اور بت پرست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] نظیر: البریلویۃ ص ۱۰
ایضاً: " ص ۲۰۸

azratnetwork.org

کی بعثت سے پہلے رکھتے تھے، بلکہ دورِ جاہلیت کے لوگ بھی شرک میں اس قدر غرق نہ تھے، جس قدر یہ ہیں۔" [1]

● "بریلویوں کے امتیازی عقائد وہ ہیں جو دین کے نام پر بت پرستوں، عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں۔" [2]

● "کفارِ مکہ، جزیرۂ عرب کے مشرکین اور دورِ جاہلیت کے بت پرست بھی ان سے زیادہ فاسد اور ردّی عقیدہ والے نہیں تھے۔" [3]

یہ وہ کیفِ باطن ہے جو کتاب کے مختلف صفحات پر بکھرا ہوا ہے۔ اگر یہی وہابیت ہے اور یقیناً یہی ہے، تو علماءِ حق نے وہابیوں کے خلاف جو فتوے دیئے تھے، بالکل صحیح دیئے تھے۔ جو فرقہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشرک اور جہنمی قرار دے، وہ خود ان خلعتوں کا مستحق ہے۔

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر

طرفہ یہ کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے دیتے خود اپنے مشرک ہونے کا فیصلہ بھی دے گئے ہیں۔ اتحاد کی دعوت دینے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں جانتا ہوں کہ وحدت و اتحاد اور اسلامی فرقوں کو قریب کرنے کے اعمق اور بیوقوف داعیوں کی پیشانیوں پر بل پڑ جائیں گے، لیکن میں کئی دفعہ یہ کہہ چکا ہوں کہ عقائد و افکار کے اتحاد و اتفاق کے بغیر، اتحاد و اتفاق نہیں ہو سکتا، کیونکہ اتحاد کا مطلب ہی یہ ہے کہ بنیادی امور میں اتفاق ہو۔" (ترجمہ و تلخیص)

---

[1] تفہیمات — البریلویہ — ص ۹
[2] ایضاً — " — ص ۵۵
[3] ایضاً — " — ص ۶۵
[4] ایضاً — " — ص ۱۱

nazratnetwork.org

دوسری طرف اہل سنت وجماعت (بریلوی) کی نمائندہ سیاسی جماعت جمعیت العلماء پاکستان کے ساتھ نظیر صاحب کی جماعت کا اتحاد ہو چکا ہے جو سرِ جماعتی اتحاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے[1] اور وہ خود تصریح کر رہے ہیں کہ بنیادی امور میں اتحاد کے بغیر اتحاد نہیں ہو سکتا تو جس کا مشرکوں کے ساتھ بنیادی امور میں اتحاد ہو گا وہ مشرک نہیں ہو گا تو کیا ہو گا؟

۵۔ خاص طور پر امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں تو وہ غلط بیانی کی ہے کہ حیرت ہوتی ہے:

"وہ شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں[2] انہوں نے سنیت کا نقاب اوڑھ رکھا تھا[3] وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی کے شاگرد تھے[4] انگریز نے مسلمانوں میں تفریق کے لیے ایک تو قادیانی کو مقرر کیا اور دوسرا بریلوی کو[5] وغیرہ وغیرہ"

غرض یہ کہ،

شرم نبی، خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

۶۔ غلط بیانی ان کا شیوہ ہے اور اس پر انہیں فخر ہے۔ ایک مثال دیکھیے تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں ہاتھ اٹھانے اور نہ اٹھانے کے بارے میں مختلف احادیث وارد ہیں، شافعیہ نے امام شافعی کی پیروی میں احادیث کی پہلی قسم پر عمل کیا اور احناف نے امام ابوحنیفہ کی پیروی میں احادیث کی دوسری قسم پر عمل کیا۔ کوئی فریق بھی دوسرے فریق کو شرک یا مخالفت رسول کا الزام نہیں دے سکتا، کیونکہ ہر فریق کا عمل احادیث مبارکہ پر ہے؛

شاہ اسمٰعیل دہلوی امام معین کی تقلید پر رد کرتے ہوئے تنویر العینین میں لکھتے ہیں،

---

[1] عبدالرحمن مدنی، حافظ، ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، ۳ اگست ۱۹۸۴ء، ص ۷

[2] نظیر، البریلویۃ ص ۲۱

[3] ایضاً، " ص ۲۴

[4] ایضاً، " ص ۱۹

[5] ایضاً، " ص ۲۸

azratnetwork.org

"شخص معین کی تقلید سے چپٹے رہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، جبکہ امام کے قول کے خلاف صریح دلالت کرنے والی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول احادیث موجود ہوں۔ اگر امام کے قول کو ترک نہ کرے، تو اس میں شرک کا شائبہ ہوگا۔"

اس پر امام احمد رضا بریلوی نے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سب امام معین (امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مقلد تھے، اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کے مسلم پیشوا، اب دو ہی صورتیں ہیں:

(۱) یا تو یہ تمام بزرگ، امام معین کی تقلید کے سبب مشرک ہوں (معاذ اللہ) اور جب امام و مقتدا مشرک ہو تو مقتدی اور مداح بطریق اولیٰ مشرک ہوگا۔

(۲) یہ بزرگ، مقلد ہوتے ہوئے بھی مومن، مسلمان تھے اور اسمٰعیل دہلوی البتہ گمراہ، بددین، مسلمانوں کو کافر کہنے والا تھا۔

بہر صورت اس کا اپنا حکم ظاہر ہو گیا (ملخصاً)[1]

یہ بہت ہی معقول گرفت تھی، جسے نظیر نے سن مانی کرتے ہوئے من گھڑت انداز میں پیش کیا ہے، اس نے لکھا ہے:

"یعنی دہلوی اس لیے کافر ہے کہ اس کے نزدیک تقلید شخصی جائز نہیں ہے جبکہ امام کے قول کے خلاف پر دلالت کرنے والی احادیث کی طرف رجوع کیا جا سکے اور اس کے نزدیک کسی بھی شخص کے قول کے مقابل سنت کا ترک کرنا جائز نہیں ہے، تو یہ بریلوی کی نظر میں کفر ہے اور اگر یہ کفر ہے تو ہم نہیں جانتے کہ اسلام کیا ہے"[2]

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، الکوکبۃ الشہابیۃ (مطبوعہ سراد آباد) ص ۱-۵۰

[2] نظیر، البریلویۃ ص ۷-۱۲۶

ratnetwork.org

امام احمد رضا بریلوی نے قطعاً یہ نہیں فرمایا جو ان کے ذمہ لگایا جا رہا ہے۔ انہوں نے تو یہ فرمایا ہے کہ ائمہ کرام کے مقلدین عامۃ المسلمین کو مشرک کہنے والا خود بھی مشرک یا گمراہ ہونے سے بچا نہیں سکتا، کیونکہ اس کا فتویٰ اگر صحیح ہے تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور دیگر مسلم حضرات کا مشرک ہونا لازم آئے گا اور جب امام مشرک ہو تو مقتدی اور مداح بھی اسی خانے میں جائے گا، اور اگر فتویٰ غلط ہے تو خود اس کا گمراہ ہونا ثابت ہو گیا۔

پھر یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ائمہ دین مجتہدین نے جو احکام بیان کیے ہیں، وہ ان کے خود ساختہ نہیں ہیں، بلکہ ماثور اور کتاب و سنت میں بیان کیے گئے ہیں یا قیاس صحیح کے ساتھ کتاب و سنت سے مستنبط ہیں، لہٰذا غیر مقلدین کا یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ ہم کتاب و سنت کی پیروی کرتے ہیں اور مقلدین ائمہ کی پیروی کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مقلدین کتاب و سنت کے ان احکام پر عمل پیرا ہیں جو ائمہ مجتہدین نے بیان کیے ہیں اور غیر مقلدین براہ راست استنباط احکام کے مدعی ہیں۔ گویا یہ لوگ اپنے فہم پر اعتماد کرتے ہیں اور مجتہدین کے فہم پر اعتماد نہیں کرتے جن پر مسلمانوں کی غالب اکثریت نے اعتماد کیا ہے اور جن کے علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔

۷۔ اہل سنت پر بریلویت کی آڑ میں رد کرنے کے لیے ان امور پر بھی طعن کیا ہے جو صراحۃً کتب احادیث یا کتب سلف میں وارد ہیں۔

● ایک جگہ بطور اعتراض لکھا ہے:

"ایک بریلوی کہتا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، چلتے پھرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔" [1]

حالانکہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] ظہیر، البریلویۃ، ص ۸۰

zratnetwork.org

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیّ یرزق رواہ ابن ماجۃ [1]

"اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کا کھانا حرام فرمایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے، اسے رزق دیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے کتاب الجنائز کے آخر میں روایت کیا۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ [2]

"شب معراج کثیب احمر (سرخ ٹیلے) کے پاس میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔"

● ایک دوسرا بریلوی کہتا ہے:

"جب واقعہ حرہ میں لوگ مدینہ سے تین دن کے لیے چلے گئے اور مسجد نبوی میں کوئی بھی داخل نہ ہوا، تو پانچوں وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اذان سنی جاتی تھی۔" [3]

جبکہ امام ابو محمد عبد الرحمٰن دارمی راوی ہیں کہ سعید بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ واقعہ حرہ کے دنوں میں تین دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں نہ تو اذان کہی گئی اور نہ تکبیر، حضرت سعید بن مسیب (جو تابعین میں سے ہیں) مسجد میں ہی رہے۔

---

[1] ولی الدین، شیخ خطیب، مشکوٰۃ شریف (نور محمد، کراچی) ص ۱۲۱

[2] مسلم بن الحجاج القشیری، امام، مسلم شریف (رشیدیہ، دہلی) ج ۲ ص ۲۶۸

[3] غیر، البریلویۃ ص ۸۱

zratnetwork.org

وکان لا یعرف وقت الصلوٰۃ الا بھمھمۃ یسمعھا من قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ [1]

"انہیں نماز کا وقت صرف اُس دھیمی آواز سے معلوم ہوتا تھا جو انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مبارکہ سے سُنائی دیتی تھی۔"

• ایک اور بریلوی کہتا ہے

"جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حجرۂ شریف کے سامنے رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور لوگوں نے سنا کہ حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔" [2]

حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کا تذکرہ امام فخر الدین رازی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

فاما ابوبکر فمن کراماتہ انہ لما حملت جنازتہ الی باب قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقوی السلام علیک یا رسول اللہ ھذا ابوبکر بالباب قد افتتح واذا بھاتف یھتف من القبر

ادخلوا الحبیب الی الحبیب [3]

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ کا جنازہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مبارکہ کے دروازہ پر حاضر کیا گیا اور عرض کیا گیا السلام علیک یا رسول اللہ! یہ ابوبکر دروازے پر حاضر ہیں تو دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے یہ آواز آئی کہ حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔"

---

[1] عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی امام، سنن الدارمی (دار المحاسن قاہرہ، البرلویۃ) ج ۱، ص ۴۳، ص ۸۱

[2] ظہیر،

[3] امام رازی، تفسیر کبیر (عبدالرحمٰن محمد، مصر) ج ۲۱، ص ۸۷

azratnetwork.org

اب کوئی شخص یہ پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیسے اہل حدیث ہیں اور کیسے سلفی ہیں جو حدیثوں اور ارشاداتِ سلف کو ہی نہیں مانتے۔

۸۔ اہل سنت کو بدنام کرنے کے لیے بے دریغ غلط باتیں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں، مثلاً:

● "بریلویوں نے اللہ تعالیٰ کو معطل اور اختیار، قدرت اور اقتدار سے معزول قرار دے رکھا ہے اور ان کے گمان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کا ملک اور اختیارات انبیاء و اولیاء کی طرف منتقل ہو چکے ہیں۔"[1] (ملخصاً)

یہ افترا محض ہے یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ یہ بیان اس مفروضہ باطلہ پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو قدرت و اختیار دے دے تو معاذ اللہ اس کے پاس قدرت رہتی ہے نہ اختیار۔

● "رسول اللہ پر ایک لحظہ کے لیے بھی موت طاری نہیں ہوئی"[2]

یہ بھی افترا ہے، خود اسی صفحہ پر اہل سنت کا یہ عقیدہ نقل کیا ہے:

ان حیاۃ الانبیاء حیاۃ حقیقیۃ حسیۃ دنیویۃ یطرأ علیھم الموت ثانیۃ من الثوانی لیصدق وعد اللہ[3]

"انبیاء کی حیات، حقیقی، حسی، دنیاوی ہے، ان پر ایک لحظہ کے لیے موت طاری ہوتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہو جائے۔"

● "بریلویوں نے انبیاء اور رسل کی بشریت کا انکار کیا ہے"[4]

---

[1] ظہیر، البریلویۃ، ص ۷۵

[2] ایضاً، ص ۸۰

[3] ایضاً، ص ۸۰ سطر ۱

[4] ایضاً، ص ۱۰۲

hazratnetwork.org

یہ بھی غلط محض ہے، امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

"جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے۔" [1]

یہ چند مثالیں ہیں، ورنہ اس قسم کی غلط بیانیاں اس کتاب میں کثرت سے ہیں۔

۹۔ مصنف کا دعویٰ یہ ہے:

"ہم نے بریلویوں کا جو عقیدہ بھی ذکر کیا ہے، وہ ان کی معتبر اور معتمد کتابوں سے صفحہ اور جلد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔" [2]

اور حال یہ ہے کہ تمہاب اہل سنت، نفحۃ الروح، باغ فردوس، اور مدائح اعلیٰ حضرت وغیرہ قسم کی کتابوں کے جا بجا حوالے دیئے گئے ہیں، یہ کہاں کی مستند اور معتبر کتابیں ہیں؟

۱۰۔ پانچویں باب میں مختلف حکایتیں بیان کر کے یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ اہل سنت کے عقائد کا دارومدار ان حکایات پر ہے، حالانکہ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ حکایات کسی عقیدے کی عکاسی تو کر سکتی ہیں مگر حقانیت کے لیے بنیاد نہیں بن سکتیں۔

البتہ کوئی صاحب کرامات کا تذکرہ پڑھنا چاہے تو وہ عبدالمجید خادم سوہدروی کی تالیف کرامات اہل حدیث کا مطالعہ کرے۔ اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ سے اس کا عکس چھپ چکا ہے یا پھر سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ، گوجرانوالہ کا مطالعہ کرے، جو ان کے صاحبزادے عبدالقادر نے لکھی ہے اور وہ حال ہی میں دوبارہ شائع ہوئی ہے۔

یاد رہے کہ یہ مولانا غلام رسول اہل حدیث کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے۔ [3]

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، فتاویٰ رضویہ، (بمبئی، کانپور، انڈیا) ج ۶، ص ۶۷

[2] نظیر، البریلویۃ ص ۱۱۲

[3] عبدالقادر، سوانح حیات مولانا غلام رسول (فضل بکڈپو گوجرانوالہ) ص ۳۹

atnetwork.org

ایک کرامت سن لیجیے۔ قلعہ میاں سنگھ کا ایک چوکیدار گلاب نامی موضع مراسیوالہ میں چوکیدار مقرر ہوا اور وہاں کی ایک بیوہ عورت پر فریفتہ ہوگیا۔ مراسیوالہ کے لوگوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے چوکیدار کو نکال دیا۔ وہ روزانہ مولوی صاحب کے پاس جاتا اور کہتا کہ حضرت میں مرچکا ہوں کوئی تدبیر کریں۔ ایک دن مولوی صاحب نے اپنے خادم بڈھا کشمیری کو کہا کہ اس سے قسم لے لو کہ نکاح کے بغیر اُسے نہیں چھوئے گا۔ اُس نے قسم اُٹھالی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ عشاء کے بعد اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہوکر مراسیوالہ کی طرف منہ کرکے تین دفعہ کہنا آجا۔ آجا۔ آجا۔ پھر مجھے بتانا۔ باقی حصہ عبدالقادر صاحب کے الفاظ میں سنیے:

"تیسرے روز عصر کے قریب عورت مذکورہ گلاب کے گھر آگئی اور کہنے لگی کہ پرسوں عشاء سے لے کر اب تک میرے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی تمہارے گھر میں داخل ہوتے ہی آرام ہوگیا۔ گلاب اس عورت کو پکڑ کر اندر لے گیا اور متواتر تین روز اندر ہی رہا۔

تیسرے روز تیلوار کے وقت مولوی صاحب نے بڈھا کشمیری کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ اور اُس موذی کو پکڑ لاؤ، وہ اس وقت زنا کر رہا ہے۔ بڈھا گیا اور گلاب کو فوراً پکڑ لایا۔ مولوی صاحب نے کہا جا میری آنکھوں کے سامنے سے دُور ہو جا۔ وہ لوٹ کر گھر گیا، وہ عورت جیسے آئی تھی، ویسے ہی خفا ہوکر چلی گئی۔"[1]

دیکھا آپ نے قدرت و اختیار کا مظاہرہ کہ وہ عورت کس طرح کھنچی ہوئی چلی آئی اور یہ علم غیب کہ گلاب اس وقت فعل بد میں مصروف ہے۔ شاید اس کرامت پر اس لیے اعتراض نہ ہو کہ یہ ایک اہل حدیث مولوی کی کرامت ہے لیکن کوئی شخص یہ بھی تو پوچھ سکتا ہے کہ اتنی قدرت اور اتنا علم غیب رکھنے کے باوجود گلاب کو اتنی چھٹی کیوں دے رکھی کہ وہ اس عورت کے ساتھ تین دن تک اندر ہی رہا اور اپنی حسرتیں نکالتا رہا کیونکہ یہ کہنے کی تو گنجائش نہیں ہے کہ یہ فعل بد تیسرے دن ہی ہوا ہوگا۔

---

[1] عبدالقادر، سوانح حیات مولانا غلام رسول ص ۱۰۰-۹۹

atnetwork.org

کچھ اس تالیف کے بارے میں

پیشِ نظر کتاب کے پہلے باب میں آپ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے حالاتِ زندگی، مذہبی اور سیاسی خدمات کا مطالعہ کریں گے۔ نیز اہل علم و نظر دانشوروں کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں گے جو انہوں نے امام اہل سنت احمد رضا خاں بریلوی کے بارے میں بیان کیے۔ اس کے علاوہ البریلویۃ، وھابیہ، بریلوی مذہب وغیرہ قسم کی کتابوں میں جو اتہامات اور مطاعن امام احمد رضا خاں بریلوی پر قائم کیے گئے ہیں، ان کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ تعصب کا چشمہ لگائے بغیر حقائق کا مطالعہ کرنے سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس میں تسکین کا بہت کچھ سامان پائیں گے اور جو تاریخ کو عقیدے کی نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں، اُن کے لیے یہ کوشش بے سود ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قادر و کریم ہے چاہے تو انہیں بھی فائدہ عطا فرمادے۔

دوسرے باب "تذکرۂ علمائے اہل حدیث" میں آئینہ حقائق سامنے رکھا گیا ہے کہ اس طبقہ نے انگریزی حکومت کے ساتھ کس طرح کے روابط، عقیدت و محبت قائم کر رکھے تھے اور کن مراحل سے گزر کر ترقی کی منزلیں طے کیں۔ اس باب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ پولیٹیکل ذہن رکھنے والے کس طرح زندگی گزارتے ہیں اور یہ کہ اگر فرقہ برابر انصاف ہو تو یہ الزام زبان پر بھی نہ لائیں کہ انگریز گورنمنٹ کے ساتھ علمائے اہل سنت کا کوئی تعلق بھی تھا۔

آئندہ ابواب میں اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر گفتگو کی جائے گی انشاء اللہ

ہدیۂ سپاس

سلسلۂ گفتگو اس وقت تک ادھورا رہے گا، جب تک اس تالیف میں علمی اور اخلاقی امداد کرنے والوں کا شکریہ ادا نہ کروں، خصوصاً اراکین مرکزی مجلس رضا لاہور جن کی مساعی سے یہ

zratnetwork.org

کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے۔

۱۔ حکیم اہلِ سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ٹھٹھہ، سندھ

۳۔ مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی، لاہور

۴۔ استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد گولڑوی، کراچی

۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی، لاہور

۶۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی لاہور

۷۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی، لاہور
۸۔ محمد عالم مختار حق، لاہور
۹۔ حکیم اسد نقامی، جہانیاں
۱۰۔ جناب خلیل احمد، جہانیاں

ان حضرات کے ذاتی کتاب خانوں سے راقم نے استفادہ کیا۔

۱۱۔ میاں زبیر احمد قادری، لاہور

۱۲۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری، مریدکے

۱۳۔ مولانا محمد شفیع رضوی، لاہور

۱۴۔ مولانا اظہار اللہ ہزاروی، لاہور

۱۵۔ مولانا حافظ عبدالستار قادری، لاہور ۱۶۔ حکیم محمد سلیم چشتی، فیصل آباد

۱۷۔ جناب سید ریاست علی قادری، کراچی ۱۸۔ جناب خواجہ محمود، لاہور

مولائے کریم اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے ان حضرات کو کامیابی کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۸ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ
یکم جنوری ۱۹۸۵ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

atnetwork.org

شیخ عطیہ محمد سالم کے نام

مسلمان کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اُس کے قول و فعل میں مطابقت پائی جاتی ہے۔ یہی کتاب و سنت کی تعلیم ہے اور یہی عقلِ سلیم کا تقاضا ہے۔ اس کے برعکس آج کل یہ فیشن بن چکا ہے کہ الفاظ کی دُنیا میں اتحاد اور یک جہتی کی تلقین کی جاتی ہے اور جیسے ہی کسی مخالف کا ذکر آیا، ہر قسم کی احتیاط بالائے طاق رکھ کر شدید سے شدید تر فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے۔ ایسا فتویٰ اگر تحقیق اور دیانت پر مبنی ہو تو بے شک قابلِ قبول ہوگا لیکن اگر محض جانبداری، ظن و تخمین اور سُنی سُنائی باتوں پر مشتمل ہو تو وہ ہرگز لائقِ قبول نہ ہوگا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کفیٰ بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع [1]

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سُنی سنائی بات بیان کر دے۔"

شیخ عطیہ محمد سالم نجدی نے البرہانیہ کی تقدیم میں بڑی خوبصورت خواہش کا اظہار کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

وفی ھذا الوقت الذی نحن احوج ما نکون الی وحدۃ الکلمۃ و توحید الصف [2]

---

[1] مسلم بن الحجاج قشیری، امام، مسلم شریف، عربی (نور محمد کراچی) ج ۱، ص ۸

[2] ظہیر، البرہانیہ (تقدیم) ص ۵

zratnetwork.org

"اس وقت کی شدید ترین ضرورت یہ ہے کہ ہمارے درمیان اتحاد پایا جائے اور ہماری صفیں وحدت کی لڑی میں پروئی ہوئی ہوں۔"

اس حسین آرزو کے باوجود چھ صفحے کی تقدیم میں سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کے بارے میں جو تبصرہ کیا ہے، وہ اس آرزو کے یکسر منافی اور قول وفعل کے تضاد کی واضح مثال ہے۔

مصنف کو اعتراف ہے کہ دنیا کے ہر خطے میں پائے جانے والے تمام قادری، سہروردی، نقشبندی، چشتی، رفاعی، وہی عقائد وتعلیمات رکھتے ہیں، جو بریلویوں کے ہیں[1] اور تقدیم نگار بریلویوں کو کافر مشرک قادیانیوں کے بھائی، انگریز کے خادم اور نہ جانے کیا کیا کہہ رہے ہیں[2] یہ مقام حیرت ہے کہ وحدت واتحاد کو ایک ضرورت قرار دینے والا دنیا بھر کے عامۃ المسلمین کو کس بے دردی سے کافر مشرک قرار دے رہا ہے۔

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ ایسا سنگین فیصلہ صادر کرتے وقت کسی تحقیق وجستجو کی ضرورت محسوس نہیں کی، بلکہ ایک مخالف کے بیان پر آنکھیں بند کرکے بے دھڑک فیصلہ دے دیا ہے انہیں خود اعتراف ہے:

اگر فاضل مصنف کا اس گروہ کے ساتھ میل جول اور ہمیں ان کی علمی دیانت پر اعتماد نہ ہوتا تو ہم تصور بھی نہیں کرسکتے تھے کہ ایسا فرقہ موجود ہوگا۔[3]

علمی دنیا میں ایسی تحقیقات کا کیا مقام ومرتبہ ہوگا کہ ایک شخص اپنے گھر سے باہر جھانکنے کی زحمت بھی گوارا نہ کرے، ارباب علم ودانش پر مخفی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا[4]

---

[1] تقدیم (مقدمہ) البریلویۃ ص ۷
[2] ایضاً تقدیم ص ۴-۲
[3] ایضاً ص ۱
[4] القرآن الحجرات ۴۹ آیت ۶

zratnetwork.org

"اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تم تحقیق کرو۔"

شیخ عطیہ محمد سالم نے چونکہ تحقیق کی زحمت گوارا نہیں کی اور ہو سکتا ہے کہ وہ تحقیق کرنا ہی نہ چاہتے ہوں۔ ذیل میں ہم اُن کے فاضل مصنف کے بارے میں ایک اہل حدیث فاضل کے تاثرات بلا تبصرہ پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو جائے کہ شیخ عطیہ محمد سالم کی تحریر قطعاً غیر تحقیقی ہے۔

ظہیر حافظ عبدالرحمٰن مدنی کی نظر میں

میاں فضل حق صاحب اہل حدیث پاکستان کے راہنما اور سنجیدہ شخصیت کے مالک ہیں، ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور ان کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ اس پرچے کا شمارہ ۱۲ اگست ۱۹۸۴ء ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں صفحہ پانچ سے سات تک حافظ عبدالرحمٰن مدنی، فاضل مدینہ یونیورسٹی کا ایک مضمون ہے، جس کا عنوان ہے:

"احسان الٰہی ظہیر کے لیے چیلنج مباہلہ"

ذیل میں اس مضمون کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

- حقیقت یہ ہے کہ دنیا اس شخص کی محبت میں نہیں، بلکہ اس کے شر سے بچنے کے لیے اسے سلام کرنے کی روادار ہے، چنانچہ اُس کے چھوٹے بڑے کا یہ عالم ہے کہ بات بات پر لوگوں کو گالیاں دیتا ہے۔
- الحمدللہ! مجھے اس شخص کی طرح کسی احساس کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں کہ اپنی تعریف میں خود ہی مضمون لکھ کر دوسروں کے نام سے یا دوسروں سے مضامین اور کتابیں لکھوا کر اپنے نام سے شائع کروں، اس سلسلہ میں میں کسی غیر کی گواہی کا محتاج بھی نہیں، بلکہ میرے گواہ، میرے اپنے شاگرد ہیں، جو خود احسان الٰہی ظہیر کے لیے عربی، اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر احسان الٰہی ظہیر اُن کا نام دیئے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔

tnetwork.org

● کیا دنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو، اُس کی مستقل کتابیں انگریزی زبان میں اُس کے نام سے شائع ہوں۔

● جہاں تک عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے، ورنہ اُس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا، چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الٰہی ظہیر کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔

● یہ شکایت اس کی کتابوں میں اُردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اُردو عبارت کچھ ہوتی ہے اور عربی عبارت کچھ، جو یونہی عربی میں من گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔

● مسجد چینیانوالی اور احسان الٰہی ظہیر کے سابق اہل محلہ، ان دنوں کو نہیں بھولے جب یہ شخص چھوٹے بچوں کو چند ٹکے بلکہ بسا اوقات روپے دے کر سیکھایا کرتا تھا کہ مجھے علامہ کہا کرو اور اب بھی اس شخص نے اپنی ذات سے دوستی یا دشمنی کا یہی معیار قرار دے رکھا ہے کہ کون اُن کے نام سے پہلے "علامہ" لگاتا ہے اور کون نہیں۔

● ان خود ساختہ علامہ صاحب کے کوئی سرپرستوں کو تو ہم نے مباہلہ کا چیلنج پہلے سے دے رکھا ہے۔ اب ہم ان کے پیش کردہ نہ صرف جملہ نکات پر ان کا مباہلہ کا چیلنج قبول کرتے ہیں، بلکہ ان نکات میں ان حضرات کے بے نام زمانہ کردار کا اضافہ کر کے اس کو بھی شامل مباہلہ کرتے ہیں،

یعنی:

۱۔ کیا فدا الفقار علی بھٹو کے خلاف قومی اتحاد کی تحریک میں اس شخص نے قومی اتحاد کی جاسوسی کے عوض بھٹو حکومت سے لاکھوں روپے بطور رشوت

tnetwork.org

یا برائے نام قیمت پر پلاٹ اور کاروں کے پرمٹ حاصل نہ کیے تھے؟

(۲) یورپ کے نائٹ کلبوں میں پاکستان کے یہ علامہ صاحب بین القوسین بحیثیت "ترجمان الحدیث" کیا گل کھلاتے رہے ہیں؟

(۳) اس شخص کے وہ رازہائے درون پردہ جو اس کی جلوتوں اور خلوتوں کے امین ساتھیوں کی شہادتوں سے منظر عام پر آنے کے بعد اس کی سعادت حاصل کرتے ہیں، کیا یہ اُن کی صداقت کے خلاف مباہلہ کر سکتا ہے۔

(۴) اپنے گھر میں جوان لڑکیوں کے قصوں کے بارے میں مباہلہ کی جرأت پاتا ہے؟

(۵) حکومتِ عراق سے لاکھوں روپے آپ نے کس کارِ خیر کے سلسلہ میں وصول فرمائے تھے؟

(۶) حکومتِ سعودیہ کو ورغلانے کے لیے موجودہ حکومتِ پاکستان کی شیعہ حمایت کے بے بنیاد قصوں کے محاسبہ اور دونوں حکومتوں کے درمیان جاسوسی کے متضاد کردار کو بھی شاملِ مباہلہ فرمالیجئے۔

(۷) شاہی مسجد لاہور کے حالیہ واقعہ یا رسول اللہ کانفرنس کے سلسلہ میں حکومتِ پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کے لیے حکومتِ سعودیہ کو رپورٹیں دینے اور کوئٹہ وفد سے طویل مجلس کو بھی عنوان مباہلہ کا شرف عنایت کیجئے۔

۸۔ "البریلویۃ" کے نام سے عرب ممالک میں ایک عربی کتاب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت، لیکن انہی دنوں میں پاکستان کے بریلویوں سے اتحاد، جسے اخبارات نے "جماعتی اتحاد" کا نام دیا۔

اسی طرح "الشیعہ والسنۃ" لکھنے کے باوجود شیعہ ملک کے لیے عرب ممالک کے دورے کے لیے کوششیں کرنے، نیز حکومت کے ایک اعلیٰ

zratnetwork.org

عہدیدار کی والدہ کی وفات کی رسم قُل میں شرکت، لیکن سٹیجوں پر اس رسم کو بدعت قرار دینے کو بھی موضوعِ مباہلہ بنا لیجئے۔

(۹) ریس کورس کے لیے گھوڑوں پر شرطیں بدنے اور اس خلافِ اسلام کاروبار میں شرکت پر بھی مباہلہ کے سلسلہ میں نظرِ کرم ہو جائے۔

(۱۰) کوریتی وفد کی اعلیٰ حیثیت اور ان کی طرف سے کروڑوں روپے کے تعاون کے اعلانات کے پسِ پردہ حالیہ حکومتِ پاکستان کے خلاف، اسلام دشمن سیاسی تنظیموں کی سرپرستی اور ایم۔ آر۔ ڈی کو تقویت بھی مباہلہ میں شرکت کی اجازت چاہتی ہے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا الزامات، جناب علامہ (احسان الٰہی ظہیر) صاحب کے خلاف سماجی اور سیاسی حلقوں میں مشہور ہیں۔ ان میں سے بعض رسائل و جرائد میں چھپ بھی چکے ہیں، لیکن حقیقت حال کی وضاحت نہ کی گئی اور ایک پیچ میں ہزار بلائیں ٹال دی گئیں۔

علاوہ ازیں ان جملہ خصمات کے ثبوت کے عینی شاہدین حضرت کے منہ پر یہ باتیں بیان کرنے کی خواہش رکھتے تھے، لیکن چونکہ بات مباہلہ تک پہنچ چکی ہے، اس لیے مباہلہ میں مولویت کے لبادے میں اس فتنہ پرور آدمی کے کردار سے پردہ اُٹھ ہی جانا چاہیے، جس کے باعث جماعتِ اہلحدیث کسی بھی شرعی مسئلہ میں اختلاف نہ رکھنے کے باوجود بُری طرح انتشار کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔

● درحقیقت مذکورہ بالا الزامات حکومت کے ریکارڈ اور عینی گواہوں کی شہادتوں سے ثابت کیے جا سکتے تھے، لیکن احسان ظہیر نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے گھناؤنے کردار کو چھپانے کے لیے خود پہلوار کرنا مناسب

ratnetwork.org

سمجھا اور بوکھلا کر خود ہی مباہلہ کا چیلنج دے دیا، حالانکہ یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔

● ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ اس مباہلہ کے ذریعے ہم سرخرو ہوں گے، اور اس کے جھوٹوں اور بہتانوں، نیز اس کے اپنے کردار پر ایک عظیم اجتماع گواہ ہو سکے گا۔ یوں معلوم ہوتا ہے یہ شخص جس کی دراز دستیوں اور زبان درازیوں کی ابتدا اپنے ہی باپ پر زیادتی سے ہوئی تھی اپنے انجام کو جلد پہنچنا چاہتا ہے۔"[1]

یہ طویل اقتباسات کسی سُنّی بریلوی عالم کے نہیں ہیں، بلکہ خود ان کے ہم مسلک بھائی، اہل حدیث حافظ عبدالرحمٰن مدنی، فاضل مدینہ یونیورسٹی کے ارشادات ہیں۔ شائستگی اور متانت ہمیں اس قسم کی گفتگو کی اجازت نہیں دیتی، ورنہ یہ سلسلہ مزید دراز ہو سکتا ہے، اسی لیے قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہم نے انتہائی تند و تیز زبان میں عائد کیے گئے الزامات کے جواب میں وہ زبان استعمال نہیں کی، صرف حقائق کے چہرہ سے نقاب اٹھنے پہ اکتفا کیا ہے۔ کاش کہ شیخ علیہ محمد سالم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر تھوڑی سی توجہ مبذول کر دیتے:

یا ایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نٰدمین[2]

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔"

(کنز الایمان)

---

[1] عبدالرحمٰن مدنی، حافظ، ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، شمارہ ۳۰ اگست ۱۹۸۴ء، ص ۵

[2] القرآن، الحجرات ۴۹ آیت ۶

azratnetwork.org

جہاں مذہبی اختلافات اس حد تک پہنچ جائیں کہ ایک فریق دوسرے کو کافر و مشرک قرار دے رہا ہو، وہاں محض کسی ایک فریق کے بیان پر اعتماد کر کے دوسرے کے حق میں فیصلہ صادر کر دینا کسی طرح بھی معقول نہیں، جب تک خود دوسرے فریق کے اقوال و معتقدات کا جائزہ نہ لے لیا جائے۔

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی شاندار کامیابی کے بعد کعب بن اشرف پیچ و تاب کھاتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا، ابوسفیان (جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے) نے پوچھا، کیسے آئے؟ کعب نے کہا ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے معاہدہ ختم کر کے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ ابوسفیان کے کہنے پر کعب نے بت کو سجدہ کیا، پھر ابوسفیان نے کہا تم کتاب پڑھتے ہو اور ہم اُمّی ہیں، یہ تو بتاؤ کہ ہم میں سے کون ہدایت پر ہے، ہم یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، کعب نے کہا تمہارا دین کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا:

"ہم حجاج کے لیے اونٹ نحر کرتے ہیں، انہیں پانی پلاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، قیدیوں کو رہائی دلاتے، بیت اللہ شریف کی تعمیر اور اس کا طواف ہمارا کام ہے اور ہم اہلِ حرم ہیں۔

اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنا آبائی دین اور حرم بیت اللہ چھوڑ دیا، قطع رحمی کی، ہمارا دین قدیم اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دین نیا ہے۔

کعب نے آنکھیں بند کر کے ابوسفیان پر اعتماد کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا:

انتم والله اهدى سبيلا مما عليه محمد [1]

اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی یہ آیت نازل فرمائی:

الم تر الى الذين اوتوا نصيبا من الكتاب يؤمنون بالجبت والطاغوت ويقولون للذين كفروا هؤلاء

---

[1] احمد بن محمد الصاوی المالکی، علامہ، حاشیۃ الصاوی علی الجلالین (مصطفی البابی مصر) ج ۱، ص ۲۱۰

ratnetwork.org

اهدیٰ من الذین اٰمنوا سبیلا اولئک الذین
لعنھم اللہ ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا[1]

"کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا، ایمان لاتے ہیں بت اور شیطان پر اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ راہ پر ہیں، یہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جسے خدا لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا"

کہنا یہ ہے کہ محض مخالف کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے بلا تحقیق فیصلہ صادر کر دینا نہ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے اور نہ ہی اسے اہل علم و دانش قبول کر سکتے ہیں۔ ابوسفیان نے جس طرح اپنے دین کی خوبیاں اور دین مصطفےٰ کی خامیاں بیان کیں، کیا کوئی ہوشمند اور منصف جج اس بیان پر یک طرفہ فیصلہ کر سکتا ہے؟ اگر نہیں تو شیخ عطیہ محمد سالم کے لیے یک طرفہ فیصلہ کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟

شیخ عطیہ محمد سالم نے محض ایک مخالف کے بیانات پر اعتماد کر کے اہل سنت و جماعت کے خلاف جو یک طرفہ فیصلہ دیا ہے اور جارحانہ رویہ اختیار کیا ہے، اس سے ان کے غیر علمی اور غیر ذمہ دارانہ انداز فکر کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

وہ کہتے ہیں:

"اس کتاب (البریلویۃ) کے مصنف نے فرقہ بریلویہ اور ان کے قریبی فرقوں قادیانیہ اور بابیہ کو قوی اسلوب اور علمی تحقیق کے ساتھ پیش کیا ہے اور بعض مقامات اس کی تمام تحریرات پختگی، اعتدال، دلائل اور صداقت سے مالا مال ہیں۔"[2]

---

[1] القرآن، النساء ۴ الآیۃ ۵۱

[2] عطیہ محمد سالم، تقدیم البریلویۃ ص ۲

[3] ایضاً، " " ص ۳

azratnetwork.org

کاش اگر وہ انصاف اور دیانت کے تقاضوں کے مطابق اہل سنت کے لٹریچر کا مطالعہ کرنے کی زحمت اٹھا لیتے تو اُن کا فیصلہ یقیناً مختلف ہوتا۔

دورِ زوال یا دورِ کمال؟

امام احمد رضا بریلوی (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء ۔ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کا دور سیاسی اعتبار سے پہلے زوال اور پھر عروج کا زمانہ ہے، لیکن علمی، ادبی اور فکری لحاظ سے یہ دور مسلمانانِ ہند کا زرّین دور ہے۔ اس عرصے میں جتنی قدآور شخصیتیں، افقِ متحدہ پاک و ہند پر نمودار ہوئیں، بعد کے زمانوں میں ان کی مثال نہیں ملتی۔

حکیم عبدالحی لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں علماء ہند کا تذکرہ کیا ہے۔ ساتویں اور آٹھویں جلد میں تیرھویں اور چودھویں صدی کے علماء کا تذکرہ ہے۔ ایک نظر ان جلدوں کے دیکھنے سے ہمارے بیان کی صداقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ابوالحسن علی ندوی، آٹھویں جلد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"اس جلد میں سابقہ تمام زمانوں کی نسبت، حالاتِ علماء کی کثرت اور رنگا رنگی میں زیادہ وسعت ہے، اس میں بڑے بڑے علماء، نابغہ عصر محققین اجلہ مشائخ، تربیت دینے والے ارباب قلوب، عظیم معلم اصحاب درس و تحریک ہیں، ان میں جدید فکر کے قائدین اور تحریکوں کے راہنما ہیں، ان میں ادباء ہیں، شعراء ہیں اور سیاسی معرکوں میں بے خطر کود جانے والے لیڈر ہیں"[1]

شیخ عطیہ محمد سالم نے تاریخ ہند کا مطالعہ نہیں کیا، اس لئے وہ کہتے ہیں:

"یہ دور ہند میں علمی، فکری، حتیٰ کہ ادبی ترقی کا دور نہیں ہے۔"[2]

---

[1] ابوالحسن علی ندوی: مقدمہ نزہۃ الخواطر (نور محمد کراچی) ج ۸، ص ۸

[2] عطیہ محمد سالم: تقدیم البریلویۃ ص ۳

atnetwork.org

لطف کی بات یہ ہے کہ مصنف علمی اور فکری لحاظ سے اس دور کو سنہری قرار دے رہا ہے، ان کا بیان ہے،

"۱۸۵۷ء کے بعد ۱۸۶۳ء سے ۱۸۶۵ء تک وہابیوں کو سخت دبانے سے انگریز نے کے لیے ان کے علماء، زعماء اور قائدین کو تختۂ دار تک پہنچایا گیا، اس دور میں جنہیں قید کیا گیا، وہ اہل توحید کے عموماً اور اہل حدیث کے خصوصاً سربرآوردہ علماء تھے۔ مثلاً شیخ جعفر تھانیسری، شیخ عبدالرحیم، عبدالغفار، شیخ السلمین شیخ یحییٰ علی صادق پوری اور شیخ احمداللہ وغیرہ، پھر ان کے بعد اہل حدیث کے قائد زعیم اور سلف صالح کے متبع العلم طریف، شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی۔"[1]

جبکہ علیہ محمد سالم، اس دور کو بانجھ اور ناقابل فکر قرار دے رہے ہیں، گویا تقلید نگار خود مصنف کی تکذیب کر رہے ہیں، بلکہ وہ تو یہاں تک کہہ گئے کہ،

"استعمار کی عادت یہ ہے کہ ہر اس تحریک کا گلا گھونٹ دیتا ہے جس میں زندگی کی رمق موجود ہو، لہٰذا یہ طائفہ دہر طویل استعمار کے سائے میں اس کی خدمت کے بغیر ابھر ہی نہیں سکتا تھا۔"[2]

یہ تو آپ الگ باب میں ملاحظہ کریں گے کہ اہل حدیث نے انگریزی دور میں کتنی ترقی کی اور کس قدر شاندار روایات استوار رکھے، اس جگہ صرف ایک اقتباس پیش کرنا مناسب ہے گا۔

ایک دفعہ کسی مخالف کی شکایت پر میاں نذیر حسین دہلوی گرفتار ہو گئے، پھر کچھ وقت کے بعد رہا کر دیئے گئے، ایسا کیوں ہوا؟

"انگریز ان کی ہیبت علمی، بلند مقام اور مسلمانوں میں ان کے اثر و رسوخ

---

[1] ظہیر، البریلویۃ، ص ۲۷

[2] علیہ محمد سالم، تقدیم البریلویۃ، ص ۲

network.org

سے خائف تھے اس لیے ان کے معاملہ میں پریشان ہو گئے، کہیں مسلمان چھوٹ نہ اٹھیں اور قیامت نہ آجائے۔[1]

علیہ محمد سالم کے بیان کی روشنی میں سوچیے کہ میاں صاحب کو اس قدر عروج اور قوت و شوکت کیسے حاصل ہو گئی؟ جبکہ استعمار اس تحریک کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے جس میں زندگی کی کوئی بھی علامت موجود ہو۔

مرزا غلام قادر بیگ

ہٹلر کے دست راست گوئبلز کا قول ہے کہ جھوٹ اتنا بولو کہ اس پر سچ کا گمان ہونے لگے۔ امام احمد رضا بریلوی کے چند ابتدائی کتب کے استاد مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مخالفین نے اسی مقولے پر عمل کرتے ہوئے زور شور سے یہ پروپیگنڈا کیا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

مرزا کا بھائی ۱۸۸۳ء میں فوت ہو گیا تھا جبکہ مرزا غلام قادر بیگ ۱۸۹۷ء میں کلکتہ میں حیات تھے۔ تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کی جائے۔ دراصل نام کے اشتراک سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے ایک صحیح العقیدہ مسلمان کو مرزائی اور کافر بنا دیا اور اس سے ان کے دل پر کوئی ملال نہیں آیا کہ کسی دلیل اور ثبوت کے بغیر ہم نے ایک مسلمان کو کافر کیوں قرار دیا؟ اور ملال آتے بھی تو کیوں کر جبکہ یہ لوگ تمام عامۃ المسلمین کو کافر قرار دے کر بھی اپنے ضمیر پر کوئی بوجھ محسوس نہیں کرتے۔

علیہ محمد سالم بھی اسی پروپیگنڈے کے زیر اثر یہ کہہ گئے:

"بریلویہ کے بانی کا پہلا استاذ مرزا غلام قادر بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی

---

[1] ظہیر، البریلویۃ، ص ۳۸

[2] علیہ محمد سالم، تقدیم البریلویۃ، ص ۴

atnetwork.org

بھائی تھا، لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ قادیانیت اور بریلویت دونوں استعمار کی خدمت میں بھائی بھائی ہیں۔" [1]

اگر کسی دعوے کی نوعیت کا واقعی دلیل ہوتا ہے، تو ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنے دعوے کی صداقت پر کوئی دلیل پیش کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ قیامت تک کوئی دلیل نہ لا سکیں گے۔

نادر استدلال

حضرت محمد سالم نہ جانے کس قابلیت کی بنا پر قاضی بنا دیئے گئے کہ وہ فیصلہ دیتے وقت محض سنی سنائی باتوں پر اس قدر اعتماد کرتے ہیں کہ دلائل و شواہد پر توجہ دینے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے اور جن امور کو وہ منطقی دلائل کے طور پر پیش کرتے ہیں، انہیں دیکھ کر منطق کا ابتدائی طالب علم بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے گا۔

ذرا انداز استدلال ملاحظہ ہو، مغالطہ کی صحیح تصویر آپ کے سامنے آجائے گی، وہ لکھتے ہیں:

"بریلویوں نے دیوبندیوں کی تکفیر کی ہے

دیوبندی حنفی ہیں

بریلوی بھی حنفی ہیں

لہٰذا بریلوی خود کافر ہوں گے

یہ واضح منطقی قیاس ہے۔" [2]

اگر حضرت محمد سالم نے منطق کی کوئی ابتدائی کتاب بھی پڑھی ہوتی تو وہ کبھی اس مغالطہ

---

[1] حضرت محمد سالم، تقدیم البریلویۃ، ص ۴

[2] ایضاً، " " ص ۴

ratnetwork.org

کو قیاس منطقی قرار دینے کی جرأت نہ کرتے۔ ان کی منطق کے مطابق کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے!

"عطیہ محمد سالم اور دیگر نجدی علماء بریلویوں کو کافر و مشرک قرار دیتے ہیں؛

حالانکہ:

بریلوی کلمہ گو ہیں

اور نجدی بھی کلمہ گو ہیں

لہٰذا نجدی خود کافر و مشرک ہوں گے

اور یہ واضح قیاس منطقی ہے

منطقی اصطلاح کے مطابق یہ قیاس اقترانی حملی شکل ثانی ہے جس میں حد اوسط، صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں محمول ہوتی ہے۔ لیکن اس شکل کے نتیجہ دینے کے لیے ضروری ہے کہ دونوں مقدمے ایجاب و سلب میں مختلف ہوں، یعنی ایک موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ ہو۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

وفی الثانی اختلافهما فی الکیف وکلیة الکبریٰ [1]

"شکل ثانی میں شرط یہ ہے کہ دونوں مقدمے ایجاب و سلب میں مختلف ہوں اور کبریٰ کلیہ ہو"

شیخ عطیہ کے پیش کردہ دونوں مقدمے موجبہ ہیں،

دیوبندی حنفی ہیں

بریلوی بھی حنفی ہیں

اول تو یہ قیاس منطق کے قواعد کی رُو سے ہے ہی غلط اور اگر صحیح بھی ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا: ـــــ دیوبندی، بریلوی ہیں

سبحان اللہ! کیا منطق ہے اور کیا شانِ استدلال!

---

[1] مسعود بن عمر تفتازانی سعد الدین، تہذیب مع شرح (سکندر علی، کراچی) ص ۴۶

atnetwork.org

یہ تو عقلی استدلال تھا، نقلی دلیل بھی ملاحظہ ہو،

"علماء کا قدیم مقولہ ہے کہ جس نے اپنی جنس کو گالی دی، اس نے اپنے آپ کو گالی دی، تو انہوں نے غیر محسوس طریقے پر اپنے آپ کو کافر قرار دے دیا۔ قطع نظر اس سے کہ حکم شرعی کے بیان کو گالی دینا نہیں کہہ سکتے، یہ کہنا سرے سے غلط ہے کہ دیوبندی بریلوی کی جنس ہے، انہوں نے خود کہا ہے،

"دیوبندی مذہب حنفی کی طرف منسوب ہونے میں بریلویوں کے ساتھ شریک ہیں"[1]

اس لیے دیوبندی اور بریلوی میں سے کسی کو دوسرے کے لیے جنس نہیں کہہ سکتے۔ ہر ایک الگ الگ نوع ہے اور ضروری نہیں کہ ایک نوع کا حکم دوسری نوع پر بھی لگے۔

قائدِ اعظم، اقبال اور ضیاء

تحریکِ پاکستان کے دور میں سیاسی لیڈر مختلف گروہوں میں منقسم تھے۔ کچھ لوگ انگریز کے حامی اور مؤید تھے، کچھ انگریز کے دشمن لیکن ہندو کے دل و جان سے دوست اور اتحادی تھے۔ امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک علماء کا دینی اور اسلامی نقطۂ نظر یہ تھا کہ انگریز اور ہندو دونوں ہی ہمارے دشمن ہیں۔ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، یہی وہ دو قومی نظریہ تھا جسے بعد میں علامہ اقبال اور قائدِ اعظم نے اپنایا اور اسی نظریے کی بنا پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا بنارس میں تاریخی اجلاس ہوا جس میں اہل سنت وجماعت (بریلوی) کے تمام علماء اور مشائخ نے شرکت کی اور مطالبۂ پاکستان کی بھرپور

---

[1] عقیدۂ محمد سالم، تقدیم البریلویۃ ص ۴

[2] ایضاً ص ۴

nzratnetwork.org

حمایت کی۔ اس دور میں مسلم لیگ اور قائداعظم کے مطالبہ پاکستان کی حمایت جس زور و اصرار اور جس انداز میں اہل سنت و جماعت کے پلیٹ فارم سے کی گئی اور کسی طرف سے نہیں کی گئی۔

عطیہ محمد سالم کی تاریخ سے بے خبری ملاحظہ ہو، وہ کہتے ہیں:

"بریلویوں نے بانی پاکستان محمد علی جناح اور شاعر اسلامی پاکستانی محمد اقبال بلکہ پاکستان کے موجودہ صدر محمد ضیاء الحق کی تکفیر کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بریلویوں کے دوست انگریزی استعمار کے دشمن تھے اور انہوں نے انگریز کو نکالنے کے لیے جہاد کیا تھا۔" [1]

حالانکہ تحریک پاکستان کی تاریخ گواہ ہے کہ اگر علماء اور مشائخ اہل سنت حمایت نہ کرتے تو یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکتی تھی یا پھر پاکستان کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ تفصیل آئندہ اوراق میں "اسلامی سیاست" کے عنوان کے تحت ملاحظہ ہو۔

علامہ اقبال اور قائداعظم کے خلاف فتوی دینے کے سلسلے میں شہادت اہل السنۃ کا حوالہ دیا جاتا ہے [2] حالانکہ یہ مولانا محمد طیب کی انفرادی رائے تھی جسے علماء اہل سنت کی جماعتی طور پر تائید حاصل نہیں ہوئی۔ شخص واحد کی انفرادی رائے کو پوری جماعت پر ٹھونس دینا کسی طرح بھی قرین انصاف نہیں ہے۔

احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں:

"ہم یہ عقائد و معتقدات اور ان کے دلائل خود احمد رضا بریلوی، ان کے خواص اور اس گروہ کے خاص و عوام کے نزدیک معتمد حضرات اور اُن نمایاں شخصیات سے نقل کریں گے جو ان کے نزدیک بغیر کسی اختلاف کے مسلم ہوں۔" [3]

---

[1] عطیہ محمد سالم، تقدیم البریلویۃ ص ۵

[2] ظہیر، البریلویۃ ص ۷-۲۰۵

[3] ظہیر، " ص ۵۶

atnetwork.org

اب ان لوگوں سے کون پوچھے کہ تجانب اہل السنۃ کے مصنف مولانا محمد طیب کہاں کی مسلم نمایاں اور غیر متنازع فیہ شخصیت ہیں؟ خود ظہیر صاحب نے بریلویوں کے جن زعماء کا ذکر کیا ہے[1] ان میں مولانا محمد طیب کا ذکر نہیں ہے، یہ کہاں کی دیانت ہے کہ ان کے اقوال تمام اہل سنت کے سر تھوپ دیئے جائیں؟

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں،

"مولانا طیب صاحب ہمدانی مصنف تجانب اہل سنت علمی اعتبار سے کسی گنتی اور شمار میں نہیں ہیں، وہ مولانا عشرت علی کے داماد تھے اور ان کا مبلغ علم فقط اتنا تھا کہ وہ خرتپور کی ایک چھوٹی سی مسجد کے امام تھے اور بس، تجانب اہل سنت میں جو کچھ انہوں نے لکھا وہ ان کے ذاتی خیالات تھے، اہل سنت کے پانچ ہزار علماء و مشائخ نے بنارس کانفرنس میں قرارداد قیام پاکستان منظور کر کے مولانا عشرت علی کے سیاسی افکار اور تجانب اہل سنت کے مندرجات کو مسترد کر دیا تھا، لہذا سیاسی نظریات میں ایک غیر معروف مسجد کے غیر معروف امام (مولانا طیب) اور غیر مستند شخص کے سیاسی خیالات کو سواد اعظم اہل سنت پر لاگو نہیں کیا جا سکتا، نہ یہ شخص ہمارے لیے حجت ہے اور نہ اس کے سیاسی افکار۔"[2]

خراج زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں،

"تجانب اہل سنت کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے، لہذا اہل سنت کے مسلمات میں اس کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں

---

[1] ظہیر، البریلویۃ ص ۴۰-۵۱

[2] علامہ رسول سعیدی، علامہ ماہنامہ فیضان فیصل آباد شمارہ اپریل ۷۸ء ص ۸-۲۷

athetwork.org

ہے، سالہا سال سے یہ وضاحت اہل سنت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اس کے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں۔" [1]

اس جگہ اس امر کا تذکرہ بھی بے محل نہ ہوگا کہ تحریک پاکستان کے زمانے میں علمائے اہلحدیث اور علماء دیوبند کی اکثریت مخالف تھی البتہ بعض علماء حامی تھے۔ مولوی داؤد غزنوی اہلحدیث اور علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی آخر میں جا کر مسلم لیگ میں شریک ہوئے جبکہ اہل سنت یا جماعت بریلوی کے تمام تر علماء پاکستان اور مسلم لیگ کے حامی تھے۔ ان کا دیگر علماء جیسے مولانا حشمت علی وغیرہ سے فرق اختلاف رکھتے تھے، لیکن وہ بھی نظریۂ پاکستان کے مخالف یا کانگریس کے حامی نہ تھے۔ ان کا اختلاف محض اس بنا پر تھا کہ مسلم لیگ مسلک بدمذہبوں کا ملغوبہ ہے، ہم اس کی حمایت نہیں کر سکتے۔ اہل سنت کی نمائندہ تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس چونکہ مسلم لیگ کی حامی تھی، اس لیے وہ اس تنظیم سے بھی اختلاف رکھتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کے اجلاس میں پانچ ہزار علماء و مشائخ نے ڈنکے کی چوٹ پر مطالبۂ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت کر کے ان حضرات کا انفرادی موقف مسترد کر دیا تھا۔ بعد میں مولانا حشمت علی خاں نے بریلی جا کر سنی کانفرنس کی مخالفت سے رجوع کر لیا تھا، جس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے سنی کانفرنس کی مسلم لیگ حمایت کو تسلیم کر لیا تھا۔

حضرت علامہ احمد سعید کاظمی مدظلہ فرماتے ہیں:

"مولانا حشمت علی خاں کے بارے میں مشہور اور ناقابل انکار واقعہ ہے کہ انہوں نے بریلی شریف جا کر مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے قیام پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی مخالفت سے توبہ کی تھی۔" [2]

---

[1] خطی یادداشت، حضرت عزالی زماں، تحریر ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۴ء، محفوظ نزد راقم (شرف قادری)

[2] ایضاً " " " " "

atnetwork.org

علامہ عثمانی دیوبندی نے حفظ الرحمٰن سیوہاروی وغیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،

"دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور نقش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق پیش کیے جن میں ہم کو ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا آپ حضرات نے اس کا بھی کوئی تدارک کیا تھا؟" [1]

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان کی حمایت کرنے پر دیوبند کی فضا میں ان کے خلاف کس قدر اشتعال تھا؟

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی زیر عنوان تحریک پاکستان میں غیر مقلدین کا طرز عمل لکھتے ہیں،

"برصغیر پاک و ہند کے ہر کہ و مہ کو معلوم ہے کہ آپ کے اکثر اکابر نے تحریک پاکستان کی سرتوڑ مزاحمت کی بلکہ پاکستان دشمن جماعتوں کے سرخیل اور سرگروہ رہے ہیں۔ مولانا سید اسمٰعیل صاحب غزنوی کی ذات مستثنیٰ ہے کہ انہوں نے اصولی طور پر پاکستان کی حمایت کی مگر ان کا کردار نمایاں نہیں رہا دوسرے عظیم رہنما حضرت مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی جو پنجاب میں سندھ پشنل کانگرس کے صدر تھے، کانگریس کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر خضر وزارت کو مسلط کیا، البتہ عوام اہل حدیث کا رجحان نظریہ پاکستان کے حق میں تھا اور بالآخر ان کے دباؤ سے مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی بھی تحریک پاکستان میں شامل ہو گئے۔" [2]

احسان الٰہی ظہیر، وکیل اہل حدیث محمد حسین بٹالوی کی انگریز نوازی سے انکار نہیں کر سکے، اس لیے محض خلاصی کرانے کے لیے اپنے خیال میں آسان راستہ تجویز کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

---

[1] طاہر احمد قاسمی، مکالمۃ المقلدین (دارالاشاعت، دیوبند) ص ۲۱

[2] عبدالستار خاں نیازی مولانا، نصرۃ حق (مکتبہ رضویہ، گجرات) ص ۴۵

athetwork.org

رہا معاملہ محمد حسین بٹالوی کے دو ایڈریسوں کا، تو ہم اس سلسلہ میں مستعینی قادیانی کی امت کی طرح کسی قسم کی تاویل و تحریف کے چکر میں پڑنے کی بجائے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر کسی فرد یا چند افراد نے ایسا کیا، تو غلط کیا، ہم انہیں نہ معصوم سمجھتے ہیں، نہ صاحب شریعت کہ ان کی ہر بات ہمارے لیے حجت و سند ہو۔ قوم میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں، جن سے غلطیوں اور لغزشوں کا صدور ہوتا ہے، ان سے مجموعی طور پر قوم کے دامن پر دھبہ نہیں لگ سکتا اور نہ ہی ان کی بنا پر کسی گروہ کو مطعون کیا جا سکتا ہے۔[1]

یہی فارمولا اہل سنت کی طرف سے پیش کیا جائے، تو قابل قبول کیوں نہیں ہے۔ چند افراد کے افکار کی ذمہ داری تمام جماعت پر کس طرح ڈالی جا سکتی ہے، ہمارے علماء نے بھی لگی لپٹی کے بغیر جناب اہل السنۃ کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

پھر یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ جن ایڈریسوں کی ذمہ داری تنہا بٹالوی صاحب پر ڈالی جا رہی ہے، ان میں وہ تنہا نہیں ہیں، بلکہ اہل حدیث کے بڑے بڑے (شیخ الکل قسم کے) علماء بھی شامل ہیں۔ چند اسماء ملاحظہ ہوں۔ لارڈ ڈفرن، گورنر جنرل اور وائسرائے ہند کو دیئے گئے ایڈریس (سپاس نامہ) میں شامل چند علماء کے نام یہ ہیں:

"مولوی سید محمد نذیر حسین دہلوی، ابو سعید محمد حسین بٹالوی، وکیل اہلحدیث ہند، مولوی محمد یونس خاں، رئیس و تالوی علیگڑھ، مولوی قطب الدین، پیشوائے اہل حدیث روپڑ، مولوی محمد سعید، بنارس، مولوی الٰہی بخش پلیڈر، لاہور۔ مولوی سید نظام الدین پیشوائے اہل حدیث، مدراس وغیرہ"[2]

اُس وقت کے اہل حدیث کے جتنے بڑے بڑے پیشوا ہیں، وہ سب اس ایڈریس (سپاس نامہ)

---

[1] مرزائیت اور اسلام (ادارہ ترجمان السنۃ، لاہور) ص ۲۳۳

[2] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ ج ۱۱ شمارہ ۲، ص ۴۴-۴۳

atnetwork.org

میں شریک ہیں، مگر پوری قوم کا جرم ایک بے چارے بٹالوی کے سر منڈھا جا رہا ہے اس کے برعکس اہل سنت و جماعت کے چند افراد کے افکار کی ذمہ داری پوری جماعت پر ڈال جا رہی ہے۔ اس الٹی گنگا کا کیا علاج؟

پھر لطف کی بات یہ کہ سرپرست میاں نذیر حسین دہلوی کا نام ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ کون ہیں؟ خود ان کے چیلے:

"قائد اہل حدیث، سلف صالح کے متبعین کے زعیم، بلند پایہ شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی۔"[1]

"منبع جلیل، عالم نبیل، اپنے وقت میں طائفہ منصورہ کے شیخ ربانی اور اولاد رسول سید نذیر حسین دہلوی، جنہوں نے پاک و ہند میں سنت کا جھنڈا گاڑ کر کیا، جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کو دور کیا، اس خطے کو کتاب و سنت کے نور سے منور کیا، جو شاہ ولی اللہ دہلوی کی مسند پر بیٹھا اور اس نے ان کی تعلیمات کی تنقیح، تہذیب اور تجدید کی۔"[2]

ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں، اہل حدیث کے شیخ الکل کی اس سپاہ سازی میں پوری جماعت اہل حدیث کی حاضری تھی، لیکن ان کے ساتھ ساتھ علی گڑھ، روپڑ، بنارس، لاہور اور مدراس وغیرہ مقامات کے پیشوایان اہل حدیث بھی شامل ہوں تو اس سپاہ سازی کی ذمہ داری صرف بٹالوی کے سر ڈال دینا انصاف کا خون بہا دینے کے مترادف ہوگا پھر محمد حسین بٹالوی بھی اہل حدیث جماعت کا کوئی معمولی فرد نہیں ہے، بلکہ تمام اہل حدیث کا وکیل ہے، اس کی ایک اپیل پر ہزاروں قرار دادیں ملک کے طول و عرض سے موصول ہو جاتی ہیں۔

---

[1] ظہیر، البرہانیہ ص ۳۷

[2] ایضاً، " ص ۱۶۲

tnetwork.org

علامہ اقبال نجدی علماء کی نظر میں

علیہ محمد سالم، علامہ اقبال کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں،

اسلامی پاکستانی شاعر محمد اقبال [1]

البریلویۃ کے مصنف ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں،

"شاعرِ رسالتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، ہندو پاک میں مسلمانوں کا شاعر جس نے اس خطہ کے لوگوں میں جہاد کی روح پھونکی۔ . . . .

ڈاکٹر محمد اقبال" [2]

غالباً ان دونوں مصنف اور مقدمہ نگار کو معلوم نہیں ہے کہ نجدی علماء کی علامہ اقبال کے بارے میں کیا رائے ہے، روزنامہ نوائے وقت لاہور میں جناب محمد امین کا ریاض سے بھیجا ہوا مراسلہ چھپا تھا جس کا عنوان ہے،

سعودی عرب میں اقبالیات کا ابلاغ

ان کا بیان ہے کہ ۱۹ نومبر ۱۹۸۰ء کو ریاض یونیورسٹی میں اسلامی فکر کی تجدید کے عنوان سے ایک سیمینار ہوا جس میں سعودی عرب کے سب سے بڑے مذہبی رہنما شیخ عبدالعزیز بن باز، معروف مصری مفکر محمد قطب (سید قطب شہید کے بھائی) سوڈان کے ڈاکٹر جعفر شیخ ادریس اور معروف مؤلف اور روشن نظر عالم دین جناب محمد صباغ نے خطاب کیا۔ سیمینار کے آخر میں سوال و جواب کا ایک پروگرام ہوا اور اس نشست کا آخری سوال اقبال کی کتاب تشکیل جدید الٰہیات اسلامی کے بارے میں تھا جس کا عربی ترجمہ تجدید التفکیر الدینی فی الاسلام کے نام سے موجود ہے۔ ڈاکٹر جعفر شیخ ادریس نے

---

[1] حلیۃ محمد سالم، تقدیم البریلویۃ ص ۵

[2] تکبیر، البریلویۃ ص ۲۰۵

tnetwork.org

یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ اس کتاب میں کچھ باتیں قابلِ اعتراض ہیں، معتدل موقف اختیار کیا لیکن استاذ صباغ نے اقبال پر شدید تنقید کی اور کہا،

"اس کتاب کی عبارتیں گمراہ کن ہیں، بلکہ اس میں بعض باتیں کفر تک لے جانے والی ہیں۔ یہ انتہائی خطرناک کتاب ہے اور طلباء کو اس سے متنبہ رہنا چاہیئے۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار بھی کیا کہ ایسی کتابیں بغیر تعلیق اور حواشی کے نہیں چھپنی چاہئیں۔"

مراسلہ نگار لکھتے ہیں،

"سوءِ اتفاق سے جناب محمد قطب نے بھی استاذ صباغ کی تائید کی اور کہا کہ اس کتاب کا پڑھنا عام طلباء کے لیے خطرے سے خالی نہیں اس میں بہت سی باتیں خلافِ حقیقت ہیں۔ نیز یہ کہ اقبال مغربی فلسفے اور خاص کر جرمن فلسفے سے متاثر ہے اور تصوف کے بعض غیر اسلامی نظریوں کا قائل ہے۔"[1]

کیا البریزیہ کے مصنف اور تقدیم نگار یہ وضاحت کریں گے کہ شاعرِ اسلام، ہشام رسالت مآب ﷺ کے بارے میں یہ رویہ کیوں اختیار کیا گیا؟ اور شیخ عبدالعزیز اور دیگر سکالروں نے یہ سب کچھ سن کر اختلاف کیوں نہ کیا؟ کیا یہ نجدی علماء کا اجماعِ سکوتی نہ ہوگا؟ پھر تصوف کے ان غیر اسلامی نظریوں کی وضاحت بھی ہونی چاہیئے، جن کا اقبال قائل ہے۔

صدرِ پاکستان

عطیہ محمد سالم کہتے ہیں کہ "یہ لوگ تکفیر میں جلد باز واقع ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ پاکستان کے موجودہ صدر محمد ضیاء الحق کو بھی کافر قرار دے چکے ہیں۔"[2]

---

[1] روزنامہ نوائے وقت، لاہور، شمارہ یکم دسمبر ۱۹۸۰ء ص ۳

[2] عطیہ محمد سالم، تقدیم البریزیہ ص ۵

tnetwork.org

اس کھوکھلے دعوے کی بنیاد پر یہ فراہم کی گئی ہے کہ جب مسجد نبوی اور مکہ معظمہ کے امام پاکستان آئے، تو صدر اور گورنر پنجاب سردار خاں نے ان کے پیچھے نماز ادا کی، کسی نے سوال کیا کہ ان کا کیا حکم ہے؟ مفتی سید شجاعت علی قادری نے جواب دیا:

"حضرت نورانی فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے کہ جو شخص وہابی نجدیوں کو مسلمان جانے یا ان کے پیچھے نماز پڑھے، وہ کافر و مرتد ہے۔"[1]

اس مضحکہ خیز دعویٰ اور اس کی دلیل کا بودا پن اس سے ظاہر ہے کہ مفتی سید شجاعت علی قادری کو حکومتِ پاکستان نے وفاقی شرعی عدالت کا جج بنا دیا ہے۔ کیا عقلِ سلیم یہ باور کر سکتی ہے کہ صدرِ پاکستان محمد ضیاء الحق اس شخص کو وفاقی شرعی عدالت کا جج بنا دیں گے جو ان کے کفر کا فتویٰ دے چکا ہو، گویا تکفیر ایسا کارنامہ ہے جس پر اعزاز و اکرام سے نوازا جا رہا ہے۔

مفتی سید شجاعت علی قادری کی وضاحت بھی ملاحظہ ہو:

"میرے نام سے بہت سے ایسے فتاویٰ شائع ہو چکے ہیں، جن پر کوئی ذی ہوش انسان کبھی یقین نہیں کر سکتا ہے اور جن کی تردید میں بارہا کر چکا ہوں، مثلاً یہ کہ میں نے صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب وغیرہ کو کافر کہا ہے۔"[2]

پاکستان کے موجودہ صدر، سعودی عرب حکومت اور علماء کے منظورِ نظر ہیں، سعودی عرب اور اس کے زیرِ اثر عرب ریاستوں میں امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ قرآن کنز الایمان اور مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر خزائن العرفان پر پابندی عائد کی گئی، تو علماء اہل سنت کا ایک وفد صدر صاحب سے ملا، صدر نے کہا کہ یہ ان ممالک کا داخلی معاملہ ہے، میں کس طرح مداخلت کر سکتا ہوں؟ بادشاہی مسجد میں "ناموسِ رسالت" کے جواب میں دلیل جواب دینے والے شخص کے خلاف یا رسول اللہ کانفرنس

---

[1] تفہیم، البریلویۃ، ص ۲۰۸

[2] تحریری یادداشت، مفتی سید شجاعت علی قادری، تحریر ۱۱ جولائی ۱۹۸۴ء، محفوظ نزد راقم الحروف قادری

tnetwork.org

کے مطالبہ پر قائم کردہ ٹریبونل کا فیصلہ آج تک منظرِ عام پر نہ آسکا اسلا اگر یہ تو پاکستان کا خالص داخلی معاملہ تھا۔

سعودیہ کا مکتبۃ الدعوۃ لاہور اکروڑوں روپے کا دل آزار لٹریچر پاکستان میں مفت تقسیم کر رہا ہے، جس میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بت پرست قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ تو پاکستان کا خالص داخلی معاملہ ہے لیکن حکومت نے اس کا بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔

چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

- "پاکستان میں قبروں پر پھول و نذر و نیاز کے سلسلے کی وجہ سے لوگوں کی عقیدت اللہ تعالیٰ سے ختم کی جا رہی ہے۔ ایسے ملک کی حکومت کو اسلامی کہنا کسی طرح زیب نہیں دیتا۔"[1]
- "جو شخص حضور علیہ السلام کی قبر کی طرف منہ کرتا ہے، اُس نے آپ کی قبر کو قبلہ و کعبہ بنا لیا، یہی شرکِ اکبر ہے اور یہی بعینہٖ بتوں کی عبادت ہے۔"[2]
- "باہر سے آنے والے لوگ قبر النبی کو بُت سمجھ کر پوجتے ہیں۔"[3]
- "تمام عالمِ اسلام میں شرک کیا جا رہا ہے اور وہ ہے قبروں کی عقیدت۔"[4]
- "صحابہ کرام اور اہل بیت کی قبروں کے سامنے دُعا مانگنا اور غارِ حرا و ثور سے تبرک لینا حرام ہے۔"[5]
- "مسجدِ نبوی اور قبر شریف (روضۂ رسول صلی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے دیدار

---

[1] محمد صادق خلیل، فیصل آباد، مقدمہ محمد بن عبدالوہاب، ص ۹

[2] محمد سلطان المعصومی المکی، الشہادات المعصومیۃ (امارات ابحوث العلمیۃ السعودیۃ)، ص ۷

[3] ایضاً، " " " ص ۷

[4] محمد بن اسماعیل یمنی، تطہیر الاعتقاد (امارات ابحوث العلمیۃ السعودیۃ) ص ۴

[5] عبدالعزیز بن عبداللہ، حج اور زیارت کے شرعی آداب (مطابع الفرزدق) ص ۴

zrathetwork.org

ایک دیوار کھڑی کی جائے تاکہ موحد کو اطمینان ہو۔" [1]

- انبیاء اور صلحاء کو سفارشی ماننا بالکل مشرکوں کا عقیدہ ہے۔" [2]
- صالحین کی قبروں سے تبرک حاصل کرنے والے اس زمانے کے مسلمان تو مشرکین عرب سے کہیں آگے ہیں۔" [3]

علامہ محمد سالم کہتے ہیں،

"اس وقت جبکہ ہمیں وحدت کلمہ اور اپنی صفوں میں اتحاد کی شدید ضرورت ہے، بریلوی اپنے علاوہ ہر شخص کی تکفیر کرتا ہے۔" [4]

یہ صریح بہتان ہے کہ فاضل بریلوی اپنے علاوہ ہر شخص کی تکفیر کرتے ہیں۔ انہوں نے صرف ایسے لوگوں کی تکفیر کی، جنہوں نے خدا اور رسول کی بارگاہ میں صریح گستاخی کی، باگستاخی پر آگاہ ہو کر بھی اسے صحیح قرار دیا۔

شیخ عطیہ نے اپنے ہم خیال نجدی علماء کے رویے پر غور نہیں کیا جو اپنے علاوہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشرک قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ چند اقتباسات ابھی ابھی پیش کیے جا چکے ہیں، چند مزید حوالے دیکھ لیجئے:

مترجم قرآن پاک جلا دو

شیخ عبدالعزیز بن باز ایک مکتوب میں لکھتے ہیں،

---

[1] عطیہ محمد سالم، تقدیم البریلویۃ ص ۵

[2] ناصر الدین البانی، قبروں پر مسجدیں (ضیاء السنۃ، الاکمل پبلی) ص ۱۲۵

[3] احمد بن حجر آل ابوطامی سلفی، التوحید (الدار السلفیہ، بمبئی) ص ۷۵

[4] عبدالرحمن بن حسن، ہدایۃ المستفید شرح کتاب التوحید (زید الضیاء السنۃ، لاہور) ص ۴۵۵

tnetwork.org

"ہمیں بھی مختلف اداروں کی طرف سے اس مترجم کے نمونے موصول ہوئے ہیں، جن کی تحقیق سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اس میں تحریفات اور جھوٹ بھرا پڑا ہے۔ . . . . . لہٰذا تمام متعلقہ اداروں کو مطلع کردی جائے کہ جن مساجد میں اس کے نسخے ہیں یا کسی اور جگہ ہوں تو ان کو ضبط کرلیا جائے اور جلادیا جائے۔" [1]

قصیدہ بُردہ اور دلائل الخیرات جلادو

محمود مہدی استانبولی کی ایک تصنیف کتب کیست من الاسلام (غیر اسلامی کتابیں)، المکتب الاسلامی بیروت سے طبع ہوئی ہے اس کا ایک عنوان ہے:

حرقوا هذه الكتب [2] (ان کتابوں کو جلادو)

اس میں غیر اسلامی کتب میں سرفہرست جن کتابوں کو شمار کیا گیا ہے وہ ہیں، قصیدہ بُردہ اور دلائل الخیرات [3]

بخاری شریف جلادو

۱۹۸۲ء میں عالمی سیرت کانفرنس، تہران میں اتحاد امت کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے گوجرانوالہ کے اہل حدیث کے مولوی عبدالرحمٰن مکین نے اپنی تقریر میں کہا:

"اب تک جو کچھ کہا گیا ہے، وہ قابل قدر ضرور ہے، قابل عمل نہیں، اختلاف ختم کرنا ضروری ہے مگر اختلاف ختم کرنے کے لیے اسباب اختلاف کو مٹانا

---

[1] عبدالستار خان نیازی، مولانا، اتحاد بین المسلمین (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۲۵

[2] محمود مہدی استانبولی، کتب کیست من الاسلام (بیروت) ص ۷

[3] ایضاً، " " " ص ۲۷-۹

athetwork.org

ہوگا۔ فریقین کی جو کتب قابلِ اعتراض ہیں، ان کی موجودگی اختلاف کی بھٹی کو تیز تر کر رہی ہے، کیوں نہ ہم ان اسباب ہی کو ختم کر دیں۔

اگر آپ صدقِ دل سے اتحاد چاہتے ہیں، تو ان تمام روایات کو جلانا ہوگا جو ایک دوسرے کی دل آزاری کا سبب ہیں، ہم بخاری کو آگ میں ڈالتے ہیں، آپ "اصولِ کافی" کو نذرِ آتش کر دیں۔ آپ اپنی فقہ صاف کریں ہم اپنی فقہ صاف کر دیں گے۔"[1]

اگر خدانخواستہ جلانے اور آگ لگانے کی یہ تحریک چل پڑی اور کامیاب ہوگئی تو اس کا نتیجہ تخریب ہی تخریب ہوگا، تعمیر کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔

حکومتِ پاکستان فتوے کی زد میں

اربابِ اقتدار کو اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ یہ مسئلہ اہلِ سنت و جماعت کا مسئلہ ہے۔ ہمیں اس سے کیا سروکار؟ کیونکہ اس فکر کے حاملین تو حکومتِ پاکستان کے بارے میں بھی وہی رائے رکھتے ہیں جو عامۃ المسلمین سے متعلق رکھتے ہیں۔ فیصل آباد کے محمد صادق خلیل لکھتے ہیں،

"جس ملک میں مزارات کو مذہبی حیثیت دی جائے اور اُن کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لیے کوششیں کی جائیں، ان پر قبے تعمیر کیے جائیں اور ان پر سالانہ عرسوں کا انعقاد حکومت کی جانب سے کیا جائے، ان کی عظمت کو اُجاگر کیا جائے، مزارات پر پھولوں کی چادریں چڑھائی جائیں۔ عرق گلاب اور خوشبودار عطریات سے اُن کو غسل دیا جائے اور نذر و نیاز کے سلسلے کو بجائے بند کرنے کے اس کو بقاعدہ کیا جائے اور اللہ پاک سے لوگوں کی عقیدت کو ختم کر کے مزارات کی جانب ان کی عقیدت کو پھیرا جائے اور اللہ پاک کے

---

[1] اختر کاشمیری، آتشکدۂ ایران (مدینہ بک ہاؤس لاہور ۱۹۸۴ء) ص ۱۰۹

atnetwork.org

ساتھ بغاوت کا ثبوت پیش کیا جائے تو

ایسے ملک کی حکومت کو اسلامی کہنا کسی طرح زیب نہیں دیتا[1]

یاد رہے کہ یہ کتاب سعودی عرب کے خرچ پر چھاپ کر پاکستان میں مفت تقسیم کی گئی ہے

یہ سب آلِ شیخ کا کیا دھرا ہے

سعودی عرب میں ملکی زمامِ اقتدار آلِ سعود کو مذہبی قیادت آلِ شیخ کے ہاتھ میں ہے یہ فرقہ وارانہ لٹریچر اور پروپیگنڈا سب آلِ شیخ کی کوششوں سے ہے۔ حکومتِ پاکستان فرقہ وارانہ انتشار کے حق میں نہیں ہے تو اسے حکومتِ سعودیہ سے براہِ راست اس مسئلے پر گفتگو کرنی چاہیئے کہ مناقصت انگیز لٹریچر کی پاکستان میں تقسیم پر پابندی عائد کی جائے اور ملک کے داخلی امن عامہ کو تباہ کرنے کے اسباب مہیا نہ کیے جائیں۔

اس جگہ اس امر کا تذکرہ بھی بے جا نہ ہوگا کہ جب نجدی علماء عامۃ المسلمین کو بریلوی کافر و مشرک قرار دیں گے تو اس کے جواب میں انہیں دوستی اور اخوت و محبت کی ہرگز توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ جواباً جتنا بھی سخت سے سخت لب و لہجہ اختیار کیا جائے وہ جائز اور روا ہوگا۔ وہ اگر اپنے دلوں میں وسعت پیدا کریں اور تنگ نظری کا راستہ چھوڑ دیں تو عامۃ المسلمین کو اپنے سے زیادہ وسیع القلب پائیں گے

شرک کا ہوا کیوں؟

نجدی اور اہلِ حدیث علماء کو ہر وقت شرک کی فکر سوار رہتی ہے۔ بات بات پر دنیا بھر کے مسلمانوں کو بلا تردد، مشرک اور شرکِ اکبر میں مبتلا قرار دے دیتے ہیں حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مجھے خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے،

---

[1] محمد صادق خلیل، فیصل آباد۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب، ص ۲۱۰

ratnetwork.org

(قریب قیامت، حالت اس سے البتہ مختلف ہوگی)

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے لیے دعا فرمائی، اس کے بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے، انداز ایسا تھا گویا زندوں اور مُردوں کو الوداع فرما رہے ہوں، دورانِ خطبہ فرمایا،

إِنِّي لَسْتُ أَخْشَى أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا وَتَقْتَتِلُوا فَتَهْلِكُوا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ[1]

"مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، البتہ مجھے خوف ہے کہ تم دنیا میں دلچسپی لو گے اور مرنے مارنے پر تُل جاؤ گے تو تم ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے ہلاک ہو گئے۔"

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے اپنی امت پر شرک اور شہوتِ خفیہ کا خطرہ ہے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) کیا آپ کے بعد آپ کی اُمت شرک کرے گی؟ فرمایا: ہاں!

اما انهم لا يعبدون شمسا ولا قمرا ولا حجرا ولا وثنا ولكن يراءون باعمالهم[2]

"یہ لوگ چاند، سورج یا کسی پتھر اور بُت کی عبادت نہیں کریں گے، بلکہ اپنے اعمال کی نمائش کریں گے۔"

دیکھا آپ نے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس صراحت کے ساتھ فرمادیا کہ میری اُمت بُت پرستی نہیں کرے گی، اس کے شرک میں مبتلا ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری الامام، مسلم شریف عربی (رشیدیہ، دہلی) ج ۲، ص ۲۵۰
[2] ولی الدین، امام شیخ، مشکوٰۃ شریف، باب الریاء والسمعۃ ص ۴۵۵-۴۵۶

atnetwork.org

نجدیوں وہابیوں پر شرک کا ثبوت اس طرح سوا ہے کہ ہر طرف شرک ہی شرک دکھائی دیتا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا اور مال و زر کے خطرے کی واضح نشان دہی فرمائی ہے لیکن اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں دیتا۔

اسی طرح ایران، عراق جنگ میں محض دنیا کی خاطر اربوں، کھربوں روپے ضائع کیے جا چکے ہیں۔ امریکہ، روس اور دیگر ممالک کی اسلحہ ساز فیکٹریوں کو بہترین مارکیٹ مل چکی ہے۔ کئی سال سے فریقین کا خون بہا کر غیر مسلموں کے خزانے بھرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ علیہ محمد سالم کہتے ہیں:

"میں بریلوی جماعت کو اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی ابتدا کی طرف لوٹ جائے اور اپنے مذہب اور اپنے امام (ابوحنیفہ) رحمہ اللہ تعالیٰ کے عقیدے اور خاص طور پر اُن کی کتاب "الفقہ الاکبر" پر از سر نو نظر ڈالیں۔ کتاب و سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُمت مسلمہ کے سلف صالحین کی سیرت میں غور کرے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی بصیرتوں کو روشن فرما دے۔"[1]

آئندہ ابواب میں انشاء اللہ العزیز اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات، کتاب و سنت اور سلف صالحین کے ارشادات کی روشنی میں پیش کیے جائیں گے۔ کسی کو قائل کر دینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ دلوں کی دنیا کو ہدایت آشنا کرنا، رب کریم جل مجدہٗ کا کام ہے۔

وھو ولی التوفیق والھدایۃ وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین۔

---

[1] رپورٹ عبداللہ ملک، روزنامہ جنگ، لاہور، ۲۳ جون ۱۹۸۴ء
[2] علیہ محمد سالم، تقدیم البریلویۃ ص ۶

nzrafnetwork.org

ahazratnetwork.org

امام احمد رضا بریلوی

مفکر اسلام —— امام اہل سنت

www.alahazratnetwork.org

hazratnetwork.org

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی، ارشمال المکرم ۱۴ رجون ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کو بریلی (یوپی۔ بھارت) میں پیدا ہوئے[1] والد ماجد مولانا شاہ نقی علی خاں اور جدامجد مولانا رضا علی خاں اپنے دور کے اکابر علماء اہل سنت اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔

حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی محبت و اطاعت آپ کی رگ و پے میں رچی بسی تھی۔ اپنے تو اپنے بیگانے بھی برملا اقرار کرتے ہیں کہ وہ واقعی عاشق رسول تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ کی تصانیف اور نعتیہ کلام نے لاکھوں دلوں کو عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حلاوت سے آشنا کر دیا۔

امام احمد رضا اکثر و بیشتر اپنے نام کے ساتھ عبدالمصطفےٰ کا لاحقہ استعمال کیا کرتے تھے۔ بعض لوگ اس کے جواز اور عدم جواز میں کلام کرتے ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نام رکھنے کے بارے میں شرعی حکم معلوم کیا جائے۔

عبدالمصطفےٰ

لفظ عبد دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) عابد (۲) غلام اور خادم۔ پہلے معنی

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر: حیات مولانا احمد رضا خاں (اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ) ص ۹۲

alahazratnetwork.org

کے اعتبار سے اس کی اضافت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی۔ اپنے آپ کو اس کے ماسوا کا عبد کہنا شرک ہوگا، لیکن دوسرے معنی کے اعتبار سے محبوبانِ خدا کی نسبت سے اپنے آپ کو عبد کہنا قطعاً شرک نہیں ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ [1]

"اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا"

اس جگہ غلاموں کے لیے عباد کا لفظ وارد ہوا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ [2]

"تم فرماؤ اے میرے وہ بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو"

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاصل کبیر ہیں عباد اللہ کو عباد رسول کہہ سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم مرجع ضمیر منعم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔" [3]

---

[1] القرآن، النور ۲۴ الآیۃ ۳۲

[2] القرآن، الزمر ۳۹ الآیۃ ۵۳

[3] امداد اللہ مہاجر مکی، حاجی، شمائم امدادیہ (قومی پریس لکھنؤ) ص ۱۳۵

ratnetwork.org

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں،

قرینہ بھی انہیں معنی کا ہے، آگے فرمایا ہے، لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔ اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا فرماتا من رحمتی تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف نکلے اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ غنیمت میں سونا چاندی تو نہیں ملا البتہ ساز و سامان اور طعام دستیاب ہوا واپسی پر ایک جگہ قیام فرمایا اس اثنا میں،

قام عبد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحل رحلہ[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام سازوسامان کھولنے لگا۔

اس حدیث میں صراحۃً عبد کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں،

وقد ذهب الجمهور الى انه يجوز للسيد ان يكره عبده واماته على النكاح۔[3]

جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ آقا اپنے غلام اور کنیز کو نکاح پر مجبور کر سکتا ہے۔

اس جگہ عبد غلام کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور فقہ کی کتابوں میں استعمال بکثرت ہے اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی کا نام عبدالنبی یا عبدالرسول رکھنا شرک نہیں ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے،

"کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے ..... کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین ..... اور دعوی اسلامی کیے جاتے ہیں۔

---

[1] امداد اللہ مہاجر مکی، حاجی، شمائم امدادیہ، ص ۱۳۹

[2] مسلم بن الحجاج القشیری، مسلم شریف (نور محمد کراچی) ج ۱، ص ۴۷۰

[3] محمد بن علی الشوکانی، تفسیر فتح القدیر (دار المعرفۃ بیروت) ج ۴، ص ۲۹۸

azrathetwork.org

سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ [1]

امام احمد رضا بریلوی نے اس قسم کے فتووں کا نہ صرف تحریری رد کیا بلکہ اپنے نام کے ساتھ "عبدالمصطفےٰ" کا اضافہ فرمایا۔

احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں:

"ان کا نام محمد رکھا گیا، والدہ نے امن میاں، والد نے احمد میاں اور دادا نے احمد رضا نام رکھا، لیکن وہ ان میں سے کسی نام پر راضی نہ ہوئے اور اپنا نام عبدالمصطفےٰ رکھا اور اسے بالالتزام استعمال کرتے تھے" (ترجمہ) [2]

حالانکہ یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ امام احمد رضا بریلوی کسی نام پر بھی راضی نہ ہوئے کیونکہ انہوں نے ہمیشہ دستخط کرتے ہوئے اپنا نام احمد رضا ہی لکھا ہے اور اکثر اس نام کی ابتدا میں عبدالمصطفےٰ کا اضافہ کیا ہے تاکہ نام سے پہلے ہی غلامی مصطفےٰ کا پتہ چل جائے۔ یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہ ہوگا کہ والد ماجد نے جد امجد کا اور والدۂ ماجدہ نے والد ماجد کا تجویز کیا ہوا نام پسند نہ کیا اور اپنی طرف سے ایک نام رکھ دیا، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ سرپرست اپنی اپنی پسند کا نام تجویز کر دیتے ہیں، یہ بھی اظہار محبت کا ایک انداز ہوتا ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

ظہیر صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ان کا رنگ انتہائی سیاہ تھا اور ان کے مخالفین ہمیشہ چہرے کی سیاہی کا طعنہ دیا کرتے تھے۔ اس کا اقرار ان کے بھتیجے نے بھی کیا ہے" (ترجمہ) [3]

---

[1] شاہ اسمٰعیل دہلوی، تقویۃ الایمان (اخبار محمدی، دہلی) ص ۵-۶

[2] احسان الٰہی ظہیر، البریلویۃ ص ۱۳

[3] ایضاً ص ۱۴

atnetwork.org

مولانا حسنین رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ چمکدار گندمی تھا۔ ابتدا سے وصال تک مسلسل محنت ہائے شاقہ نے رنگ کی آب و تاب ختم کر دی تھی۔[1]

دن رات کی محنت سے وہ چمک نہیں رہتی جو ابتدا میں ہوتی ہے، لیکن یہ کہاں لکھا ہے کہ ان کا رنگ انتہائی سیاہ تھا۔ جہاں تک مخالفین کا تعلق ہے تو ان کی مخالفت ہی خوبصورت کو بدصورت دکھانے کے لیے کافی ہے۔

حضرت رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

دید بو جہل محمد را و گفت
زشت روئے در میان ہاشم نگفت

کیا ابوجہل کا قول بھی بطور حجت پیش کیا جا سکتا ہے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:

منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے چہرہ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے۔ ڈاڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی، مگر نہایت خوبصورت تھی۔[2]

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتح پوری نے آپ کو دیکھا تھا، وہ لکھتے ہیں:

اُن کا نورِ علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا، فروتنی، خاکساری کے باوجود

---

[1] نسیم بستوی، اہل حضرت بریلوی (مکتبہ نبویہ، لاہور) ص ۲۰

[2] عابد احمد علی، ڈاکٹر، مقالات یوم رضا (رضا اکیڈمی، لاہور) سنہ ۲، ص ۱۷

azratnetwork.org

اُن کے رُوئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔"[1]

ص ۱۴ پر لکھا:

"انہیں ہمیشہ شدید دردِ سر اور بخار رہتا تھا۔"

یہ ہمیشہ اور شدید کی قید کہاں سے آگئی؟ ملفوظات میں صرف اس قدر ہے:

"الحمدللہ اگر مجھے اکثر حرارت اور دردِ سر رہتا ہے۔"[2]

ص ۱۴ پر یہ بھی لکھا:

"اُن کی داہنی آنکھ پانی اُتر آنے سے بے نور ہوگئی تھی۔"

حقیقت یہ بالکل واقع کے خلاف ہے، ہوا یہ کہ ۱۳۰۰ھ میں مسلسل ایک مہینہ باریک خطی کتابیں دیکھتے رہے۔ گرمی کی شدت کے پیشِ نظر ایک دن غسل کیا:

"سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے داہنی آنکھ میں اُتر آئی، بائیں آنکھ بند کرکے داہنی سے دیکھا تو دسلائے مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔"[3]

مولانا سید اشفاق حسین سہسوانی نے آنکھ کا معائنہ کرکے کہا کہ بیس سال بعد پانی اُتر آئے گا۔ پھر ۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذق طبیب نے رائے دی کہ چار سال بعد پانی اتر آئے گا۔ پہلے طبیب کے مطابق ان کا حساب بالکل درست تھا۔ امام احمد رضا بریلوی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائی ہوئی دعا برائے چشم کے مریض کو دیکھ کر پڑھ چکے تھے وہ دعا یہ ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر، افتتاحیہ خیابانِ رضا، مطبوعہ مجلس رضا لاہور، ص ۱۷

[2] محمد مصطفیٰ رضا خاں، مفتی اعظم، ملفوظات (حامد اینڈ کمپنی، لاہور) ص ۹۴

[3] ایضاً، " " ص ۲۰

atnetwork.org

امام احمد رضا خاں بریلوی کا یقین محکم دیکھئے، فرماتے ہیں:

"محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے متزلزل ہوتا۔ الحمد للہ! کہ بیس و کسر تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ علقہ ذرہ بھر بھی نہیں بڑھا، نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے، نہ میں نے کتاب بینی میں کمی کی، نہ انشاء اللہ تعالیٰ کمی کروں گا" [1]

لیکن مخالف لوگوں نے سینہ زوری سے لکھ دیا:

"وانطفئت لنزول الماء فیھا"

خدا نہ کرے اگر کسی کو واقعی ایسا عارضہ لاحق ہو جائے، تو کیا اس بنا پر اس کے علم و فضل پر طعن کیا جا سکتا ہے؟

"مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر عبدالعزیز بن باز نابینا ہیں — ریاض ہائی کورٹ کے چیف جج محمد ابراہیم اور مسجد نبوی کے ایک خطیب بھی نابینا ہیں" [2]

ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟

قوت حافظہ

"امام احمد رضا بریلوی کی زیارت کرنے والے جانتے ہیں کہ ان کا حافظہ غضب کا تھا، ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والا ان کی یادداشت اور قوت استحضار پر حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، انہوں نے ایک ماہ میں قرآن پاک یاد کیا" [3]

---

[1] محمد مصطفےٰ رضا خاں، مولانا، ملفوظات ص ۱۲

[2] منظور احمد شاہ، مولانا، حسنۃ الحرمین (مکتبہ فریدیہ، ساہیوال) ص ۹۲

[3] نسیم بستوی، مولانا، اعلیٰ حضرت بریلوی (مکتبہ نوری لاہور) ص ۱۰۔۱۰

atnetwork.org

ایک دن اور رات میں تنقیح الفتاوی الحامدیہ کی دو جلدیں دیکھ کر مولانا وصی احمد محدث سورتی کو واپس کر دیں اور جب انہوں نے فرمایا کہ ملاحظہ فرمالیں تو صحیح دیں۔ امام احمد رضا نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینے تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتویٰ لکھ دوں گا اور مضمون تو انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کے لیے محفوظ ہو گیا۔" [1]

۱۳۲۳ھ میں دوبارہ حج و زیارت کے لیے گئے تو مکہ معظمہ میں مسئلہ علم غیب میں عظیم و جلیل کتاب الدولۃ المکیہ، مجموعی طور پر آٹھ گھنٹوں میں لکھوا دی، باوجودیکہ آپ کے پاس کتابیں موجود نہ تھیں اور مدینہ طیبہ حاضری کی جلدی تھی۔ مزید برآں بخار کی حالت میں آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ اور اقوال ائمہ سے اپنے موقف کو ثابت کیا اور بڑی محنت سے ثابت کیا۔

ان کی تصانیف کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ مبدأ فیاض نے انہیں حیرت انگیز حافظہ اور قوتِ استحضار سے نوازا تھا۔

لیکن حیات کے بجائے محض مخالفت کی عینک سے دیکھا جائے تو اس قسم کا تاثر ابھرتا ہے:

"وہ غائب دماغ تھے، یادداشت کمزور اور نسیان غالب تھا۔ ایک دفعہ عینک اونچی کر کے ماتھے پر رکھ لی، گھنٹوں کے بعد تلاش کرنے لگے، کچھ دیر بعد ہاتھ پھیرا تو عینک مل گئی۔" [2]

---

[1] نسیم بستوی، مولانا: اعلیٰ حضرت بریلوی، ص ۸۲

[2] احمد رضا البریلوی، امام: الدولۃ المکیہ (مکتبہ لاشیخ ترکی)، ص ۱۵۱

[3] ایضاً، " " " ص ۹

[4] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ ص ۱۴

atnetwork.org

واقعہ یہ ہے کہ جب انسان کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہو تو اس کی توجہ آس پاس کی کسی چیزوں کی طرف نہیں ہوتی۔ امام مسلم (صاحب صحیح مسلم) ایک حدیث کے تلاش کرنے میں اس قدر منہمک ہوئے کہ پاس رکھی ہوئی کھجوروں کی بڑی مقدار تناول فرما گئے اور یہی حادثہ ان کے وصال کا سبب بن گیا۔ مینک کی طرف توجہ نہ ہونے کو غلبۂ نسیان کی دلیل بنانا اور تحقیق مسائل کے دوران صرف سالن کھا لینے اور روٹی کی طرف نظر نہ جانے سے آنکھ کے بے نور ہونے پر استدلال کسی طرح بھی معقول نہیں ہے۔

قوتِ ایمان

حدیث شریف میں سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا اس بلا سے محفوظ رہے گا، وہ دعا یہ ہے:

الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا۔

امام احمد رضا بریلوی طاعون کے کئی بیماروں کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ چکے تھے اور انہیں یقین تھا کہ یہ مرض مجھے لاحق نہ ہوگا۔

ایک دعوت میں گائے کے گوشت کے کباب تیار کیے گئے تھے۔ گائے کا گوشت آپ کی طبیعت کے لیے سخت مضر تھا، لیکن ازراہِ اخلاق صاحبِ خانہ سے کوئی اور چیز طلب نہ کی، وہی کباب کھا لیے۔ اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ بات چیت بند ہو گئی۔ کان کے پیچھے گلٹیاں نمودار ہو گئیں۔ ساتھ ہی تیز بخار آ گیا، ان دنوں بریلی شریف میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ طبیب کو بلایا اس نے کہا یہ وہی ہے۔ امام احمد رضا مطمئن تھے کہ طاعون نہیں ہے۔ رات کے آخری حصے میں بے چینی بڑھی تو دعا کی:

اَللّٰھُمَّ صَدِّقِ الْحَبِیْبَ وَکَذِّبِ الطَّبِیْبَ۔

nzratnetwork.org

"اے اللہ! اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات سچی کر دکھا اور طبیب کی بات جھوٹی بنا دے۔"

اتنے میں کسی نے دائیں کان کے قریب منہ کر کے کہا کالی مرچ اور مسواک استعمال کرو ان دونوں چیزوں کا استعمال کرنا تھا کہ کلی بھر خون آیا اور طبیعت بحال ہو گئی اور طبیب کو پیغام بھجوا دیا کہ آپ کا وہ طاعون دفع ہو گیا۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

"میں خوب جانتا تھا کہ یہ (طبیب) غلط کہہ رہا ہے، نہ مجھے طاعون ہے نہ ان شاء اللہ العزیز کبھی ہوگا، اس لیے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دعا پڑھ لی ہے۔"[1]

اس کے برعکس مخالف کا قلم یہ کہتا ہے:

"وہ طاعون میں مبتلا ہوئے اور خون کی قے کی۔"[2]

خود انصاف کیجیے کہ اس بیان کا حقیقت سے ذرہ بھر بھی تعلق ہے؟

غیرتِ عشق

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں سرشار ہونا ایک عالم کے نزدیک مسلم ہے اور محبت وہ نازک اور لطیف جذبہ ہے جو محبوب کی شان میں کسی توہین اور بے ادبی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ امام احمد رضا کی وصیت کے الفاظ ملاحظہ ہوں، فرماتے ہیں:

"جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا

---

[1] محمد مصطفےٰ رضا خان، مفتی اعظم، ملفوظات (سامانہ بک کمپنی، لاہور) ص ۲۰-۱۹

[2] احسان الٰہی ظہیر، البریلویۃ، ص ۱۵

atnetwork.org

کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ ـــــ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے ایسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔" [1]

پروفیسر محمد مسعود احمد امام احمد رضا کے اس انداز پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابلِ اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت تنقید فرمائی ہے اور بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت ہے لیکن کسی مقام پر تہذیب و شائستگی سے گرا ہوا نہیں ہے۔ وہ ناموسِ صطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر آتے ہیں۔ مگر ان کے مخالفین ناموسِ اسلاف کی حفاظت میں بھی تیغ زباں لیے نظر آتے ہیں، دونوں کے طرزِ عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔" [2]

پروفیسر صاحب امام احمد رضا کے اس وصف کو تسلیم و تحسین کے انداز میں پیش کر رہے ہیں لیکن مخالف اپنے جگر کی ٹھنڈک کے لیے تعریف کو کے اسی وصف کو مذموم انداز میں پیش کرتا ہے، ملاحظہ ہو:

سریع الانفعال شدید الغضب، طویل اللسان [3]

"وہ جلد منفعل ہو جاتے، سخت غضب ناک اور زبان دراز تھے۔"

ہمیں تسلیم کہ امام احمد رضا بہت غیور تھے لیکن کس لیے؟ خدا و رسول کے مطالب اور گستاخ کے لیے، جبکہ اہلِ ایمان و محبت کے لیے سراپا لطف و کرم تھے، اقبال نے

---

[1] حسنین رضا خاں، مولانا، وصایا شریف (مکتبہ اشرفیہ مبارک پور)، ص ۱۹

[2] محمد مسعود احمد، پروفیسر، فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں (مرکزی مجلس رضا لاہور)، ص ۱۹۶-۱۹۹

[3] احسان الٰہی ظہیر، البریلویۃ، ص ۱۵

azrathetwork.org

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو شمشیر ہے مومن

لیکن یہ سریع الانفعال، طویل اللسان کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ یہ تو سراسر ایجادِ بندہ ہے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنے پاس سے یہ بھی اضافہ کر دیا۔

لعاناً سباباً، فاحشاً [1]

"کثرت سے لعنت بھیجتے، گالیاں دیتے اور فحش گوئی کرتے تھے۔"

یہ ہے خالص تحریف اور تلبیس۔ یہ عبارت نہ ماقبل سے متعلق ہے اور نہ مابعد سے، درمیان میں اپنے پاس سے یہ الفاظ بڑھا دیئے اور تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ حوالہ بات کی پچ کے لیے ہے، حالانکہ اس کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ یہ انداز دین اور دیانت کے سراسر خلاف ہے۔

حزم و احتیاط

امام احمد رضا بریلوی کی شانِ افتاء اور فقہی جزئیات پر عبور کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں! ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

ندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی وجزئیاتہ یشھد بذالک مجموع فتاواہ وکتابہ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم [2]

"فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر عبور رکھنے میں ان کے زمانے میں شاید ہی کوئی ان کا ہم پلہ ہو، اس پر ان کا فتاویٰ اور ان کی تصنیف کفل الفقیہ شاہد ہے۔"

---

[1] احسان الٰہی ظہیر، البریلویۃ، ص ۱۵

[2] عبدالحی لکھنوی، حکیم، نزہۃ الخواطر (نور محمد، کراچی) ج ۸، ص ۱۴

network.org

مسئلۂ تکفیر میں امام احمد رضا بریلوی کی احتیاط کے بارے میں قاضی عبدالنبی کوکب لکھتے ہیں:

"مقالاتِ یومِ رضا کی تقدیم میں امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے فتوائے تکفیر کی حیثیت اور اہمیت اور اس فتویٰ میں ان کی شرعی احتیاط اور احساسِ ذمہ داری کے بارے میں، میں نے کس انداز میں بحث کی ہے! تقدیم مذکور کے صفحہ ۱۲ پر میں نے صاف طور پر یہ کہا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جن دیوبندی عبارات پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، وہ مفتی شرع کے نزدیک واقعی اور حقیقی طور پر کفریہ تھیں، جن میں کسی تاویل کی قطعاً کوئی گنجائش نہ تھی۔

میرے الفاظ یہ ہیں:

مولانا احمد رضا کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا، یعنی ان کے نزدیک عبارات زیرِ بحث یقیناً کفریہ عبارات تھیں اور کفریہ بھی ایسی کہ جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں پا سکے تھے۔

اس کے بعد میں نے اسی تقدیم کے ص ۱۲ پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے بارے میں بتایا ہے کہ مسئلہ تکفیر میں وہ از حد محتاط اور احساسِ ذمہ داری سے معمور تھے اور یہاں اعلیٰ حضرت کی عبارات بسیاق السطور نقل کرتے ہوئے ان کا یہ نقطۂ نظر دکھایا ہے کہ کفر کا حکم صرف اسی وقت لگایا جاتا ہے جب کوئی ادنیٰ سا احتمال بھی حکمِ اسلام کا باقی نہ رہے۔

نیز اسی کتاب مقالاتِ یومِ رضا کے ص ۱۵ پر اس بندۂ قاصر نے اعلیٰ حضرت کے فتوائے تکفیر کے بارے میں پوری صراحت کے ساتھ یہ اعلان کیا ہے کہ انہوں نے یہ فتویٰ کامل نیک نفسی اور دیانتِ شرعیہ سے لگایا کہ وہ بایقین عباراتِ ملعونہ کو ہرگز قابلِ تاویل تصور نہیں فرماتے تھے، میرے الفاظ صفحہ مذکور پر حسبِ ذیل ہیں:

azratnetwork.org

مولانا احمد رضا (اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز) نے جن عبارات پر کفر کا فتویٰ لگایا وہ یقیناً نیک نفسی اور شرعی دیانت سے لگایا تھا اور یہ کہ وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے کیونکہ ان کے نزدیک یہ عبارات قابلِ تاویل ہرگز نہ تھیں۔"

(مقالاتِ یومِ رضا ص ۱۵)

قارئین نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ میں نے مقالاتِ یومِ رضا کی تقدیم میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کو بحیثیت مفتی شرع مبین کس قدر محتاط اور تحقیق پسند ان کے فتاویٰ مبارکہ کو قاطبۃً (تمام کے تمام) مبنی بر اصول اتقاء قرار دیا ہے[1] لیکن مخالفانہ ذہنیت یہ تاثر دیتی ہے:

"ان (امام احمد رضا) کے محب اور ان کے معتقدات و افکار کے معاون (کوکب) یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ مخالفین پر بہت سخت اور شدید تھے اور اس بارے میں شرعی احتیاط نہیں رکھتے۔"[2]

یہی بات گکھڑ کے مولوی سرفراز نے اپنی کتاب عبارات اکابر میں لکھی تھی جس کے جواب میں قاضی عبد النبی کوکب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیان جاری کیا، جس کا طویل اقتباس اس سے پہلے پیش کیا جا چکا ہے، اس بیان میں قاضی صاحب لکھتے ہیں:

کچھ عرصہ ہوا مجھے ایک دیوبندی مؤلف کی کتاب دکھائی گئی اور نشان دہی کی گئی کہ اس کے صفحات ۲۹ تا ۳۱ پر آپ (مضمون نگار کوکب) کی طرف یہ نظریہ منسوب کیا گیا ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ تکفیرِ دیوبند کو برحق نہیں سمجھتے بلکہ اس فتویٰ کو مبنی بر جذباتیت قرار دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس فتویٰ میں شرعی حدود اور افتاء کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ میں نے فوری طور پر

---

[1] قاضی عبد النبی کوکب،

[2] احسان الٰہی ظہیر،

ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ (جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ) ص ۹-۱۰

البریلویۃ (بحوالہ مقالاتِ یومِ رضا للکوکب ص ۲۰) ص ۱۵

ratnetwork.org

اس افترا سے اظہار برأت کیا اور اس پر لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ پڑھنا ضروری سمجھا۔[1]

قاضی صاحب کے اس بیان کے بعد مخالف کے الزامی حوالہ جات کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ ص ۱۵ پر لکھا:

"ان کی شدت کے سبب ان کے مخلص ترین لوگ الگ ہو گئے مثلاً شیخ محمد یٰسین ناظم مدرسہ اشاعت العلوم۔"

یہ بات حیاتِ اعلیٰ حضرت کے حوالے سے لکھی گئی ہے، حالانکہ اس میں صرف اتنا ہے کہ مولوی محمد یٰسین صاحب دارالعلوم دیوبند کے فارغ اور اشاعت العلوم بریلی کے بانی تھے۔ ایک زمانہ تک خاموشی سے درس و تدریس میں مصروف رہے۔ امام احمد رضا بریلوی کو اپنے استاذ کے مرتبہ میں سمجھتے تھے کیونکہ وہ اعلیٰ حضرت کے دوست مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگرد تھے۔ ۱۳۲۷ھ میں جب دارالعلوم دیوبند کے تمام فارغ ہونے والوں کو جمع کر کے ان کی دستار بندی کی گئی تو ان کا رجحان دیوبندی مکتب فکر کی طرف ہو گیا۔ واقعہ صرف اتنا ہے باقی خود ساختہ داستان ہے کہ وہ امام احمد رضا بریلوی کی شدت کے سبب ان سے الگ ہو گئے تھے۔

صفحہ ۱۴-۱۵ پر حیاتِ اعلیٰ حضرت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں کے والد کا قائم کردہ مدرسہ مصباح التہذیب اُن کی شدت کے سبب اُن سے جُدا ہو گیا اور عین اُن کے گھر میں بریلویوں کے لیے کوئی مدرسہ نہ رہ گیا۔" (ترجمہ)

حالانکہ مولانا ظفر الدین بہاری تحریر فرماتے ہیں:

"بریلی میں ۱۲۸۹ھ میں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہ العزیز نے ایک مدرسہ قائم کیا اور اس کا تاریخی نام مصباح التہذیب (۱۲۸۹ھ) رکھا تھا، دستبرد

---

[1] عبدالغنی کوکب قاضی، رضائے مصطفےٰ کو جزائے مصطفےٰ (جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ) ص ۹

zratnetwork.org

زمانے سے آہستہ آہستہ تنزل کرتا دوسروں کے ہاتھوں میں چلا گیا.....
اہل سنت کے لیے سوا بارگاہ رضوی کے دوسری جگہ تعلیم کی نہ تھی۔ [1]

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مدرسہ مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کے سبب دوسروں کے ہاتھوں چلا گیا۔ امام احمد رضا بریلوی کی سنت کا اس میں دخل نہ تھا۔ نیز یہ کہ بارگاہ رضوی میں اہل سنت کی تعلیم کا انتظام تھا، لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ خود ان کے گھر میں کوئی مدرسہ نہ رہ گیا۔

عبقریت

بعض افراد پیدائشی طور پر جینئس ہوتے ہیں، قدرت کاملہ انہیں حیرت انگیز صلاحیتیں عطا فرما کر دنیا میں بھیجتی ہے۔ بڑے بڑے عقلا ان کی صلاحیتوں کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی بھی ایسے ہی عبقری تھے، ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

استاذ نے جب ابتدائی قاعدہ شروع کروایا تو الف با تا پڑھاتے ہوئے جب لام الف (لا) پر پہنچے تو نو عمر صاحبزادے خاموش ہو گئے۔ استاذ نے جب کہا پڑھو لام الف، تو عرض کیا یہ دونوں تو پہلے ہی پڑھ لیے، دوبارہ کیوں؟ آپ کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خاں پاس ہی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے فرمایا: سب سے پہلے جو الف پڑھا گیا ہے، وہ دراصل ہمزہ ہے، الف چونکہ ساکن ہوتا ہے، اور ساکن کے ساتھ ابتدا مشکل ہوتی ہے، اس لیے اس کی ابتدا میں لام ملا کر پڑھا جاتا ہے تاکہ الف حالت سکون میں پڑھا جا سکے۔ اس پر ذہین صاحبزادے نے عرض کیا کہ پھر لام ہی کی کیا خصوصیت ہے؟ باء، تاء وغیرہ کوئی اور حرف ملا کر بھی پڑھ سکتے تھے۔ جد امجد نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا، دعائیں دیں اور فرمایا:

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت (مکتبہ رضویہ کراچی) ج ۱، ص ۲۱۱

zratnetwork.org

"لام اور الف میں صورۃً خاص مناسبت ہے اور ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک ہی ہے لا یا لا اور سیرۃً اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف اور الف کا قلب لام، یعنی یہ اس کے بیچ میں اور وہ اس کے بیچ میں ہے"

احسان الٰہی ظہیر اس باریک نکتے کو نہیں سمجھے اور تعجب سے پوچھتے ہیں،

"ان مجبوں سے کوئی پوچھے کہ الف اور لام میں صورۃً اور سیرۃً کونسا اتفاق ہے، جسے تین چار سال کے بچے نے سمجھ لیا اور جسے لسانیات کے معلم اور ماہرین سمجھ سکے؟" (ترجمہ)

حالانکہ بات ظاہر ہے کہ لام اور الف میں صورۃً مناسبت یہ ہے کہ دونوں کو ملا کر اس طرح لکھا جاتا ہے لا اسے اگر الٹ لکھیں تو بھی لا ہی لکھا جائے گا اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ لام بصورتِ الف اور الف بصورتِ لام لکھا گیا ہے اور سیرۃً مناسبت یہ ہے کہ ل حرف ہے اور اس کا اسم لام (ل ا م) ہے جس کے درمیان الف آیا ہوا ہے اور حروف تہجی کا پہلا حرف ا ہے، اس کا اسم الف (ا ل ف) ہے، اس کے درمیان لام آیا ہوا ہے، چونکہ ان کے درمیان صورۃً و سیرۃً مناسبت ہے، لہٰذا جب الف کو کسی حرف کے ساتھ ملا کر لکھنے کا ارادہ کیا گیا تو لام کو الف کے ساتھ ملا کر لکھا گیا۔ لا یہ وہ باریک نکتہ تھا جو امام احمد رضا نے پہلی ہی نظر میں سمجھ لیا اور نام کے ماہرینِ تعلیم اب بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اتباعِ سنّت

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی حیاتِ طیبہ سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں

لہ نسیم بستوی، مولانا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی (مکتبہ نبویہ لاہور) ص ۲۷-۲۶

لہ احسان الٰہی ظہیر۔ البریلویۃ، ص ۱۷

atnetwork.org

کہ انہیں اتباعِ سنت سے کس قدر شغف تھا، ان کے ایک ایک فعل کو میزانِ سنت میں تولا جا سکتا تھا، انہیں اکثر طور پر دردِ سر اور بخار کا عارضہ رہتا تھا، اگرچہ یہ غیر اختیاری اور تکلیف دہ امر تھا، لیکن انہوں نے اس میں بھی اتباعِ سنت کا پہلو ڈھونڈ نکالا، فرماتے ہیں:

"دردِ سر اور بخار وہ مبارک امراض ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتے تھے، ایک ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دردِ سر ہوا آپ نے اس فکر میں تمام رات نوافل میں گزار دی کہ رب العزت نے مجھے وہ مرض دیا جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتا تھا۔ ہر ایک مرض یا تکلیف جسم کے جس موضع پر ہوتی ہے، وہ زیادہ کفارہ اسی موقع کا ہے کہ جس کا تعلق خاص اس سے ہے، لیکن بخار وہ مرض ہے کہ تمام جسم میں سرایت کر جاتا ہے، جس سے باذنہٖ تعالیٰ تمام رگ رگ کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ الحمد للہ کہ مجھے اکثر حرارت، دردِ سر رہتا ہے۔" ملخصاً[1]

نگاہِ عداوت، اتباعِ سنت کی فضیلت کو کس انداز میں پیش کرتی ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"وہ (امام احمد رضا) انبیاء سے کم شان پر راضی نہیں ہوتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے مریدین کو دردِ سر اور بخار کی شکایت کرتے ہوئے کہا:

یہ بیماریاں مبارک ہیں اور ہمیشہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوا کرتی تھیں، (الحمد للہ مجھے بھی لازم ہیں، جیسے انہیں لازم تھیں)۔"[2]

دیکھا آپ نے کہاں اتباعِ سنت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور کہاں انبیاء کی ہمسری کا دعویٰ کرنا! پھر یہ کہ انہوں نے ان عوارض پر شکایت کہاں کی ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ ارادہ و انتباہ کے بغیر سنتِ انبیاء حاصل ہو گئی۔

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خان، مولانا، ملفوظات (رضا اینڈ کمپنی لاہور) ص ۶۴

[2] نفسیر البریلویۃ، ص ۱۷

ziaulnetwork.org

ہمسری کا دعویٰ دیکھنا ہو تو تقویۃ الایمان کا مطالعہ کر ڈالیے لکھتے ہیں،

"اولیاء و انبیاء و امام زادہ پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔"[1]

یہ ہے دعوائے ہمسری کہ ہمارے اور انبیاء کے درمیان اتنا ہی فرق ہے کہ وہ بڑے بھائی اور ہم چھوٹے بھائی۔ اس پر امام احمد رضا بریلوی کا تبصرہ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں،

آں یکے گویاں محمد آدمی ست — چوں من و تو وحی او را برتریست
جز رسالت نیست فرقے درمیاں — من برادر خورد و او کلاں
ایں نداند از عمی آں ناسزا — یا نخوست ایں ثمرۂ شوم خدا
کہ بود مر لعل را فضل و شرف — کے بود ہم سنگ او، سنگ خزف
واں دہے کز مشک مذبوحے جہد — کے بفضلِ مشک او فرقی رسد
ہے چہ گفتم ایں چنیں شبہ شنیع — کے بود شایان آں قدر رفیع
لعل چہ بود جوہرے با سُرخیے — مشک چہ بود خونِ ناف وحشیے
مصطفیٰ نورِ جنابِ امر کُن — آفتابِ بُرجِ علم من لدن
معدنِ اسرارِ علّامُ الغیوب — برزخِ بحرینِ امکان و وجوب[2]

● "ایک شخص کہتا ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میری طرح آدمی ہیں، انہیں وحی میں مجھ پر برتری حاصل ہے۔

● رسالت کے علاوہ اور کوئی فرق نہیں، وہ بڑے بھائی ہوئے اور میں چھوٹا

---

[1] محمد اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان (مرتبہ محمد یونس)، ص ۱۴۔

[2] احمد رضا بریلوی، امام: حدائقِ بخشش (مدینہ پبلشنگ، کراچی) ج ۲، ص ۱۸۸

truthnetwork.org

- وہ نالائق نابینائی کے سبب نہیں جانتا، یا یہ خدائی مہر کا نتیجہ ہے۔
- کہ سنگریزہ اور ٹھیکرا، فضیلت و شرافت میں لعل کا ہمسر کیسے ہو سکتا ہے؟
- وہ خون جو مچھر کی شہ رگ سے نکلتا ہے، وہ مشکِ اذفر کا ہم پایہ کیسے ہو سکتا ہے؟
- ہائے افسوس! میں نے یہ نامناسب تشبیہ کیا بیان کر دی،
  یہ اس شانِ بلند کے شایانِ شان کیسے ہو سکتی ہے؛
- مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بارگاہِ الٰہی کا نور اور علمِ لدنی کے بُرج کا آفتاب ہیں
- علّام الغیوب جل وعلا کے اسرار کی کان اور امکان و وجوب کے دریاؤں کی حد فاصل ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی، حروف ابجد کے لحاظ سے تاریخ نکالنے میں بے نظیر تھے، ان کی اکثر تصانیف کے نام ایسے بچے تُلے ہوتے تھے کہ وہ کتاب کے موضوع کی نشان دہی بھی کرتے اور اس کے ساتھ ہی سن تصنیف کی تعیین بھی کر دیتے تھے اور کیا مجال کہ حرفی عبارت میں کوئی جھول پیدا ہو۔ انہوں نے اپنی تاریخِ پیدائش اس آیت سے استخراج کی یعنی ابجد کے حساب سے اعداد حروف کو جمع کیا جائے تو مجموع ۱۲۷۲ھ ہوگا، یہی آپ کا سالِ ولادت ہے؛

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔

"یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے رُوح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی۔"

اور فرماتے ہیں،

اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم، ایک پر لکھا ہوگا "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" دوسرے پر لکھا ہوگا "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"۔ اور بحمداللہ تعالیٰ

tnetwork.org

ہر بد مذہب پر ہمیشہ فتح و ظفر حاصل ہوئی۔ رب العزۃ جل جلالہ نے روح القدس سے تائید فرمائی۔" [1]

اعداء کی نظر میں یہ بھی انبیاء کی ہمسری ہے، لکھا ہے:

وعلیٰ ذٰلک کان یقول: ان تاریخ ولادتی یستخرج من قول اللہ عزّ وجلّ والذی ینطبق علیّ۔ [2]

"(انبیاء کی شان سے کم پر راضی نہیں ہوتے) اسی بنا پر کہتے تھے کہ میری ولادت کی تاریخ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے نکلتی ہے اور یہ فرمان مجھ پر منطبق ہے۔"

اسے کہتے ہیں سینہ زوری، دعویٰ اور دلیل میں ہے کوئی مناسبت؟ آیت مبارکہ سے تاریخ ولادت کیا نکالی کہ انبیاء کی ہمسری کا دعویٰ ہو گیا، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

معصوم کون؟ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی نبوت سے متعلق عقائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک (فرشتے) کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتے کے سوا کوئی معصوم نہیں، اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بدمذہبی ہے۔ عصمتِ انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہو لیا، جس کے سبب ان سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے، بخلاف اکثر اولیاء کبار کہ اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے اور ان سے گناہ ہوتا نہیں۔ اگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔" [3]

خلاصہ یہ کہ انبیاء کرام اور ملائکہ معصوم ہیں اور اولیاء کرام محفوظ۔ حیات اعلیٰ حضرت

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱

[2] ظہیر البریلویۃ، ص ۱۸-۱۷

[3] امجد علی اعظمی، مولانا، بہارِ شریعت (مکتبہ اسلامیہ لاہور) ج ۱، ص ۱

ratnetwork.org

مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم (مطبوعہ فیصل آباد) اور انوارِ رضا میں مختلف واقعات کے ضمن میں لکھا گیا کہ امام احمد رضا بریلوی غلطی اور خطا سے محفوظ اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے پیرے میں تھے۔ مخالفت آلود قلم نے ان کتابوں کے اقتباس نقل کیے اور حفاظت کا سرِ عصمت سے کر دیا اور تاثر دیا کہ امام احمد رضا کے معتقدین انہیں مقامِ نبوت پر فائز کرنا چاہتے ہیں۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت کا ایک اقتباس نقل کر کے اپنے پاس سے یہ جملہ بڑھا دیا:

یعنی ان العصمۃ کانت حاصلۃ لہٗ [1]

"واقعی قلم کی آبرو سے کھیلنا اسی کو کہتے ہیں"

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ [2]

"تم میں سے کوئی کامل الایمان نہیں ہوگا، جب تک اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائے"

ایک دوسری حدیث قدسی میں فرمایا کہ بندہ فرائض کے بعد نوافل ادا کرتے کرتے اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے: ولسانہ الذی یتکلم بہ [3]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اس کی زبان ہوتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے"

اسی بنا پر حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

---

[1] احسان الٰہی ظہیر، البریلویۃ، ص ۱۸

[2] شیخ ولی الدین، امام، مشکوٰۃ شریف (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)، ص ۳۰

[3] محمد اسمٰعیل دہلوی، صراطِ مستقیم (فارسی) (مکتبہ سلفیہ، لاہور)، ص ۱۲

atnetwork.org

محدثِ اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی، امام احمد رضا بریلوی کے متعلق فرماتے ہیں:

"درحقیقت اعلیٰ حضرت غوث پاک کے ہاتھ میں ہوں قلم در دست کاتب تھے، جس طرح غوث پاک سرکارِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہوں قلم در دست کاتب تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسول پاک اپنے رب کی بارگاہ میں ایسے تھے جیسے قرآن کریم نے فرمایا: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى"[1]

اس عبارت کو ایک مرتبہ پھر پڑھیے، کیا اس سے سوائے اس کے کچھ اور معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی مکمل طور پر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تابع فرمان تھے اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم کے مکمل طور پر پیروکار۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو یہ ہے: "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" آپ کی گفتگو بھی اپنی خواہش سے نہیں۔"

لیکن مخالفت کی عینک سے دیکھنے والے کو اس میں بھی یہی نظر آتا ہے کہ امام احمد رضا کو پیر اسماعیل بنایا جا رہا ہے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ من ذالک۔

ملک شیر محمد اعوان (کالا باغ) نے لکھا ہے:

"آپ نے تصنیف کا کام جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں وہ اس بات کے شاہد عادل ہیں کہ آپ کا وجود کیاتِ تعاونی میں سے ایک اہم آیت کا درجہ رکھتا تھا۔"[2]

یہ عبارت بھی بعض لوگوں کو کھٹکتی ہے۔

---

[1] سید محمد محدث کچھوچھوی، انوارِ رضا (شرکت حنفیہ لاہور) ص ۲۷۰

[2] شیر محمد خان اعوان، ملک، ۔۔۔ ص ۱۰۰

[3] ظہیر، ۔۔۔ البریلویہ، ص ۱۹ ۔۔۔

tnetwork.org

حالانکہ ظاہر ہے کہ آیت سے مراد قرآن پاک کی آیت تو ہے نہیں، آیت کا لغوی معنی مراد ہے۔ امام احمد رضا کی حیاتِ مبارکہ سے واقفیت رکھنے والا ہر منصف اس بات کا اعتراف کرے گا۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"سید العلماء و سند الاولیاء، حجۃ اللہ علی العالمین وارث الانبیاء والمرسلین"[1]

حضرت شاہ صاحب کو حجۃ اللہ علی العالمین کہا جا سکتا ہے تو امام احمد رضا بریلوی کو تمثیلاً آیات اللہ کیوں نہیں کہہ سکتے۔

مظہرِ صحابہ کرام

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حیاتِ طیبہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ مکرم سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اطاعت سے عبارت تھی۔ ان کی انتہائی کوشش یہ ہوتی کہ محبوبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا کو نہ صرف محفوظ کیا جائے، بلکہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔ نیز سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت کی خاطر وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار رہتے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تقویٰ و طہارت اور حبِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عکسِ جمیل تھے۔

امام احمد رضا بریلوی کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباعِ سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا، یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ

---

[1] محمد اسمٰعیل دہلوی، صراطِ مستقیم، فارسی، ص ۱۶۲

atnetwork.org

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے زہد و تقویٰ کا مثل کرتے تھے۔[۱]

وصایا شریف کے پہلے ایڈیشن کا کاتب اہل سنت و جماعت کا مخالف تھا۔ اس نے یہ عبارت تبدیل کر دی اور غلط عبارت چھپ گئی۔ مرتب وصایا مولانا حسنین رضا خان نے وضاحت کی کہ میری مصروفیت کے سبب وصایا شریف ویسے ہی چھپ گیا۔ پھر انہوں نے مذکورہ بالا صحیح عبارت بھی بیان کر دی کہ چونکہ میری غفلت اور بے توجہی شامل ہے اپنی غفلت سے توبہ کرتا ہوں اور سنی مسلمانوں کو اطلاع کرتا ہوں کہ وصایا شریف کے صفحہ ۲۲ میں اس عبارت کو کاٹ کر عبارت مذکورہ والا لکھیں۔[۲]

اس کے بعد یہ کہنے کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا۔

وعلیٰ ذالک قال احد المحدثین لاصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان زیارۃ القبر اول مرۃ اشتیاقا الی زیارۃ اصحاب النبی علیہ السلام۔[۳]

قابلِ رشک بچپن

امام احمد رضا بریلوی کا بچپن جامع کمالات علمیہ تھا۔ چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید پڑھ لیا۔[۴]

چھ سال کی عمر میں پڑھنے لگے کہ ۱۰ ربیع الاول میں میلاد شریف کے موضوع پر پہلی طویل تقریر کی۔[۵] اور تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں درسِ نظامی سے

---

[۱] نسیم اختر مصباحی، مولانا، تحریر ایمان افروز وصایا (مکتوب شریف مرتبہ کے) ص ۲۲

[۲] ایضاً، " " " " " ص ۲۵

[۳] تحریر، الیر بلوچ، ص ۱۹

[۴] ڈاکٹر عماد الدین آسنوی، انوار رضا ص ۲۸۵

[۵] نسیم بستوی، مولانا، اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۳۰

network.org

فارغ ہوتے۔ [1]

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے ایک مرتبہ فرمایا،

"میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا، اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی۔ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی، اس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔" [2]

کرامات کو تسلیم نہ کرنے والے اس واقعہ کو حیرت بلکہ انکار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں [3] حالانکہ خود انہیں تسلیم ہے کہ امام احمد رضا بریلوی علمی خاندان میں پیدا ہوئے تھے [4] پھر اس میں تعجب کی کونسی وجہ ہے کہ والد ماجد اور جدامجد کی توجہات کی بدولت وہ بچپن میں عربی میں گفتگو کرنے پر قادر ہوں، قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ کے بچے بھی عربی میں گفتگو کرتے ہیں۔

یہ مشہور اور مسلم ہے کہ سید احمد بریلوی، شاہ اسمٰعیل دہلوی کے پیر و مرشد مروجہ درسی علوم حاصل نہیں کر سکے تھے، اس کے باوجود انہیں کتاب و سنت کا عالم ثابت کرنے کے لیے مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ایک طریقہ اختیار کیا، وہ لکھتے ہیں،

"اللہ تعالیٰ کی عادت اسی قانون پر جاری ہے کہ کتاب و سنت کے مضامین کتب عربیہ اور فنون ادبیہ کے حاصل کرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں، لیکن بعض نفوس کاملہ کو خرق عادت (کرامت) کے طور پر ان مضامین لطیفہ پر پہلے اطلاع دے دیتے ہیں اور اسے قوم کی اصطلاح میں علم لدنی کہتے ہیں

---

[1] مظفر الدین بہاری، مولانا — حیات اعلیٰ حضرت — ص ۲۲

[2] ظہیر، — البریلویۃ — ص ۱۹

[3] ایضاً، — " — ص ۱۳

Network.org

اور وہ فنونِ ادبیہ بعد میں میسر ہوتے ہیں، بلکہ بعض اوقات مبادی کے حاصل کرنے میں مبتدیوں کی طرح ان فنون کے اساتذہ کی طرف محتاج ہوتے ہیں، بلکہ بعض اوقات ابتدائی علوم و فنون سے خالی رہتے ہیں۔" [1]

ملاحظہ فرمایا آپ نے، اپنے پیر و مرشد کا کمال ثابت کرنے کے لیے طرقِ عادت کرامت بھی تسلیم، علمِ لدنی بھی مسلم، بلکہ کتبِ عربیہ اور فنونِ ادبیہ سے محروم رہنے کے باوجود کتاب و سنت کے مضامین کا حصول نہ صرف مانا جا رہا ہے، بلکہ دوسروں کو خوانے پر زور بیان صرف کیا جا رہا ہے لیکن امام احمد رضا بریلوی کا بچپن میں عربی میں گفتگو کرنا ایسا بعید امر ہے کہ حق سے اُترتا ہی نہیں، اس جگہ نہ کرامت تسلیم نہ علمِ لدنی کی گنجائش!

اہلِ سنت و جماعت پر بلاوجہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے امام کو انبیاء سے تشبیہ دینا چاہتے ہیں، بلکہ انبیاء سے بلند مرتبہ دکھانا چاہتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک ——— اور یہ کہ امام احمد رضا بریلوی، اساتذہ کی تعلیم کے محتاج نہ تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدائش کے وقت ہی علم عطا فرما دیا تھا ——— پھر طنزیہ انداز میں کہتے ہیں "یا پھر ولادت سے پہلے ہی علم دے دیا تھا۔" [2]

حالانکہ اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ولی کو نبی کے برابر یا افضل ماننا کفر ہے۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی فرماتے ہیں:

"ولی کتنا ہی بڑے مرتبے والا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل یا برابر بتائے، کافر ہے۔" [3]

باقی رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ پیدائش کے وقت یا اس سے پہلے بھی علم عطا فرما دے،

---

[1] محمد اسمٰعیل دہلوی، صراطِ مستقیم، فارسی، ص ۱۶۵-۱۶۶

[2] تفہیم، البریلویۃ، ص ۱۷

[3] امجد علی اعظمی، مولانا، بہارِ شریعت (شیخ غلام علی، لاہور) ج ۱، ص ۱۵

rathetwork.org

تو اس میں کونسی بات قابلِ اعتراض ہے؟ آیا یہ کہ اس وقت انسان میں قابلیت نہیں ہے؟ تو اس کے لیے سید صاحب کے بارے میں مذکورہ بالا عبارت میں نفوسِ کاملہ، خرقِ عادت، اور علم لدنی کے الفاظ کی یاددہانی کافی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شبہ ہے، تو خود سوچ لیجیے کہ آپ کا ٹھکانا کہاں ہے؟

نبوت کا دعویدار کون؟

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے صراطِ مستقیم نامی کتاب سید صاحب کی امامت بلکہ اس سے بھی بلند مقام ثابت کرنے کے لیے لکھی تھی، اس کا انداز ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

"جو شخص ذات کا مراقبہ اس لحاظ سے کرے کہ وہ کمالاتِ نبوت کا مشتاق ہے، اسے نبوت کے ایک معنی پر فائز کردیں گے، جس کا ادنیٰ درجہ اچھی خوابیں ہیں، اسی طرح دوسرے درجے میں معنیٔ رسالت کا اس پر فیضان ہوگا اور اسے تفہیم، تعلیم اور غافلوں، جاہلوں اور معاندوں سے مناظرہ کا الہام کیا جائے گا۔ تیسرے درجے میں نافرمانوں، سرکشوں کو ہلاک کرنے اور اطاعت کرنے والے مخلصین کو انعام واکرام کی بہت قوت بخشتے ہیں۔"[1]

غور فرمایا آپ نے کہ مراقبہ کے پہلے درجے میں معنیٔ نبوت، دوسرے درجے میں معنیٔ رسالت اور تیسرے درجے معنیٔ نعمت و ہلاکت دینے کی قوت دی جاتی ہے، یعنی آخر میں خدائی دے دی جاتی ہے۔ تقویۃ الایمان کا فتویٰ بھی سامنے رہے:

"یعنی اللہ سے زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے، محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجیے۔"[2]

---

[1] محمد اسمٰعیل دہلوی، صراطِ مستقیم، فارسی، ص ۱۲۸

[2] ایضاً، تقویۃ الایمان (اخبار محمدی دہلی) ص ۱۶۳

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی کو فائدہ اور نقصان پہنچانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور یہی بات صراطِ مستقیم کے مطابق مراتب کے تیسرے درجے میں حاصل ہو جاتی ہے۔

صراطِ مستقیم کا خاتمہ پوری کتاب کا مقصد معلوم ہوتا ہے، اس کے چند اقتباسات دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھ لیجیے، لکھتے ہیں،

"جاننا چاہیے کہ حضرت (سید احمد بریلوی) ابتدائے فطرت سے طریق نبوت کے اجمالی کمالات پر پیدا کیے گئے تھے۔"[1]

پھر سید صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ اس بیعت کے اثرات شاہ اسمٰعیل دہلوی کی زبانی سنیے،

"حصولِ بیعت اور حضرت شاہ صاحب کی توجہات کی برکت سے بڑے دقیع معاملات ظاہر ہوئے۔ ان عجیب واقعات کے سبب سے وہ کمالات طریق نبوت جو ابتدائے فطرت میں اجمالاً مندرج تھے، تفصیل اور شرح کو پہنچ گئے۔"[2]

اس کے بعد ایک خواب بیان کرتے ہیں،

"ایک دن ولایت مآب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب میں دیکھا۔ جناب علی مرتضیٰ نے حضرت سید صاحب کو اپنے دستِ مبارک سے غسل دیا اور ان کے بدن کو خوب اچھی طرح دھویا جیسے باپ اپنے بیٹوں کو غسل دیتے ہیں اور جناب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہت قیمتی لباس اپنے دستِ مبارک سے انہیں پہنایا۔"[3]

---

[1] محمد اسماعیل دہلوی، صراطِ مستقیم، فارسی، ص ۱۹۳

[2] ایضاً، " " " ص ۱۹۴

[3] ایضاً، " " " ص ۱۹۴

azratnetwork.org

اس وقت دہلوی صاحب کو نہ تو یاد رہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بعد از وصال تصرف ثابت کیا جا رہا ہے اور نہ ہی حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بے ادبی کا احساس رہا، کیونکہ وہ تو سید صاحب کے لیے کمالاتِ راہ نبوت کی راہ کھولنے میں مصروف تھے آخر میں ٹیپ کا بند بھی ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

پس بسبب ہمیں واقعہ کمالات طریق نبوت، نہایت جلوہ گر گردید و اجتبائی ازلی کہ در ازل الازال مکنون بود بر منصۂ ظہور رسید و عنایتِ رحمانی و تربیتِ یزدانی بلا واسطہ احدی مکتفل حال ایشاں شد و معاملاتِ متواترہ و وقائع منکاشفہ پی در پی بوقوع آمد اینکہ روزے حضرت جل و علا دست راست ایشاں را بدستِ قدرت خاص خود گرفتہ و چیزے را از امورِ قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع بود و پیش روئی حضرت ایشاں کردہ فرمود کہ ترا ایں چنیں مادہ ام و چیز ہائے دیگر خواہم داد۔[1]

"اسی واقعہ کے سبب کمالات طریق نبوت کامل طور پر جلوہ گر ہوئے اور ازلی انتخاب کہ ازل الازال میں پوشیدہ تھا منصۂ ظہور پر پہنچا اور رحمانی عنایت اور یزدانی تربیت کسی کے واسطہ کے بغیر ان کے حال کی کفیل ہو گئی معاملات اور واقعات متواتر اور تسلسل سے پیش آئے۔ یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے سید صاحب کا ہاتھ اپنی قدرتِ خاص کے ہاتھ میں پکڑا اور امورِ قدسیہ میں سے بلند عجیب چیز حضرت کے چہرے کے سامنے کی اور فرمایا تمہیں یہ کچھ دیا ہے اور بہت سی دوسری چیزیں بھی دوں گا۔"

مزید واشگاف انداز ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

القصہ امثال ایں وقائع و اشباہ ایں معاملات صدہا در پیش آمد تا ایں کہ

---

[1] محمد اسمٰعیل دہلوی، صراطِ مستقیم، فارسی ص ۱۶۴

ratnetwork.org

کمالاتِ طریقِ نبوت بدرجۂ علیا سے خود رسید والہام و کشف بعلوم حکمت
انجا میدایں ست طریق استفادۂ کمالاتِ راہ نبوت بلہ

الغرض ایسے صدہا واقعات اور معاملات پیش آئے، یہاں تک کہ کمالاتِ
طریقِ نبوت اپنی انتہائی بلندی کو پہنچ گئے اور الہام و کشف علوم حکمت تک
پہنچ گئے۔ یہ ہے کمالاتِ راہِ نبوت کے حاصل کرنے کا طریقہ۔

اہلِ سنت پر محض الزام ہے کہ وہ اپنے امام کو انبیاء کے برابر بلکہ ان سے بڑھ کر
ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ "بہارِ شریعت" کے حوالے سے اہلِ سنت کا عقیدہ اس سے پہلے بیان
کیا جا چکا ہے کہ کسی ولی کو نبی کے برابر یا افضل جاننا کفر ہے، لیکن مذکورہ بالا عبارت کا ایک
دفعہ پھر مطالعہ کیجیے، تو کھل جائے گا کہ کس طرح سید صاحب کی ابتداءِ فطرت میں کمالاتِ
طریقِ نبوت اجمالاً مندرج دکھائے گئے۔ پھر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی بیعت کے
بعد وہ کمالاتِ طریقِ نبوت شرح و تفصیل تک پہنچے۔ پھر کمالاتِ طریقِ نبوت نہایت
جلوہ گر دیدہ اور اس کے بعد ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور پھر تصریح کی کہ
کمالاتِ طریقِ نبوت بدرجۂ علیا سے خود رسید، کمالاتِ طریقِ نبوت اپنی انتہائی بلندی
کو پہنچ گئے۔

اب ہمیں بتایا جائے کہ اپنے پیر و مرشد کو منصبِ نبوت پر کون فائز دکھانا چاہتا ہے
اہلِ سنت یا غیر مقلدین؟ یاد رہے کہ شاہ اسمٰعیل دہلوی علمائے غیر مقلدین کے نزدیک
مسلم امام کا درجہ رکھتے ہیں۔ حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

وکذلک من ادعیٰ مجالسۃ اللہ والعروج الیہ
ومکالمتہ لہ

لہ محمد اسماعیل دہلوی، صراطِ مستقیم، فارسی، ص ۱۶۵
لہ قاضی عیاض، امام، الشفاء (فاروقی کتب خانہ ملتان) ج ۲، ص ۱۵۴

atnetwork.org

"اسی طرح وہ شخص کافر ہے جو دائمی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی اس کی طرف عروج اور اس کے ہم کلام ہونے کا دعویٰ کرے۔"

امام احمد رضا بریلوی کے معتقدین پر تو یہ اعتراض ہے کہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدائش کے وقت ہی علم عطا فرمایا تھا لیکن غیر مقلدین کے پیر و مرشد کے بارے میں یہ کہا جا رہا ہے اور اس پر کسی غیر مقلد کو اعتراض بھی نہیں۔

"حضرت ابتدائے فطرت سے طریق نبوت کے اجمالی کمالات پر پیدا کیے گئے تھے۔"[1]

"پھر یہ کمالات شرح و تفصیل تک پہنچے۔"[2]

"پھر بواسطہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ہم کلامی۔"[3]

"پھر کمالات طریق نبوت انتہائی بلندی کو پہنچ گئے۔"[4]

بچپن کا ایک واقعہ

امام احمد رضا بریلوی کی نوعمری کا زمانہ ہے، والد ماجد مولانا نقی علی خاں سے اصولِ فقہ کی دقیق ترین کتاب مسلم الثبوت پڑھ رہے تھے، ایک جگہ حاشیہ پر والد ماجد نے ایک جواب کی تقریر لکھی تھی، اب جو دیکھتے ہیں تو اس سے آگے کتاب کا مطلب اس انداز میں لکھا ہوا تھا کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ ہوتا تھا اور نہ جواب کی ضرورت رہتی تھی۔ اس تقریر کو دیکھ کر انہیں مسرت ہوئی اور یہ معلوم کر کے تو بہت ہی مسرور ہوئے کہ یہ تقریر ان کے

---

[1] محمد اسمٰعیل دہلوی، صراطِ مستقیم، فارسی ص ۱۶۳
[2] ایضاً، " " " ص ۱۶۴
[3] ایضاً، " " " ص ۱۶۴
[4] ایضاً، " " " ص ۱۶۵

athetwork.org

ہر بہار صاحبزادے اور شاگرد نے لکھی تھی، اٹھا کر سینے سے لگالیا اور فرمایا:

"احمد رضا! تم مجھ سے پڑھتے نہیں بلکہ مجھ کو پڑھاتے ہو۔"[1]

اعتراض برائے اعتراض کرنے والوں کے لیے یہ امر بھی باعثِ حیرت و انکار ہے۔[2] حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی جعفری صلاحیتوں کو دیکھ کر ایک دنیا انگشت بدنداں ہے۔

مرزا غلام قادر بیگ کون تھے؟

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے مخالفین کی بے مائیگی کا یہ عالم ہے کہ پاور ہوا الزامات عائد کرنے سے بھی نہیں چوکتے اور یہ نہیں سوچتے کہ شکوک و شبہات کی تاریکی چھٹتے کتنی دیر لگے گی اور جب ظلمتِ شبِ اعتراضات دور ہوگی تو امام احمد رضا بریلوی کا قد اور اونچا ہو چکا ہوگا۔

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے:

والجدیر بالذکر ان المدرس الذی کان یدرسہ مرزا غلام قادر بیک کان اخا المرزا غلام احمد المتنبی القادیانی۔[3]

"قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ جو مدرس انہیں پڑھایا کرتا تھا۔ مرزا غلام قادر بیگ نبوت کے جھوٹے دعوے دار مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔"

اس سلسلے میں چند امور توجہ طلب ہیں:

ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ ثابت کیا جائے کہ امام احمد رضا بریلوی کے استاذ

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا — حیات اعلیٰ حضرت — ص ۱۳۷

[2] نعیم، — البریلویۃ — ص ۱۹

[3] ایضاً — " — ص ۲۰

ratnetwork.org

مرزا غلام قادر بیگ مرزا قادیانی کے بھائی تھے، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔

کان یدرسہ کا یہ مطلب ہے کہ مرزا غلام قادر بیگ مستقل استاذ تھے جن سے امام احمد رضا بریلوی نے تمام یا اکثر و بیشتر کتابیں پڑھی تھیں، حالانکہ ان سے صرف چند ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں:

"میزان منشعب وغیرہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے پڑھنا شروع کیا۔"[1]

"جب عربی کی ابتدائی کتابوں سے حضور فارغ ہوئے تو تمام درسیات کی تکمیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا مولوی نقی علی صاحب ..... سے تمام فرمائی۔"[2]

ردِّ مرزائیت

امام احمد رضا بریلوی کے مخالفین بھی تسلیم کریں گے کہ وہ مرزائیوں اور اسلام کے نام پر بدمذہبی پھیلانے والے تمام فرقوں کے لیے شمشیر بے نیام تھے۔ مرزائیوں کے خلاف متعدد رسائل تحریر فرمائے۔ چند نام یہ ہیں:

(۱) اَلْمُبِیْنُ خَتْمَ النَّبِیِّیْنَ

(۲) اَلسُّوْءُ وَالْعِقَابُ عَلَی الْمَسِیْحِ الْکَذَّابِ۔

(۳) قَهْرُ الدَّیَّانِ عَلٰی مُرْتَدٍّ بِقَادِیَانَ

(۴) جَزَاءُ اللّٰهِ عَدُوَّهٗ بِاِبَائِهٖ خَتْمَ النُّبُوَّةِ

(۵) اَلْجُرَازُ الدَّیَّانِیُّ عَلَی الْمُرْتَدِّ الْقَادِیَانِیِّ

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت، ص ۳۲

[2] ایضاً، " " " ص ۳۳

rathetwork.org

آخر الذکر رسالہ ایک سوال کا جواب ہے جو ۲ محرم ۱۳۴۰ھ کو پیش ہوا جس کا آپ نے جواب تحریر فرمایا۔ اسی سال ۲۵ صفر کو آپ کا وصال ہو گیا۔ یہ رسالہ مختصر مقدمہ کے ساتھ مرکزی مجلس رضا لاہور کی طرف سے چھپ چکا ہے۔

ان رسائل کے علاوہ احکام شریعت، المعتمد المستند اور فتاوی رضویہ میں تو مزید تفصیل میں آپ کے فتاوی دیکھے جا سکتے ہیں۔

پروفیسر خالد شبیر احمد فیصل آباد دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں، اس کے باوجود انہوں نے امام احمد رضا بریلوی کے فتوی سے قبل ان تاثرات کا اظہار کیا ہے،

"اس فتوی سے جہاں مولانا کے کمال علم کا احساس ہوتا ہے، وہاں مرزا غلام احمد کے کفر کے بارے میں ایسے دلائل بھی سامنے آتے ہیں کہ جس کے بعد کوئی ذی شعور مرزا صاحب کے اسلام اور اس کے مسلمان ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"[1]

مزید لکھتے ہیں:

"ذیل کا فتوی بھی آپ کی علمی استطاعت، فقہی دانش و بصیرت کا ایک تاریخی شاہکار ہے۔ جس میں آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر کو خود ان کے دعاوی کی روشنی میں نہایت مدلل طریقے سے ثابت کیا ہے، یہ فتوی مسلمانوں کا وہ علمی و تحقیقی خزینہ ہے جس پر مسلمان جتنا بھی ناز کریں، کم ہے۔"[2]

مرزائے قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر ریگ ونیانگر کا معزول تھانیدار تھا[3] وہ پچپن برس کی عمر میں ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا جبکہ امام احمد رضا کے بچپن کے چند کتابوں

---

[1] خالد شبیر احمد، تاریخی مواد سے قادیانیت (قرطاس فیصل آباد) ص ۴۵۵

[2] ایضاً، ص ۴۶۰

[3] ابوالقاسم رفیق دلاوری، رئیس قادیان (مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان) ج ۱ ص ۱۱

[4] ایضاً، ص ۱۲

ratnetwork.org

کے استاذ، مرزا غلام قادر بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے بریلی میں رہے۔ پھر کلکتہ چلے گئے اور بریلی سے بذریعہ استفتاء رابطہ رکھتے رہے۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں:

"میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم و مغفور (مرزا غلام قادر بیگ) کو دیکھا تھا گورا چٹا رنگ، عمر تقریباً اسی سال داڑھی سر کے بال ایک ایک کے سفید عمامہ باندھے رہتے۔ جب کبھی اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لاتے اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے۔ ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ امرتولین میں تھا، وہاں سے اکثر سوالات جواب طلب بھیجا کرتے فتاویٰ میں اکثر استفتاء ان کے ہیں۔ انہیں کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین تحریر فرمایا ہے[1]

فتاویٰ رضویہ جلد سوم مطبوعہ مبارک پور انڈیا کے ص ۸ پر ایک استفتاء ہے جو مرزا غلام قادر بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ کو ارسال کیا تھا۔

ان تفصیلات کو پیش نظر رکھیے آپ کو خود بخود یقین ہو جائے گا۔ مرزائے قادیانی کا بھائی اور امام احمد رضا بریلوی کے استاذ دو الگ الگ شخصیتیں ہیں:

- وہ قادیان کا معزول تھانیدار ——— یہ مدرس ثانیہ مولوی
- وہ پچپن سال کی عمر میں مرگیا ——— یہ اسی سال کی عمر میں حیات تھے
- وہ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء میں فوت ہوا ——— یہ ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۷ء میں زندہ تھے

کیونکہ حادثہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ وہ ۱۸۸۳ء میں قادیان میں فوت ہوا ہو اور وفات کے ٹھیک چودہ برس بعد ۱۸۹۷ء میں کلکتہ سے بریلی استفتاء بھیج رہا ہو۔

پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک مکتوب میں لکھا:

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۳۲

zratnetwork.org

یہ افترائے محض ہے، مرزا غلام قادر بیگ بریلوی قطعاً دوسری شخصیت ہیں۔ میں تفصیلی جواب ارسالِ خدمت کروں گا، اطمینان فرمایئے۔[1]

شعبۂ تاریخ احمدیت، ربوہ سے دوست محمد شاہد نے پروفیسر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج، ملتان کے نام ایک مکتوب میں لکھا ہے:

"بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب نے آپ کے دعوائی مسیحیت (۱۸۹۱ء) سے آٹھ سال قبل ۱۸۸۳ء میں انتقال کیا ——— آپ خود یا آپ کے کوئی بھائی بانس بریلی، رائے بریلی یا لکھنؤ میں مقیم نہیں رہے۔"[2]

اس کے بعد یہ کہنے کا کوئی جواز نہیں کہ امام احمد رضا کے استاذ مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بھائی تھے۔

علامہ عبدالحق خیرآبادی سے ملاقات

امام احمد رضا بریلوی کی کبھی مرتبہ اپنے خاص رشتہ داروں کے ہاں رامپور گئے، آپ کے خسر شیخ فضل حسین مرحوم، نواب کلب علی خاں کے ہاں اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے، انہوں نے نواب صاحب سے تذکرہ کیا کہ مولوی نے اندازِ واشگاف آپ کو طلب کیا ——— نواب صاحب نے آپ کو اپنے خاص پلنگ پر بٹھایا اور کچھ علمی باتیں کرتے رہے۔ دورانِ گفتگو کہنے لگے کہ یہاں مولانا عبدالحق خیرآبادی مشہور منطقی ہیں، ان سے منطق کی کچھ کتابیں پڑھ لیجیے۔ آپ نے فرمایا، اگر والد ماجد کی اجازت ہوگی تو کچھ دن ٹھہر سکتا ہوں۔

---

[1] مکتوب بنام راقم، تحریر ۳۱ مئی ۱۹۸۲ء

نوٹ: افسوس کہ ۲۲ نومبر ۱۹۸۳ء کو پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب ایک ایکسیڈنٹ میں جاں بحق ہوگئے، اس لیے انہیں تفصیلات لکھنے کا موقع نہ مل سکا۔ ۱۲ شوکت قادری

[2] محمد مسعود احمد، پروفیسر، مکتوب بنام راقم، ۲ دسمبر ۱۹۸۳ء

atnetwork.org

اتنے میں الفقائح علامہ عبدالحق خیرآبادی تشریف لے آئے۔

نواب صاحب نے تعارف کرانے کے بعد اپنے مشورہ کا ذکر کیا اور بتایا کہ نوعمری کے باوجود ان کی سب کتابیں ختم ہیں۔ علامہ خیرآبادی فرمایا کرتے تھے:

"دنیا میں صرف لڑھائی عالم ہوتے ہیں، ایک مولانا بحرالعلوم، دوسرے والدِ مرحوم اور نصف بندۂ معصوم۔"

انہیں تعجب ہوا اور دریافت کیا منطق کی آخری کتاب کونسی پڑھی ہے؟ امام احمد رضا نے فرمایا: قاضی مبارک۔ علامہ نے پوچھا، شرح تہذیب پڑھ چکے ہیں؟ آپ نے ان کے مطلب کو محسوس کرکے فرمایا، کیا جناب کے ہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟

اب علامہ نے موضوعِ سخن تبدیل کرتے ہوئے پوچھا، اب کیا مشغلہ ہے؟ آپ نے فرمایا تدریس، افتاء، تصنیف۔ فرمایا، کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، مسائلِ دینیہ اور ردِّ وہابیہ۔ یہ سن کر فرمایا، ردِّ وہابیہ؟ ایک میراوہ بدایونی جھلی ہے کہ ہمیشہ اسی جھک میں رہتا ہے۔ یہ اشارہ مولانا عبدالقادر بدایونی کی طرف تھا جو علامہ فضل حق خیرآبادی کے شاگرد اور علامہ عبدالحق خیرآبادی کے دوست تھے، اسی لیے انہیں میرا فرمایا۔

امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

"جناب کو معلوم ہوگا کہ وہابیہ کا رد سب سے پہلے مولانا فضل حق جناب کے والد ماجد ہی نے کیا اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو بھرے مجمع میں مناظرہ کرکے ساکت کیا اور ان کے رد میں ایک مستقل رسالہ بنام "تحقیق الفتویٰ" تحریر فرمایا۔"[1]

---

[1] ظفرالدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۳۲-۳۳

نوٹ: بحمدہٖ تعالیٰ علامہ فضل حق خیرآبادی کی تصنیف لطیف تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ فارسی مع ترجمہ چھپ چکی ہے اور مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ سے مل سکتی ہے۔ ۱۲ شرف قادری

azratnetwork.org

علامہ عبدالحق خیرآبادی نے فرمایا، اگر اسی بی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں ہو تو میں پڑھا نہیں سکوں گا۔ امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا،

"آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے ملت، حامیان سنت کی توہین و تحقیر سُنی ہو گی اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دُور کر دیا تب حضور کی بات کا ایسا جواب دیا۔"[1]

اس تفصیل سے دو باتیں سامنے آئی ہیں،

۱- امام احمد رضا بریلوی اس وقت کا مروجہ نصاب پڑھ چکے تھے۔ نواب رامپور نے منطق کی ان کتابوں کے پڑھنے کا مشورہ دیا تھا جو نصاب سے خارج اور متقدمین مثلاً ابن سینا، فخر رازی اور میر باقر وغیرہ کی تصنیف تھیں۔

۲- امام احمد رضا بریلوی نے علامہ خیرآبادی کی گفتگو میں علمائے اہل سنت کی تحقیر محسوس کر کے علامہ سے کچھ نہ پڑھنے کا فیصلہ کیا تھا، ورنہ علامہ نے پڑھانے سے انکار نہیں کیا تھا۔ مخالفت بلکہ مخاصمت کے زاویۂ نگاہ سے دیکھنے والے اس واقعہ کو دوسرے رنگ میں پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں،

"بریلوی اپنے قائد کو بچپن ہی میں نابغہ ثابت کرنے کے لیے بار بار اس قول کو دہراتے ہیں کہ ان کے قائد چودہ سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہو گئے تھے۔ پھر اس جھوٹ اور اپنے قائد کے اس جھوٹ کو بھول گئے اور بیان کیا کہ انہوں نے اس وقت کے مشہور معقول عالم عبدالحق خیرآبادی ابن فاضل فضل حق خیرآبادی سے پڑھنے کا ارادہ کیا لیکن وہ وہابیوں سے ان کی شدید مخالفت کی بنا پر راضی نہ ہوئے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ان کی عمر صرف بیس سال تھی۔"

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۳۶، البریلوی، ص ۲۰
[2] تکبیر،

zratnetwork.org

علامہ خیرآبادی کی ملاقات کا واقعہ تفصیل کے ساتھ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اسے ایک دفعہ پھر پڑھیے اور غور و تدبر سے کام لیجیے کہ اس عالمانہ بیان میں کتنی صداقت ہے؟ چند امور قابل غور طلب ہیں:

۱- چودہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہونے کا معجزہ کس نے کہا ہے؟ یہ مخالف کی کج نظری کا نتیجہ ہے یا بیانیہ کا فساد؟

۲- امام احمد رضا بریلوی تقریباً چودہ سال کی عمر میں مروجہ علوم اور درسی کتب سے فارغ ہو گئے اور بیس سال کی عمر میں علامہ خیرآبادی سے پڑھتے تو منطق کی بعض خارج از نصاب کتابیں پڑھتے، ان دونوں باتوں میں کیا تخالف ہے؟ اور کیسے ثابت ہو گیا کہ وہ چودہ سال کی عمر میں مروجہ درسی کتب سے فارغ نہیں ہو گئے تھے۔

۳- علامہ خیرآبادی کی گفتگو سے علماء اہل سنت کی شان میں تخفیف آمیز گفتگو سن کر امام احمد رضا بریلوی نے خود نہ پڑھنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ قطعاً صحیح نہیں کہ علامہ پڑھانے کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔

۴- یہ بھی درست نہیں کہ وہابیوں کے شدید مخالف ہونے کے سبب وہ پڑھانے پر راضی نہیں ہوئے تھے، انہوں نے صرف اتنا کہا تھا:

"اگر یہی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو میں پڑھا نہیں سکوں گا۔"

دونوں بیان ایک دوسرے سے بالکل الگ الگ ہیں

حضرت شاہ آل رسول مارہروی سے اجازت

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو (علی گڑھ) فرماتے ہیں:

"۱۲۹۴ھ میں مارہرہ حاضر ہو کر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی کے مرید ہوئے اور خلافت و اجازت جمیع سلاسل و سند حدیث سے

مشرف ہوئے۔"[1]

حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری سے استفادہ

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، امام احمد رضا بریلوی کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

"جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ تعلیم طریقت پیر و مرشد برحق سے حاصل کیا۔ ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا۔ قبل وصال مجھے حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری اپنے ابن اخ ولی عہد و سجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے میں نے تعلیم طریقت و علم تکسیر، جفر وغیرہ علوم میں سے حاصل کیے۔"[2]

اب سمجھ کا پھیر یا نیت کا فتور کہ ان دونوں بزرگوں سے استفادہ کی بنا پر امام احمد رضا بریلوی کے چودہ سال کی عمر میں ہر قسم علوم و کتب سے فارغ ہونے کی سند قرار دیا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے: لا غرو اگر وہ بعد ازاں [illegible] خدا تبصرہ ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

اس سے بھی بڑی بات یہ کہ بقول ظفر الدین بہاری سید آل رسول شاہ کی ۱۲۹۴ھ میں شرف بیعت کی اور ان سے تکسیر وغیرہ علوم کی اجازت حاصل کی۔

اور ان کے بعد ان کے بیٹے ابوالحسین احمد سے بعض علوم پڑھے اور ۱۲۹۶ھ کا واقعہ ہے۔

---

[1] مفتاح الدین آرزو، ڈاکٹر، انوار رضا، ص ۲۵۶

[2] ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۵-۲۴

[3] ظہیر، البریلویہ، ص ۲۰

nzratnetwork.org

اہلِ علم جانتے ہیں کہ مروجہ علوم و کتب سے فراغت الگ چیز ہے اور کسی بزرگ سے تبرکاً حدیث کی سند اور طریقت کی تعلیم حاصل کرنا یا علمِ تکسیر اور علمِ جفر حاصل کرنا جو مروجہ علوم میں داخل نہیں، قطعاً دوسری چیز ہے۔ عموماً یہی ہوتا ہے کہ مدارس میں پڑھائے جانے والے نصاب کے پڑھنے کے بعد کسی روحانی شخصیت سے طریقت وغیرہ کے علوم کا استفادہ کیا جاتا ہے۔ شاید ان صاحب کے نزدیک مروجہ نصاب سے فارغ ہونے کے بعد تحصیلِ علم کا دروازہ بند ہو جاتا ہے — بی اے کا سند یافتہ گریجویٹ بن جاتا ہے پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے ایم اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کرتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ اس نے ڈگری حاصل نہیں کی، یہ تو ابھی تحقیقی مقالہ لکھ رہا ہے، تو اُسے کیا کہا جائے؟

atnetwork.org

امام احمد رضا

اور شیعہ

پاسبانِ مسلک اہلِ سنت امام احمد رضا بریلوی نے دیگر فرقِ باطلہ کی طرح شیعہ کا بھی سخت رد فرمایا۔ شیعہ عام طور پر دو گروہ ہیں، ایک وہ جو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلیفہ برحق مانتا ہے، لیکن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان سب سے افضل جانتا ہے، یہ تفضیلیہ ہیں۔ دوسرا گروہ معاذ اللہ! خلفاء ثلاثہ کو خلیفہ برحق نہیں مانتا انہیں غاصب قرار دیتا ہے اور خلیفہ بلافصل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مانتا ہے۔ دیگر صحابہ خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔ ابوطالب کے بارے میں اصرار رکھتا ہے کہ وہ ایمان لے آئے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے ردِ شیعہ میں متعدد رسائل لکھے جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) ردّ الرفضہ (۱۳۲۰ھ) (ردِ رافض زمانہ کا ذکر نہ سُنی ان کا وارث نہ ان سے نکاح)

(۲) الادلۃ الطاعنۃ فی اذان الملاعنۃ (۱۳۰۶ھ) (ردِ رافض کی اذان میں کلمہ خلیفہ بلافصل کا شدید رد)

(۳) اعالی الافادہ فی تعزیۃ الھند وبیان الشھادہ (۱۳۲۱ھ) (تعزیہ داری اور شہادت نامہ کا حکم)

ziaulnetwork.org

(۴) جَزَاءُ اللّٰهِ عَدُوَّهٗ (مرزائیوں کی طرح روافض کا بھی رد)
بِاِبَائِهٖ خَتْمَ النُّبُوَّةَ (۱۳۱۷ھ)

● مناقب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

(۵) غَایَةُ التَّحْقِیْق (پہلے خلیفہ برحق کی تحقیق)
فِی اِمَامَةِ الْعَلِیِّ وَالصِّدِّیْق

(۶) اَلْکَلَامُ الْاَبْهٰی (حضرت صدیق اکبر کی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
فِی تَشْبِیْهِ الصِّدِّیْقِ بِالنَّبِیِّ (۱۳۹۷ھ) علیہ وآلہ وسلم سے مشابہتیں)

(۷) اَلزُّلَالُ الْاَنْقٰی (عربی) (آیہ کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ
مِنْ بَحْرِ سَبْقَةِ الْاَتْقٰی (۱۳۰۰ھ) کی تفسیر اور مناقب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۸) مَطْلَعُ النَّیِّرَیْن (شیخین کریمین کی افضلیت پر
فِی اِبَانَةِ سَبْقَةِ الْعُمَرَیْن (۱۳۰۹ھ) مبسوط کتاب)

(۹) وَجْهُ الْمَشُوق (شیخین کریمین کے وہ اسماء مبارکہ جو
بِجِلْوَةِ اَسْمَاءِ الصِّدِّیْقِ وَالْفَارُوْق (۱۳۰۷ھ) احادیث میں وارد ہیں)

(۱۰) جَمْعُ الْقُرْآن (قرآن کریم کیسے جمع ہوا اور حضرت عثمان غنی
وَتَمْیِیْزُهٗ لِعُثْمَان (۱۳۲۲ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاص طور پر جامع القرآن
کیوں کہتے ہیں؟)

● مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

(۱۱) اَلْبُشْرَی الْعَاجِلَه (تفضیلیہ اور مفتریانِ امیر معاویہ
مِنْ تُحَفِ آجِلَه (۱۳۰۰ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رد)

(۱۲) عَرْشُ الْاِعْزَازِ وَالْاِکْرَام (مناقب حضرت امیر معاویہ
لِاَوَّلِ مُلُوْکِ الْاِسْلَام (۱۳۱۲ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

atnetwork.org

(۱۳) ذَبُّ الْاَهْوَاءِ الْوَاهِيَهْ فِیْ بَابِ الْاَمِیْرِ مُعَاوِیَهْ (۱۳۱۲ھ) (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مطاعن کا جواب)

(۱۴) اَعْلَامُ الصَّحَابَةِ الْمُوَافِقِیْنَ لِلْاَمِیْرِ مُعَاوِیَةَ وَاُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ (۱۳۱۱ھ) (حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور امیر معاویہ کے ساتھ کون سے صحابہ تھے)

(۱۵) اَلْاَحَادِیْثُ الرَّاوِیَهْ لِمَدْحِ الْاَمِیْرِ مُعَاوِیَهْ (۱۳۱۳ھ) (امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کی احادیث)

● رد تفضیلیہ:

(۱۶) اَلْجَرْحُ النَّوَابِحْ فِیْ بَعْضِ الْخَوَارِجْ (۱۳۰۵) (تفضیلیہ اور منتقد کا رد)

(۱۷) اَلصَّمْصَامُ الْحَیْدَرِیْ عَلٰی حُمَتِ الْعَیَّارِ الْمُفْتَرِیْ (۱۳۰۴ھ) (تفضیلیہ اور منتقد کا رد)

(۱۸) اَلرَّائِحَةُ الْعَنْبَرِیَّهْ عَنِ الْجَمْرَةِ الْحَیْدَرِیَّهْ (۱۳۰۴ھ) (مسئلہ تفضیل اور تفضیل من جمیع الوجوہ کا بیان)

(۱۹) لَمْعَةُ الشُّمْعَهْ لِمُدَّعِیْ شِیْعَةِ الشُّمْعَهْ (۱۳۱۲ھ) (تفضیل و تشیع سے متعلق سات سوالوں کا جواب)

● ابو طالب کا حکم:

(۲۰) شَوْحُ الْمَطَالِبْ فِیْ مَبْحَثِ اَبِیْ طَالِبْ (۱۳۱۶ھ) (ایک سو تیس کتب تفسیر و عقائد وغیرہا سے ایمان ابو طالب ثابت کیا)

ان کے علاوہ دو رسائل اور قصائد جو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھے ہیں، وہ شیعہ و روافض کی تردید میں، کیونکہ شیعہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خوش عقیدگی نہیں رکھتے، اس لیے کہ حضرت غوث اعظم فضائل صحابہ کے قائل ہیں۔

authentic network.org

تفضیلیہ سے مناظرہ

۱۳۰۰ھ میں بریلی، بدایوں، سنبھل اور رام پور وغیرہ کے تفضیلیہ نے باہمی مشورے سے مسئلہ تفضیل پر امام احمد رضا سے مناظرہ کا اعلان کر دیا۔ مناظرہ کے لیے مولانا محمد حسن سنبھلی مصنف تنسیق النظام فی مسند الامام وغیرہ کا انتخاب کیا۔ امام احمد رضا ان دنوں ایک طبیب کے زیر علاج تھے، جس نے پہلے منضج دوائیں دیں، بعد میں جلاب اور دوائیں دینا تھیں۔ اس طبیب کی سازش سے طے ہوا کہ سہل سے ایک دن پہلے مناظرہ کا دن مقرر کیا جائے۔ اگر تو نقاہت کی بنا پر خود ہی مناظرہ سے انکار کر دیں گے، ورنہ طبیب منع کر دے گا۔ امام احمد رضا بریلوی نے مناظرہ کا چیلنج قبول فرمالیا۔ معالج نے بہت منع کیا، لیکن آپ نے فرمایا:

"مناظرہ کرتے ہوئے مجھے مرجانا منظور ہے اور مناظرہ سے انکار کر کے مجھے بچنا مقصود نہیں ہے۔"[1]

اسی حالت میں تین سوالات لکھ کر مولانا محمد حسن سنبھلی کے پاس بھیج دیے۔ انہوں نے کمال دیانت سے فرمایا کہ کوئی شخص تفضیلی عقیدہ رکھتے ہوئے ان کے جوابات نہیں دے سکتا اور گاڑی پر سوار ہو کر واپس چلے گئے۔ اس واقعہ کی تفصیل فتح خیبر (۱۳۰۰ھ) میں چھپ چکی ہے۔

مولانا ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں:

"اس کے بعد شرح عقائد کا حاشیہ مسمّٰی بہ نظم الفرائد تحریر فرمایا جس میں مذہب اہل سنت و جماعت کی حمایت و تائید کی ہے۔"[2]

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱۳

[2] ایضاً، " " ص ۱۳

athetwork.org

سُنیت اختیار کریں ورنہ شفا نہیں

ایک دفعہ ایک امیر کبیر کی بیگم بیمار ہوئی جو سُنی نہ تھی۔ مارہرہ شریف کے حضرت سید مہدی حسن میاں کی معرفت سوال کیا گیا کہ وہ صحت یاب ہوگی یا نہیں؟ امام احمد رضا بریلوی نے علم جفر کے ذریعے معلوم کرکے جواب ارسال کیا:

"سُنیت اختیار کریں ورنہ شفا نہیں۔"[1]

حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ امیر انجمن حزب الاحناف لاہور نے ایک دفعہ بیان فرمایا کہ یہ واقعہ سابق نواب رام پور حامد علی خاں کی بیگم اقبال بیگم کا واقعہ ہے اور وہ شیعہ تھی اور شیعہ ہی اس دنیا سے رخصت ہوئی۔

ایک مرتبہ علامہ ابوالحسنات قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ علم جفر کے ذریعے سوال کا جواب اثبات میں آتا ہے یا نفی میں، لیکن یہ جواب نہیں آسکتا کہ اگر سُنی ہوگا تو یوں ہوگا اور شیعہ ہوگا تو یوں ہوگا۔ محمد جعفر شاہ پھلواری نے اس کی توجیہ کی کہ:

"حضرت فاضل بریلوی نے دراصل دو سوالوں کا جواب نکالا تھا:

کیا وہ اچھی ہوگی ——— جواب آیا نہیں

کیا وہ سُنی ہوگی ——— جواب آیا نہیں

پھر انہوں نے دونوں کو ملا کر ایک کر دیا، یعنی نہ وہ اچھی ہوگی اور نہ سُنی ہوگی۔ دوسرے لفظوں میں اگر وہ سُنی ہوگی تو تندرست ہو جائے گی۔"[2]

یہ توجیہ تکلف سے خالی نہیں، حیدرآباد (دکن) کے ایک فاضل نے امام احمد رضا سے سوال کیا کہ ایک شخص دلاور علی ایک کافرہ عورت کا طلب گار ہے کیا وہ اس سے

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۳

[2] مسعود احمد چشتی: جہانِ رضا (مرکزی مجلسِ رضا، لاہور)، ص ۱-۱۳۰

azrathetwork.org

نکاح کرے گا؟ امام احمد رضا بریلوی نے علم جفر سے سوال کیا جواب آیا:

"اس سے کیسے نکاح کرے گا، جبکہ وہ مشرکہ ہے اور کبھی بھی ایمان نہیں لائے گی۔"[1]

دو مرتبہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں پڑی، اسی جواب کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ اگر وہ عورت ایمان لے آئے تو نکاح ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔

شیعہ کا حکم؟

رافضی کا حکم کیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"رافضی اگر امیر المومنین علی مرتضیٰ کو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت دے تو مبتدع ہے جیسے فتاویٰ خلاصہ، عالمگیری وغیرہ میں ہے اور اگر شیخین یا ان میں سے ایک کی امامت کا انکار کرے تو فقہاء نے اسے کافر قرار دیا اور متکلمین نے بدعتی اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لیے بدا کا قائل ہو (کہ اسے پہلے علم نہیں ہوتا شے واقع ہونے کے بعد علم ہوتا ہے) یا کہے کہ موجودہ قرآن ناقص ہے۔ صحابہ یا کسی دوسرے نے اس میں تحریف کی ہے یا کہ امیر المومنین (علی مرتضیٰ) یا اہل بیت میں سے کوئی امام اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء سابقین صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سے افضل ہے جیسے کہ ہمارے شہر کے رافضی کہتے ہیں اور ان کے اس دور کے مجتہد نے تصریح کی ہے تو وہ قطعاً کافر ہے اور اس کا حکم مرتدوں والا ہے جیسے کہ فتاویٰ ظہیریہ کے حوالے سے عالمگیری میں ہے۔"[2]

اس کے علاوہ احکام شریعت (مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی) کے درج ذیل صفحات،

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، الوسائل الرشیدیہ للمسائل المفیدیہ (مرکزی مجلس رضا لاہور) ص ۶

[2] ایضاً، فتاویٰ الحرمین برجفۃ المین (مکتبہ ایشق، ترکی) ص ۱۰

atheetwork.org

۱۲۲ —— ۱۲۶ —— ۱۲۷ —— ۱۴۶ —— ۱۷۹

اور فتاوی رضویہ جلد ششم مطبوعہ مبارک پور (انڈیا) کے درج ذیل صفحات ملاحظہ کیے جائیں،

۲۵ —— ۳۲ —— ۳۵ —— ۳۷ —— ۹۴ —— ۱۵۸ —— ۱۶۹ —— ۴۲۹

۴۷۷ —— ۴۸۴ —— ۴۸۶ —— ۴۹۰ —— ۵۲۷ —— ۵۲۸

اسی طرح فتاوی رضویہ کی باقی جلدیں دیکھیے، معلوم ہو جائے گا کہ امام احمد رضا بریلوی نے شیعہ اور روافض کے بارے میں کیا کیا احکام بیان کیے ہیں۔

مشہور زمانہ سلام کے چند اشعار دیکھیے[1]

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل — ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر — اس خداداد حضرت پہ لاکھوں سلام
دُرِ منثورِ قرآں کی سلکِ بہی — زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحب قمیصِ ہدیٰ — غنچۂ پرشش شہادت پہ لاکھوں سلام
مرتضیٰ شیرِ حق اشجع الاشجعین — ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اولیں دافعِ اہلِ رفض و خروج — چارمیں رکنِ ملت پہ لاکھوں سلام
ماحیِ رفض و تفضیل و نصب و خروج — حامیِ دینِ سنت پہ لاکھوں سلام

سبحان اللہ کس عمدگی کے ساتھ مسلک اہل سنت کی ترجمانی فرمائی ہے۔ بے شک اہل سنت کا امام ہی اتنی نفیس ترجمانی کر سکتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے ردیف با میں ۱۱۶ اشعار پر مشتمل طویل قصیدہ کہا جس میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بڑی شرح و بسط سے بیان کیے اور آخر میں بدمذہبوں پر تند و تیز تنقید کی ہے۔ زورِ بیان، شکوہِ الفاظ اور مطالب کی بلندی دیکھنے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں، چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

---

[1] امام احمد رضا بریلوی، حدائقِ بخشش، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ج ۲، ص ۶-۳۵

Nazrathetwork.org

علی سے محبت عمر سے عداوت — کہیں بھی ہوئے جمع نور و غیاب
روافض پہ واللہ قہرِ علی ہے — خوارج پہ فاروقِ اعظم معاتب
وہی تو محبانِ حیدر جو رکھیں — تقیے کی تہمت سرِ شیرِ غالبؒ

شیعہ ہونے کا الزام

دین و دیانت رکھنے والے حضرات کے لیے یہ امر باعثِ حیرت ہوگا کہ اہل سنت کے امام مولانا شاہ احمد رضا بریلوی پر لگائے جانے والے بے بنیاد الزامات میں سے ایک الزام یہ بھی ہے:

"وہ ایسے شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جس نے اہل سنت کو نقصان پہنچانے کے لیے بطورِ تقیہ، سُنّی ہونا ظاہر کیا تھا۔" [1]

پندرھویں صدی کا یہ عظیم ترین جھوٹ بولتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ کیا ساری دنیا اندھی ہوگئی ہے جسے امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا جو شخص فتاویٰ رضویہ اور دیگر بلند پایہ علمی تصانیف کا مطالعہ کرے گا، وہ آپ کی صداقت اور دیانت کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گا؟ کیا قیامت کے دن، واحد قہار کی بارگاہ میں جواب دہی کا یقین بالکل ہی جاتا رہا ہے؟ یا روزِ قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں ہے۔

اس دعوے پر جو دلائل پیش کیے گئے ہیں، وہ اس قدر بے وزن اور غیر معقول ہیں کہ دلائل کہلانے کے قابل ہی نہیں، ذیل میں ان کا مختصر سا جائزہ پیش کیا جاتا ہے،

الزام نمبر ۱: ان کے آباؤ اجداد کے نام شیعوں والے ہیں، ایسے نام اہل سنت میں رائج نہ تھے اور وہ یہ ہیں،

---

[1] محمد محبوب علی خاں، مولانا، حدائقِ بخشش (نامعہ) مطبع سلیم پریس (نامعہ) ج ۲، ص ۲۶
[2] ظہیر، البریلویۃ ص ۲۱

atnetwork.org

احمد رضا، ابن نقی علی ابن رضا علی ابن کاظم علی [1]

نواب صدیق حسن خان کے والد کا نام حسن، دادا کا نام علی اکبر، بیٹے کا نام میر علی خاں اور میر نور الحسن خان [2]

غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی ہیں، مدراس کے مولوی صاحب کا نام محمد باقر ہے۔ قنوج کے مولوی کا نام ہے رستم علی ابن علی اصغر، ایک دوسرے مولوی کا نام غلام حسنین ابن مولوی حسین علی۔ ان لوگوں کا تذکرہ نواب بھوپالی کی کتاب ابجد العلوم کی تیسری جلد میں کیا گیا ہے۔ اہل حدیث کے جریدے اشاعۃ السنۃ کے ایڈیٹر کا نام محمد حسین بٹالوی ہے۔ کیا یہ سب شیعہ ہیں؟

الزام ۲: بریلوی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ایسے کلمات کہے کہ انہیں سُنی کبھی زبان پر نہیں لا سکتا۔ [3]

اللھم سبحانک ھذا بھتان عظیم

حدائق بخشش حصہ سوم

امام احمد رضا بریلوی کا نعتیہ دیوان دو حصے پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء میں مرتب اور شائع ہوا۔ ماہ صفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کو آپ کا وصال ہوا۔ وصال کے دو سال بعد ذوالحجہ ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء میں مولانا محمد محبوب علی قادری لکھنوی نے آپ کا کلام متفرق مقامات سے حاصل کر کے حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے شائع کر دیا۔ انہوں نے مسودہ نادکھ سلیم پریس، ناجھ کے سپرد کر دیا، پریس والوں نے کتابت کروائی اور کتاب چھاپ دی۔

---

[1] ظہیر، البریلویۃ، ص ۲۱

[2] صدیق حسن خان بھوپالی، نواب، ابجد العلوم، ج ۳، ص

[3] ظہیر، البریلویۃ، ص ۲۱

Hathetwork.org

کاتب بدمذہب تھا، اس نے دانستہ یا نادانستہ چند ایسے اشعار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدح کے قصیدے میں شامل کر دیئے جو ام زرع وغیرہ مذکر عورتوں کے بارے میں تھے، ان عورتوں کا ذکر حدیث کی کتابوں مسلم شریف، ترمذی شریف اور نسائی شریف وغیرہ میں موجود ہے۔

مولانا محمد محبوب علی خاں سے چند ایک تسامح ہوئے:

(۱) چھپائی سے پہلے انہوں نے اپنی مصروفیات اور پریس والوں پر اعتماد کر کے چھپنے سے پہلے کتابت کو چیک نہ کیا۔

(۲) کتاب کا نام حدائق بخشش حصہ سوم رکھ دیا، حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ نام قیاتِ رضا یا اسی قسم کا کوئی دوسرا نام رکھتے۔

(۳) ٹائٹل پیج پر کتاب کے نام کے ساتھ ۱۳۲۵ھ بھی لکھ دیا، حالانکہ یہ سن پہلے دو حصوں کی ترتیب کا تھا جو مصنف کے سامنے ہی چھپ چکے تھے۔ تیسرا حصہ تو ۱۳۴۲ھ میں مرتب ہو کر شائع ہوا[1] اسی لئے ٹائٹل پیج پر امام احمد رضا بریلوی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھا ہوا ہے۔ اگر ان کی زندگی اور ۱۳۲۵ھ میں یہ کتاب چھپتی تو ایسے دعائیہ کلمات ہرگز نہ درج ہوتے۔

(۴) یہ مجموعہ مرتب کر کے امام احمد رضا بریلوی کے صاحبزادے مولانا مصطفےٰ رضا خاں یا بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں کو دکھائے اور منظوری حاصل کیے بغیر چھاپ دیا۔

(۵) کتاب چھپنے کے بعد جیسے ہی صورتِ حال سامنے آئی تھی، اس غلطی کی تصحیح کا اعلان کر دیتے تو صورتِ حال اتنی سنگین نہ ہوتی، لیکن یہ سوچ کر خاموش رہے کہ اہلِ علم خود ہی سمجھ جائیں گے کہ یہ اشعار غلط جگہ چھپ گئے ہیں اور آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے گی۔

محدثِ اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی کے صاحبزادے حضرت علامہ سید محمد علی میاں فرماتے ہیں:

---

[1] محمد محبوب علی خاں، مولانا، حدائق بخشش (ناشر: سلیم پریس، ناشر) ص ۱۰

ratnetwork.org

مجھے محبوب الملت (مولانا محمد محبوب علی خاں) کے خلوص سے انکار نہیں اور نہ ہی میں یہ ماننے کے لیے تیار ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی کسی قدیم روش کی بنا پر ایسا کیا لیکن میں اس حقیقت کے اظہار سے بھی اپنے کو روک نہیں پا رہا ہوں کہ محبوب الملت نے کسی سے مشورہ کیے بغیر فوائد بخشش میں تیسری جلد کا اضافہ کر کے اپنی زندگی کا سب سے بڑا تسامح کیا ہے۔ ایک ایسا تسامح جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک ایسی فاش غلطی جس کی تنہا ذمہ داری محبوب الملت پر عائد ہوتے ہوئے بھی امام احمد رضا کو مخالفین کے اتہام کی زد سے بچا نہ سکی۔ سوچ کر بتایئے کہ اس میں امام احمد رضا کی کیا غلطی اگر شعوری نہ کہی کیوں نہ ہو آنے والا مؤرخ اس طرح کی لغزش مستقبل کو قلم ہی سے ممنون کرے گا۔"[1]

ایک عرصہ بعد دیوبندی مکتب فکر کی طرف سے پورے شد و مد سے یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ مولانا محمد محبوب علی خاں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں گستاخی کی ہے لہٰذا انہیں کمیٹی کی سنی جامع مسجد سے نکال دیا جائے۔

مولانا محمد محبوب علی خاں نے اسے اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا اور وہ کچھ کیا جو ایک سچے مسلمان کا کام ہے۔ انہوں نے مختلف جرائد اور اخبارات میں اپنا توبہ نامہ شائع کرایا۔ علامہ مشتاق احمد نظامی (مصنف خون کے آنسو) نے ایک ہفت روزہ کے ذریعے انہیں غلطی کی طرف متوجہ کیا تھا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آج مؤرخہ ۱۵ مارچ ۱۹۶۲ء کو کمیٹی کے ہفت روزہ اخبار میں آپ کی تحریر فوائد بخشش حصہ سوم کے متعلق دیکھی جو اب تک پہلے فقیر حقیر اپنی غلطی اور تساہل کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور اس خطا اور غلطی کی معافی چاہتا ہے اور استغفار کرتا ہے، خدا تعالیٰ معافی بخشے آمین۔ (ماہنامہ سنی دنیا شمارہ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ ص ۱۷)

---

[1] شرکت حنفیہ، لاہور، انوار رضا ص ۲۱

[2] محمد مظہر اللہ دہلوی، فتاویٰ مظہریہ (مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی) ج ۲ ص ۳۹۲

ratnetwork.org

اس کے باوجود مخالفین نے اطمینان کا سانس نہیں، بلکہ پروپیگنڈا کیا کہ یہ توبہ قابل قبول نہیں ہے۔ اس پر علمائے اہل سنت سے فتوے حاصل کیے گئے کہ ان کی توبہ یقیناً مقبول ہے، کیونکہ انہوں نے یہ اشعار نہ تو ام المومنین کے بارے میں کہے اور لکھے ہیں، ان کی غلطی صرف اتنی تھی کہ کتابت کی وجہ سے ان کا رد نہ کر سکے۔ اس کی انہوں نے علی الاعلان اور بار بار توبہ کی ہے اور در توبہ کھلا ہوا ہے۔ پھر کسی کے یہ کہنے کا کیا جواز ہے کہ توبہ قبول نہیں۔ یہ فتاویٰ فیصلہ مقدسہ کے نام سے ۱۳۷۵ھ میں چھپ گئے اور تمام شور اور شر ختم ہو گیا، اس میں ایک سو انیس علماء کے فتوے اور تصدیقی دستخط ہیں۔ الحمد للہ کہ فیصلہ مقدسہ، مرکزی مجلس رضا لاہور نے دوبارہ چھاپ دیا ہے۔ تفصیلات اس میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

مقام غور ہے کہ جو کتاب امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد مرتب ہو کر چھپی ہو اس میں پائی جانے والی غلطی کی ذمہ داری ان پر کیسے ڈالی جا سکتی ہے؟ ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء میں بھی جب یہ ہنگامہ کھڑا کیا گیا تو تمام تر ذمہ داری مولانا محمد محبوب علی خاں مرتب کتاب پر ڈال دی گئی تھی۔ کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ امام احمد رضا بریلوی نے حضرت ام المومنین کی شان میں گستاخی کی ہے، لیکن آج حقائق سے منہ موڑ کر گستاخی کا الزام انہیں دیا جا رہا ہے۔

آج تک امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک علماء پر یہی الزام عائد کیا جاتا تھا کہ یہ لوگ انبیاء و اولیاء کی محبت و تعظیم میں غلو سے کام لیتے ہیں۔ پھر یکایک یہ کایا پلٹ کیسے ہو گئی کہ انہیں گستاخی کا مرتکب قرار دیا جا رہا ہے؟ در اصل امام احمد رضا بریلوی نے بارگاہ خداوندی اور حضرات انبیاء و اولیاء کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا سخت علمی و قلمی محاسبہ کیا تھا، جس کا نہ تو جواب دیا جا سکا اور نہ ہی توبہ کی توفیق ہوئی، الٹا انہیں بے بنیاد الزام دیا جانے لگا کہ یہ گستاخی کے مرتکب ہیں۔

مولوی محمد اسماعیل دہلوی اپنے پیر و مرشد سید احمد (رائے بریلی) کے بارے میں کہتے ہیں کہ کمالاتِ طریق نبوت اجمالاً تو ان کی فطرت میں موجود تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ یہ کمالات

tnetwork.org

راہِ نبوت تفصیلاً کمال کو پہنچ گئے اور کمالات طریق ولایت بطریق اجمل جلوہ گر ہو گئے۔ ان کمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جناب علی مرتضیٰ نے حضرت کو اپنے دستِ مبارک سے غسل دیا اور اُن کے بدن کو خوب دھویا جیسے باپ اپنے بچوں کو مل مل کر غسل دیتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا نے بیش قیمت لباس اپنے ہاتھ سے انہیں پہنایا۔ پھر اسی واقعہ کے سبب کمالاتِ طریق نبوت انتہائی جلوہ گر ہو گئے۔"[1]

یہ اگرچہ خواب کا واقعہ بتایا جا رہا ہے، لیکن ہمیں یہ پوچھنے کا حق ہے کہ ایسے واقعات کا کتابوں میں درج کرنا اور پھر فارسی اور اُردو میں انہیں بار بار شائع کرنا حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں سُوءِ ادب نہیں ہے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ علمائے اہل سنت کے توجہ دلانے کے باوجود علماء اہل حدیث نے اس کا تدارک نہ کیا اور نہ ہی توبہ کی۔ حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎

مشکلے دارم زدانشمند مجلس باز پرس
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر می کنند

الزام ۳: انہوں نے ایسے عقائد و افکار کو رواج دیا جو ان سے پہلے پاک و ہند کے اہل سنت میں رائج نہیں تھے اور وہ تمام شیعہ سے ماخوذ ہیں جیسے انبیاء و اولیاء کے لیے علم غیب، مسئلہ علم ماکان و مایکون اور اختیار و قدرت وغیرہ۔[2]

یہ تو آپ آئندہ ابواب میں دیکھیں گے کہ یہ عقائد قرآن و حدیث اور علماء اسلام کے اقوال سے ثابت ہیں اور وہ عقائد ہیں جو ابتداء اسلام ہی سے چلے آتے ہیں۔ اس وقت صرف چند حوالے درج کیے جاتے ہیں، جن سے معلوم ہو گا کہ امام احمد رضا بریلوی نے قدیم سُنی حنفی

---

[1] تفسیر البریلویۃ ص ۲۱

thetwork.org

طریقے کی حمایت و حفاظت کی ہے اور دوسرے فرقوں نے سلف صالحین کے راستے سے انحراف کیا ہے۔

سید سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہل حدیث کی طرف تھا، بیان کرتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد دو گروہ نمایاں ہوتے،

(۱) علماء دیوبند اور مولانا سخاوت علی جونپوری وغیرہ اس سلسلے میں توحید خالص کے جذبہ کے ساتھ حنفیت کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔ (۲) میاں نذیر حسین دہلوی اس سلسلے میں توحید خالص اور ردِ بدعت کے ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کی بجائے براہِ راست کتبِ حدیث سے بقدرِ فہم استفادہ اور اس کے مطابق عمل کا جذبہ نمایاں ہوا اور اسی سلسلے کا نام اہل حدیث مشہور ہوا۔ ان دو کے علاوہ ایک تیسرا سلسلہ بھی تھا، جس کا ذکر وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں،

تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔[1]

اس اقتباس سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بریلی اور بدایوں کے علماء کسی نئے فرقے کے بانی نہ تھے، بلکہ اصل سلفی حنفی تھے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری مدیر اہل حدیث نے ۱۹۳۷ء میں لکھا تھا،

"ہر قسم میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اسی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔[2]

پیر ملہ امام احمد رضا بریلوی نے مسلکِ اہل سنت اور مذہب حنفی کی زبردست حمایت و حفاظت کی تھی، اس لیے ان کی نسبت، اہل سنت کے لیے نشانِ امتیاز بن گئی ہے ورنہ بریلوی کوئی نیا فرقہ نہیں ہے۔

---

[1] سید سلیمان ندوی، حیاتِ شبلی، ص ۴۹۴ تا ۴۹۶ (بحوالہ تقریب تذکرہ اکابر اہل سنت)

[2] ثناء اللہ امرتسری، شمع توحید (سلور جوبلی سوونیئر)، ص ۴۰

network.org

شیخ محمد اکرام[1] جو سرسید کے مکتب فکر سے نالاں تھے اور اہل سنت و جماعت سے کھلم کھلا عناد رکھتے تھے، وہ بھی بریلوی پارٹی کے عنوان کے تحت امام احمد رضا بریلوی کے متعلق لکھ گئے

انہوں نے ..... نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی ہے

ہندوستان کے معروف محقق اور ادیب مالک رام[2] جو قادیانیت اور ندویت دونوں سے متاثر ہیں، امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

جیسا کہ سب کو معلوم ہے بریلی مولانا احمد رضا خاں مرحوم کا وطن ہے، وہ بڑے سخت گیر قسم کے قدیم الخیال عالم تھے[3]

اس کے باوجود کوئی شخص حقائق کا منہ چڑانے کی کوشش کرے، تو اسے کیا کہا جائے؟

ائمہ اہل سنت اور فضائل اہل بیت

الزام ۱۰: وہ شیعی روایات و احادیث کی روایت کرتے تھے اور انہیں اہل سنت میں رواج دیتے تھے، مثلاً ان علیاً قسیم النار علی مرتضیٰ (دشمنوں کو آگ تقسیم کرنے والے ہیں۔ نیز یہ روایت کہ فاطمہ کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی ذریت کو آگ سے دور کر دیا ہے[4]

حضرت امام علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں:

وقد خرج اهل الصحيح والائمة ما اعلم به اصحابه صلى الله عليه وسلم متواعدهم من الظهور على اعدائهم

---

[1] شیخ محمد اکرام، رود کوثر (طبع ہفتم ۱۹۷۷ء) ص ۷۰ (بحوالہ تقریب مذکور)

[2] مالک رام، تذکرہ صہبائی (مطبوعہ دہلی) ص ۱۳ (ایضاً)

[3] تحریر، البریلوی، ص ۲۲-۲۱

(الیٰ ان قال) وقتل علیؓ وأن اشقاھا الذی یخضب ھذہ من ھذہ ای لحیتہ من رأسہ وانہ قسیم النار یدخل اولیائہ الجنۃ واعداءہ النار۔[1]

"اصحاب صحاح اور ائمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو غیب کی خبریں دیں، مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولیٰ علی کی شہادت اور یہ کہ امت کا بدبخت ترین ان کے سر مبارک کے خون سے ریش مطہر کو رنگے گا اور یہ کہ مولیٰ علی قسیم دوزخ ہیں، اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے"

کیا قاضی عیاض شیعہ تھے؟ نہیں ہرگز نہیں وہ اہل سنت کے مسلم بزرگ اور امام ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں،

کان امام وقتہ فی الحدیث وعلومہ (الیٰ ان قال) وکان لہ عنایۃ کثیرۃ بہ والاھتمام بجمعہ وتقییدہ وھو من اھل الیقین فی العلم والذکاء والفطنۃ والفھم[2]

"قاضی عیاض اپنے زمانہ میں حدیث اور علوم حدیث کے امام تھے۔ حدیث کی طرف ان کی توجہ بہت تھی۔ حدیث کے جمع کرنے اور ضبط کا اہتمام کرتے تھے، وہ علم وفہم اور ذکاوت وفطانت میں صاحب یقین تھے۔"

شافعیہ کے عظیم ترین عالم حضرت علامہ نووی مسلم شریف کی شرح میں اکثر وبیشتر علامہ قاضی عیاض کے حوالے بطور استشہاد نقل کرتے ہیں۔ اس خارجیت کا کیا کیا جائے کہ جسے محب اہل بیت دیکھا اُسے رافضی اور شیعہ کا لقب دے دیا، حالانکہ اہل سنت کا اعتبار ہی

---

[1] قاضی عیاض مالکی، الشفاء (فاروقی کتب خانہ، ملتان) ج ۱، ص ۲۲۳

[2] نواب صدیق حسن خاں، ابجد العلوم ج ۳، ص ۱۴۸

azrathetwork.org

نشان یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام و اہل بیت عظام دونوں کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ امام شافعی کو بھی اہل بیت کی محبت پر رافضی ہونے کا الزام دیا گیا تھا۔ امام نے اس کے جواب میں فرمایا:۔

فلیشھد الثقلان انی رافضی[1]

اگر آلِ محمد کی محبت رفض ہے، تو جن و انسان گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں۔

یعنی یہ غلط ہے کہ اہل بیت کی محبت رفض ہے، رافضی تو صحابہ کرام سے عداوت رکھتے ہیں جیسے خارجی اہل بیت کے دشمن ہیں، اہل سنت دونوں محبتوں کے جامع ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

شفاء شریف کی شرح نسیم الریاض میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں کہ ابن اثیر نے نہایہ میں بیان کیا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

انا قسیم النار[2]

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

"ابن اثیر ثقہ ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا ہے وہ رائے سے نہیں کہا جا سکتا لہٰذا حکماً حدیث مرفوع ہے کیونکہ اس میں اجتہاد کا دخل نہیں ہے۔"[3]

---

[1] ابن حجر مکی ہیتمی، الصواعق المحرقہ (مکتبۃ القاہرہ، مصر) ص ۲۳

[2] احمد شہاب الدین الخفاجی، علامہ، نسیم الریاض (مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ) ج ۳، ص ۱۹۳

[3] ایضاً، ج ۳، ص ۱۹۳

Network.org

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد حضرت شاذان فضلی نے جزء ردالشمس میں روایت کیا ہے۔ [1]

کیا اس کے باوجود بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ شیعی روایت ہے؟

کیا حضرت شاذان فضلی، قاضی عیاض، ابن اثیر اور علامہ شہاب الدین خفاجی سب ہی شیعہ ہیں؟

دوسری روایت کے بارے میں سنیے، حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں،

فقد ورد مرفوعاً انما سمیت فاطمۃ لان اللہ قد فطمھا وذریتھا عن النار یوم القیامۃ" اخرجہ الحافظ الدمشقی، وروی النسائی مرفوعاً انما سمیت فاطمۃ لان اللہ تعالیٰ فطمھا ومحبیھا عن النار [2]

"مرفوعاً وارد ہے (یعنی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے) کہ فاطمہ، اس لیے نام رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی اولاد کو قیامت کے دن آگ سے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ روایت حافظ الحدیث ابن عساکر دمشقی نے بیان کی۔ امام نسائی حدیث مرفوع روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ، اس لیے نام رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے محبین کو آگ سے محفوظ کر دیا ہے"

اب بتایا جائے کہ اس روایت کے بیان کرنے پر صرف امام احمد رضا بریلوی کو شیعہ ہونے کا الزام دیا جائے گا یا اس الزام میں حافظ ابن عساکر دمشقی، امام نسائی اور ملا علی قاری کو بھی شریک کیا جائے گا؟ ان حضرات کو شیعہ قرار دینے والا کیا اپنا نام خوارج کی فہرست میں داخل نہیں کرائے گا؟

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، الامن والعلیٰ (کامیاب دار التبلیغ، لاہور) ص ۵۹

[2] علی بن سلطان محمد القاری، شرح فقہ اکبر (مصطفیٰ البابی مصر) ص ۱۱۰

azratnetwork.org

الزام ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اخوات یعنی مخلوق کے مددگاروں اور وہ جن سے مدد طلب کی جاتی ہے اُن کی ترتیب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہو کر حضرت حسن عسکری تک ہے۔ حضرت حسن عسکری شیعہ کے نزدیک بارھویں امام ہیں۔ [1]

یہ نقل اصل کے بالکل خلاف ہے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے (اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر دست راست سے اعلیٰ ہوتا ہے) اور فاروق اعظم وزیر دست راست۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی۔ اس کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔

پھر مولیٰ علی کو (غوثیت عطا ہوئی) اور امامین حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم تک جتنے حضرات ہوئے، سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا غوث اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مستقل غوث، حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے۔ [2]

---

[1] تفسیر البریلویہ، ص ۲۲

azrathetwork.org

اس عبارت کے دو پیرے ہیں، الزام دینے کے لیے صرف دوسرے پیرے کا ایک جملہ نقل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے نزدیک پہلے غوث حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آخری غوث حضرت حسن عسکری ہیں یعنی ان کے نزدیک صرف وہی شیعوں کے بارہ امام ہی غوث ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حاشیہ میں بطور حوالہ صرف ملفوظات لکھنے پر اکتفا کیا گیا، صفحہ نمبر نہیں لکھا گیا تاکہ اصل کی طرف رجوع کرنے سے حقیقت نہ کھل جائے! انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ امام احمد رضا نے امت میں سب سے پہلا غوث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار دیا ہے اور آخر میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے کیا شیعہ ان حضرات کو غوث مانتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

پھر یہ کہنا کہ یہی شیعہ کے بارہ امام ہیں۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ حضرات اہل سنت کے نزدیک بھی مسلم روحانی پیشوا ہیں، شیعہ سے فرق اس لحاظ سے ہے کہ اہل سنت کے نزدیک یہ حضرات معصوم اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نظم مملکت کے لیے مقرر کردہ خلیفہ نہیں ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چوتھا خلیفہ مانتے ہیں، جبکہ شیعہ کا ان امور میں اختلاف ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

والمشائخ فی علم السر وتصفیۃ الباطن فانہ المرجع فیہ الی العترۃ الطاہرۃ[1]

"مشائخ نے علم سر اور تصفیہ باطن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استناد کیا ہے، کیونکہ اس علم کا سرچشمہ اہل بیت کرام ہیں۔"

علامہ نے نہ صرف یہ قول نقل کیا ہے، بلکہ اسے برقرار رکھا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے سوال کیا گیا،

---

[1] سعد الدین مسعود التفتازانی، علامہ، شرح مقاصد (دار المعارف النعمانیہ، لاہور) ج ۲، ص ۳۰۰

atnetwork.org

جناب فخر المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب قدس سرہٗ در تفہیمات الٰہیہ وغیرہ صفاتِ اربعہ کہ عصمت و حکمت و وجاہت و قطبیت باطنہ است برائے حضرات ائمہ اثنا عشر علیہم السلام ثابت کردہ اند[1]

"فخر المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے تفہیمات الٰہیہ وغیرہ میں عصمت، حکمت، وجاہت اور قطبیت چار صفتیں بارہ اماموں کے لیے ثابت کی ہیں۔"

کیا یہ عقیدہ خلفائے ثلاثہ کی افضلیت کے خلاف نہیں ہے؟

اس کے جواب میں سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں،

"قطبیت باطنہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو مخصوص فرما دیتا ہے کہ فیض الٰہی اولاً و بالذات ان پر نازل ہوتا ہے، پھر ان سے دوسروں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اگرچہ بہ ظاہر کوئی ان سے کسب فیض نہ کرے جیسے سورج کی شعاعیں روشن دان کے ذریعے کسی گھر میں پہنچیں تو اول وہ روشندان روشن ہوگا اور اس کے واسطے سے گھر کی تمام چیزیں روشن ہوں گی۔ اس کو قطب ارشاد بھی کہتے ہیں، برخلاف قطب مدار کے۔

خلاصہ یہ کہ از روئے تحقیق ان چار صفات کا بارہ اماموں کے لیے ثابت کرنا نہ مذہب اہل سنت کے خلاف ہے، اگرچہ ظاہر بین حضرات ان الفاظ کے استعمال سے گھبرائیں گے اور نہ شیعین کی افضلیت کے خلاف ہے جس پر تمام اہل حق کا اتفاق ہے۔" (ترجمہ)[2]

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز

---

[1] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، فتاویٰ عزیزی فارسی مجتبائی دہلی، ج ۱، ص ۱۲۷

[2] ایضاً ص ۱۲۹

athetwork.org

محدث دہلوی کے نزدیک بارہ امام نہ صرف روحانی پیشوا ہیں، بلکہ عصمت، حکمت، وجاہت اور قطبیت باطنہ چاروں صفات کے حامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فیض اولاً ان پر نازل ہوتا ہے اور ان کے واسطے سے دوسروں تک پہنچتا ہے۔ کیا علامہ قفتازانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سب کے سب شیعہ ہیں؟ یا یہ فتویٰ امام احمد رضا بریلوی ہی کے لیے مختص ہے؟

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ ارشاد بھی توجہ طلب ہے،

ومعنی امامت کہ در اولاد حضرت امیر باقی ماندہ یکے مرد یگرے را دمی آں می ساخت ہمیں قطبیتِ ارشاد و منبعیتِ فیض ولایت بود ولہذا الزام ایں امر بر کافہ سلائق از ائمہ اطہار مروی نشدہ بلکہ یارانِ چیدہ و مصاحبانِ برگزیدہ خود را باں فیض خاص مشرف می ساختند و ہر یکے را بقدر استعداد او باں دولت می نوا ختند۔ لہ

"حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں جو امامت باقی رہی اور ان میں سے ایک دوسرے کو دیتا رہا۔ وہ یہی قطبیتِ ارشاد اور فیضِ ولایت کا منبع ہونا تھا، اسی لیے ائمہ اطہار میں سے کسی سے مروی نہیں کہ انہوں نے امامت کا تسلیم کرنا تمام انسانوں پر لازم قرار دیا ہو، بلکہ اپنے چیدہ چیدہ دوستوں اور منتخب مصاحبوں کو اس فیضِ خاص سے مشرف فرماتے تھے، اور ہر ایک کو اس کی استعداد کے مطابق اس دولت سے نوازتے تھے۔"

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ایک اور فرمان ملاحظہ ہو جو چشم بصیرت کے لیے سرمہ ثابت ہوگا:

"نیز پچھلے امام مثل حضرت سجاد و باقر و صادق و کاظم و رضا تمام اہل سنت

لہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، تحفہ اثنا عشریہ، ص ۲۱۴

atnetwork.org

کے مقتدا اور پیشوا ہوئے ہیں کہ اہل سنت کے علماء مثلاً زہری امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے ان حضرات کی شاگردی اختیار کی ہے اور اس وقت کے صوفیاء مثلاً معروف کرخی وغیرہ نے ان حضرات سے کسب فیض کیا اور مشائخ طریقت نے ان حضرات کے سلسلہ کو سلسلۃ الذہب قرار دیا اور اہل سنت کے محدثین نے ان بزرگوں سے ہر فن خصوصاً تفسیر و سلوک میں احادیث کے دفتروں کے دفتر روایت کئے ہیں۔[1]

اب تو اہل سنت کے ائمہ مجتہدین، محدثین، مفسرین اور صوفیہ کو بھی شیعہ قرار دے دیجئے کہ وہ ائمہ اہل بیت سے ہر قسم کا استفادہ اور استناد کرتے رہے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی تو بارہ اماموں کو غوث ہی مانتے ہیں، لیکن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تو بارہ اماموں کو معصوم اور قطب ارشاد بھی مانتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان کی تائید کر رہے ہیں، ان کے شیعہ ہونے پر تو بہت پختہ مہر ثبت ہونی چاہیے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بارہ اماموں کو چار صفات عصمت، حکمت، وجاہت اور قطبیت باطنہ کا حامل قرار دیا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان کے معصوم ہونے کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عصمت کے دو معنی ہیں: (۱) گناہ پر قادر ہونے کے باوجود اس کا صدور محال ہو اور یہ معنی باجماع اہل سنت، حضرات انبیاء اور ملائکہ علیہم کے ساتھ مخصوص ہے (۲) گناہ کا صادر ہونا جائز ہے، اس پر کوئی محال لازم نہیں آتا لیکن اس کے باوجود صادر نہ ہو اور اس معنی کو صوفیہ تخلیہ کہتے ہیں اور اسی معنی کے اعتبار سے صوفیہ کے کلام میں اپنے لیے عصمت کی دعا واقع ہے۔"[2]

---

[1] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۲۳

[2] ایضاً: فتاویٰ عزیزی فارسی ج ۱ ص ۱۲۸

etwork.org

الزام علی، انہوں نے کہا کہ علی مرتضیٰ اس شخص کی بلا کو دفع کرتے ہیں اور تکلیفوں کو دُور کرتے ہیں جو مشہور دُعا سیفی سات بار، تین بار یا ایک بار پڑھے اور وہ دُعا یہ ہے:

نادعلیاً مظہر العجائب والغرائب، تجدہ عوناً لک فی النوائب، کل ہم وغم سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی۔[1]

امام احمد رضا بریلوی نے یہ دُعا ایک ایسی کتاب سے نقل کی ہے جس کی اجازتیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے اساتذۂ حدیث سے لیتے اور اپنے شاگردوں کو دیتے رہے، ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں،

"فرزند رشید شاہ ولی اللہ صاحب کے "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" سے روشن کہ شاہ صاحب والا مناقب اور ان کے بارہ اساتذۂ علم حدیث منشائے طریقت جن میں مولانا طاہر مدنی اور ان کے والد و استاذ و پیر مولانا ابراہیم کردی اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی اور ان کے استاذ مولانا احمد شناوی اور شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولانا احمد نخلی وغیرہم اکابر داخل ہیں کہ شاہ صاحب کے اکثر سلاسل حدیث انہیں علماء سے ہیں بجواہر خمسہ حضرت شاہ محمد گوالیاری علیہ رحمۃ الباری وخاص دُعائے سیفی کی اجازتیں لیتے اور اپنے مریدین و معتقدین کو اجازت دیتے۔"[2]

اب بجائے اس کے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ان کے اساتذہ اور حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کو مشرک، بدعتی اور شیعہ قرار دیا جاتا، اُلٹا امام احمد رضا بریلوی پر

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۲

[2] احمد رضا خاں بریلوی، امام، الامن والعلیٰ (مطبوعہ لاہور) ص ۱۲

nazratnetwork.org

شیعہ ہونے کا الزام لگایا جا رہا ہے۔ اگر دعائے سیفی کو ماننے کی بنا پر امام احمد رضا بریلوی شیعہ قرار پاتے ہیں تو مذکورہ بالا تمام حضرات سے دست بردار ہو کر اعلان کر دیجئے کہ وہ شیعہ اور مشرکانہ عقائد کے حامل تھے، آخر یہ تفریق کیوں؟

اسی الزام میں یہ بھی کہا گیا ہے:

یہ شعر دفع امراض کے لیے مفید اور حصول وسیلہ و ثواب کا سبب ہے ؎

لِیْ خَمْسَۃٌ اُطْفِیْ بِھَا حَرَّ الْوَبَاءِ الْحَاطِمَہْ
اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُرْتَضٰی وَابْنَاھُمَا وَالْفَاطِمَہْ

یہ شعر فتاوٰی رضویہ جلد ششم ص ۱۸۰ کے حوالے سے نقل کیا گیا، حالانکہ اس صفحہ میں شعر کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ اس شعر اور دعائے سیفی میں اہل بیت کرام سے توسل کیا گیا ہے جو امت مسلمہ کا سلفاً و خلفاً معمول رہا ہے۔ اس کی تفصیل توسل کی بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔ سردست امام شافعی کا یہ شعر ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

آلُ النَّبِیِّ ذَرِیْعَتِیْ وَھُمْ اِلَیْہِ وَسِیْلَتِیْ
اَرْجُوْ بِھِمْ اُعْطٰی غَدًا بِیَدِ الْیَمِیْنِ صَحِیْفَتِیْ

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پاک بارگاہ الٰہی میں میرا ذریعہ اور وسیلہ ہیں امید ہے کہ قیامت کے دن اُن کے وسیلے سے مجھے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا۔"

الزام ۷: "وہ علم جفر اور جامعہ کو مانتے ہیں، جفر وہ جلد تھی جس میں حضور صادق نے ہر وہ چیز لکھ دی تھی جو قیامت تک ہونے والی تھی اور جس کی معرفت کی اہل بیت کو ضرورت ہو سکتی تھی نیز جفر و جامعہ حضرت علی کی دو کتابیں ہیں

---

۱ نظیر، البریلویۃ، ص ۲۲

۲ ابن حجر مکی ہیتمی، الصواعق المحرقۃ، ص ۱۸۰

zratnetwork.org

جن میں انتہائے دنیا تک کے ہونے والے حوادث علم الحروف کے طریقہ پر لکھ دیئے تھے اور آپ کی اولاد میں سے ائمہ معروفین ان کو جانتے تھے[1]

(ترجمہ ملخصاً)

علمی دنیا میں ایسی باتوں کی کیا وقعت ہے؟ علم جفر کی اہم ترین کتابوں میں سے ایک شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تصنیف ہے۔ اس علم کے شروع کرنے سے پہلے چند اسماء الٰہیہ کا ورد کیا جاتا ہے۔ خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ اگر حضور اجازت دیں، تو اس فن کو شروع کرے، ورنہ چھوڑ دے۔[2] کیا جو علوم قدیم زمانے سے چلے آرہے ہوں، جن کو حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے شروع کیا جاتا ہو اور جو ائمہ اہل بیت کا خصوصی علم ہو، کیا اسے جان لینے یا اس کے مان لینے سے انسان شیعہ ہو جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ائمہ اہل بیت اہل سنت کے محدثین، مفسرین، فقہاء، وصوفیہ کے مقتدا و پیشوا ہیں، کیا ان سب پر تشیع کا حکم لگایا جائے گا؟ پھر یہ بھی قابل غور حقیقت ہے کہ شریعت مبارکہ نے جن علوم سے منع نہ کیا ہو، ان پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہو سکتی۔ نحو اور بلاغت کے بڑے بڑے ائمہ معتزلی ہوتے ہیں۔ کیا ان علوم میں مہارت حاصل کرنے والا معتزلی ہو جائے گا۔

(ان ام عہ: انہوں نے یہ جھوٹی روایت نقل کی، اسے برقرار رکھا، اور اہل سنت کو اس کی تلقین کی،

رضا سے کہا گیا ——— جو امام ثامن اور شیعہ کے نزدیک معصوم ہیں ———

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے ایک کلام تعلیم فرمایئے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں؟ فرمایا قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر،

---

[1] ظہیر: البرلویۃ ص ۲۲

[2] محمد مصطفےٰ رضا خاں مفتی اعظم: ملفوظات ص ۱۵۰-۱۴۹

zratnetwork.org

سلام آپ پر اے اہل بیتِ رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب و خواہش و سوال و حاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطنِ کریم و ظاہر طاہر پر پکے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں۔ ان سب جن و انس سے جو محمد اور آلِ محمد کے دشمن ہوں۔[1]

اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے؟ امام احمد رضا بریلوی، حضرت علی مرتضیٰ رضا کا یہ فرمان خواجہ حافظ واسطی کی تصنیف فصل الخطاب اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف جذب القلوب سے نقل فرما رہے ہیں۔[2]

شیخ محقق کی عظمت و ثقاہت کو نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ان لفظوں میں خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں،

اعلم ان الهند لم يكن بها علم الحديث منذ فتحها اهل الاسلام (الى ان قال) حتى من الله تعالى على الهند بافاضته هذا العلم على بعض علمائها كالشيخ عبد الحق بن سيف الدين الترك الدهلوي المتوفى سنة اثنتين وخمسين والف وامثالهم وهو اول من جاء به هذا الاقليم وافاضه على سكانه في احسن تقويم[3]

جب سے مسلمانوں نے ہندوستان فتح کیا، یہاں علمِ حدیث کا پرچا نہیں تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان پر احسان فرمایا اور یہ علم وہاں کے علماء کو

---

[1] ظہیر، البریلویہ، ص ۲۳

[2] احمد رضا بریلوی، امام، فتاویٰ رضویہ (مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی) ج ۶، ص ۲۹۹

[3] صدیق حسن خاں، نواب، الحطۃ (اسلامی اکادمی، لاہور) ص ۲۰۰-۱

tratnetwork.org

علما فرمایا، جیسے شیخ محقق عبدالحق ابن سیف الدین ترک دہلوی (م ۱۰۵۲ھ)
وغیرہ علماء اور وہ اس علم کو اس خطے میں لانے اور یہاں کے باشندوں میں
بہترین طریقوں پر پھیلانے والے پہلے بزرگ ہیں۔

رہا یہ اعتراض کہ امام علی رضا شیعہ کے آٹھویں امام ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے
کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تصنیف تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۳۳ کے حوالہ سے
اس سے پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت امام رضا اہل سنت کے محدثین، مفسرین، فقہاء اور
صوفیاء کے مقتدا ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

(علی الرضا) وھو ابنھم ذکرا واجلھم قدرا.....
ومن موالیہ معروف الکرخی استاذ السری السقطی
لانہ اسلم علی یدیہ۔[1]

"علی رضا ائمہ اہل بیت میں سے جلیل القدر عظیم المرتبہ ہیں، سری سقطی
کے استاذ معروف کرخی ان کے موالی میں سے ہیں، کیونکہ ان کے ہاتھ پر
مشرف باسلام ہوئے تھے۔"

اس کے بعد امام رضا کی متعدد کرامتیں بیان کی ہیں۔ اہل بیت اور ان کے ائمہ
سے عداوت اہل سنت کا نہیں، خوارج کا شیوہ ہے..... اہل سنت و جماعت جس
طرح صحابہ کرام کے دشمنوں سے بری ہیں اسی طرح اہل بیت کے دشمنوں سے بھی بری ہیں۔

الزام ۹: انہوں نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ امام حسین
کے مزار کی تصویر، گھر میں بہ طور تبرک رکھنا جائز ہے۔[2]

بے شک بے جان چیز کی تصویر اپنے پاس رکھنا اور بنانا جائز ہے اور ایسی چیزیں

---

[1] احمد بن حجر المکی الہیتمی، الصواعق المحرقۃ (مکتبۃ القاہرہ) ص ۲۰۲

[2] تطہیر البریلویۃ ص ۲۲

tnetwork.org

معظمانِ دین کی طرف منسوب ہو کر تقدس حاصل کر لیتی ہیں، کعبہ شریف اور روضہ مبارکہ کی تصویریں بطور تبرک اپنے پاس رکھنے کو کون سا مسلمان پسند نہیں کرے گا؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے نقشے صدہا سال سے ائمہ دین بناتے رہے ہیں اور ان کے فوائد و برکات میں مستقل رسالے تحریر فرماتے رہے جسے شوق ہو علامہ نبہانی کے رسالہ فتح المتعال اور امام احمد رضا بریلوی کا رسالہ شفاء الوالہ کا مطالعہ کرے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارکہ کا ماڈل (تعزیہ) جو تیار کیا جاتا ہے اس کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

"اوّل تو نفس تعزیہ میں روضہ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی۔ ہر جگہ نئی تراش، نئی گراوٹ جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں کسی میں براق، کسی میں بیوہ مطلق، پھر کہیں بکوچہ، دشت بدشت اشاعت غم کے لیے اُن کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی شورانگیزی کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہوا ہے، کوئی ان مایۂ بدعات کو معاذ اللہ معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علی جدہ و علیہا الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پتی سے مرادیں مانگ منتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے۔۔۔۔۔۔ اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ مذمومہ کا نام ہے، قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔۔۔۔۔ روضۂ اقدس حضور سید الشہداء کی ایسی تصویر (ماڈل) بھی نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے (فوٹو) پر قناعت کرے۔"[1]

کیا ہے کوئی شیعہ جو اس قسم کا فتویٰ دے؟

ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، رسالہ تعزیہ داری (مکتبہ حامدیہ، لاہور) ص ۴-۲

Tathetwork.org

ویحرم صنع الضرائح منسوبة الی الحسین علیہ و علی آبائہ السلام، التی یصنعھا اھل الھند بالقرطاس ویسمونھا "تعزیة" [1]

"امام حسین علیہ وعلی آبائہ السلام کی طرف منسوب قبروں کے بنانے کو حرام قرار دیتے تھے جو اہل ہند کاغذ سے بناتے ہیں اور جسے تعزیہ کہتے ہیں۔"

الزام ۱۰: "ان کا سلسلۂ بیعت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک ائمہ شیعہ کے ذریعے پہنچتا ہے جیسا کہ انہوں نے خود اپنی عربی عبارت میں ذکر کیا ہے:

اللھم صل وبارك علی سیدنا ومولانا محمد المصطفی رفیع المکان، المرتقی علی الشان، الذی رجیلٌ من امت خیر من الرجال السالفین وحسینٌ من ترمرته احسن من کذا وکذا حسنًا من السابقین السید السجاد زین العابدین، باقر علوم الانبیاء والمرسلین، ساقی الکوثر ومالك تسنیم وجعفر الذی یطلب موسی الکلیم رضا ربہ بالصلوٰۃ علیہ [2]

جن ائمہ اہل بیت کے ذریعے امام احمد رضا بریلوی کا سلسلۂ بیعت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے ان ائمہ کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی معصوم مانتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نہیں اہل بیت کے پیشوا و متقدی قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ سید احمد بریلوی پیر و مرشد شاہ اسمٰعیل دہلوی کا سلسلۂ طریقت بھی انہی ائمہ اہل بیت کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

---

[1] تحذیر الناس — البریلویۃ — ص ۲۳

[2] محمد علی بستوی: مخزن احمدی (مطبع مفید عام، آگرہ) ص ۱۲-۱۱

athcnetwork.org

اگر اسی بنا پر کسی کو شیعہ قرار دیا جا سکتا ہے، تو ماننا پڑے گا کہ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز اور سید صاحب بھی شیعہ تھے اور ان کے وابستہ علماء اہل سنت بھی لازماً شیعہ ٹھہریں گے

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، پیشوائے اہل حدیث شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

مسند الوقت، الشیخ الاجل[1]

نیز کہتے ہیں:

"علم حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول اور ان سے متعلق علوم صرف اسی خانوادے میں تھے۔ اس بارے میں کوئی موافق یا مخالف اختلاف نہیں کر سکتا سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ نے انصاف سے اندھا کر دیا ہو"[2]

عربی شجرہ طریقت

مارہرہ شریف کے بزرگ سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے عرس کے موقع پر مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی تشریف فرما تھے، میں نے مولانا عبدالمجید بدایونی کا شجرۂ عربی بصورت درود شریف دکھایا اور کہا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی درود شریف کی صورت میں لکھ دیجئے، وہ فرماتے ہیں:

"اسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلمدان سے قلم لے کر قلم برداشتہ بغیر کوئی مسودہ کئے ہوئے ہمارے وظیفہ کی کتاب پر نہایت خوشخط اور اعلیٰ درجہ کے مرصع و مسجع عبارت درود شریف میں شجرۂ قادریہ برکاتیہ جدیدہ تحریر فرمایا"[3]

---

[1] صدیق حسن خاں، نواب: ابجد العلوم، ج ۳، ص ۲۴۱

[2] ایضاً " " ص ۲۴۲

[3] ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۳۱

Tariqatnetwork.org

امام احمد رضا کے قلم سے لکھے ہوئے اس شجرہ کا عکس انوارِ رضا (ص ۲۸ تا ۳۰) میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ شجرہ مدینہ شریف میں ۲۱ محرم بروز جمعہ ۱۳۰۶ھ کو تحریر فرمایا۔ بے شک عربی زبان پر امام احمد رضا کی دسترس کا بہترین گواہ اور عربی ادب کا شہ پارہ ہے۔ لسان عربی کا ماہر اسے دیکھے تو پھڑک اٹھے لیکن جسے اس کا مطلب ہی سمجھ نہ آئے وہ اعتراض کے سوا کیا کر سکتا ہے؟ اور اعتراض بھی ایسے کمزور کہ جنہیں دیکھ کر اہلِ علم مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں، لکھتا ہے:

"اس عبارت سے عربی میں ان کا نابغہ اور ماہر ہونا ظاہر ہو جاتا ہے، وہ شخص جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تین سال کی عمر میں عربی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔"[1]

جب کہ اُن کی اپنی حالت یہ ہے کہ عربی عبارت صحیح نقل بھی نہ کر سکے، اصل عبارت یہ تھی "خَیْرٌ مِنْ رِجَالِ مِنَ السَّالِفِیْنَ" اسے یوں نقل کر دیا "خیر من الرجال السالفین" یعنی رجال پر الف لام زیادہ کر دیا اور اس کے بعد مِنْ حذف کر دیا۔ رجال پر تنوین تعظیم کے لیے تھی، اس کے حذف کرنے سے اصل مفہوم برقرار نہیں رہا۔ پھر کئی جگہ قومہ (،) بے موقع اپنے پاس سے لگا دیا، مثلاً کذا وکذا حسناً کے درمیان اسی طرح تسنیم اور جعفر کے درمیان اور یَطْلُبُ اور مُوسیٰ الکلیم کے درمیان جعفر کے بعد قومہ ہونا چاہیے تھا جو نہیں دیا گیا۔ اگر عبارت کا مطلب سمجھ میں آجاتا تو یہ غلطیاں رونما نہ ہوتیں۔

دراصل شجرۂ طریقت میں جتنے بزرگوں کے نام تھے، اُن کو امام احمد رضا بریلوی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بنا دیا ہے یا کسی طرح پر آپ کے وصف میں ڈھال لے آئے ہیں اور اس درود شریف کا توجہ

---

[1] شرکت حنفیہ، لاہور، انوارِ رضا ص ۳۰

[2] نعیمی، البریلویۃ ص ۲۳

tnetwork.org

ملاحظہ ہو، ترجمہ جاتا رہے گا۔

اے اللہ! صلوٰۃ و سلام اس پاکیزہ نور والی طرح پر جو اے آقا! حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منصب بلند مرتبے والے پسندیدہ عالی شان والے پر، جن کی امت کا ایک چھوٹا مرد پہلے گزرے ہوئے اور بعد میں آنے والے تمام لوگوں کا چھٹا سا حصہ گروہ ہے، جو ہر ایک کو ہر بھلائی کے ساتھ تسلیم اور ہر شر سے حفاظت کی خبر کے مالک، اور کریم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے لیے بھلائی طلب کرتے ہیں۔"

یہ تمام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف ہیں، مجھ میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی تھا اور حسنین تصغیر کا صیغہ ہے، جس کا استعمال حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بالکل مناسب نہیں اس لیے ہے انتہائی حسین ادب طریقے پر لاتے ہیں:

"جن کے گروہ کا چھوٹا سا حصہ گزشتہ بڑے بڑے سینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔"

سبحان اللہ کیا پاس ادب ہے اور کیا حسن بیان ہے مگر کم علم عبارت کا مطلب نہیں سمجھے، اس لیے بڑے بول بول گئے ہیں:

"پتا نہیں یہ کونسی ترکیب ہے اور کیسی عبارت ہے؟"

مطلب سمجھ میں آجاتا، تو اس سوال کی نوبت ہی نہ آتی ہے کہتے ہیں:

"باقر علوم الانبیاء کا کیا معنی ہے؟"

اتنی واضح عبارت کا معنی بھی سمجھ میں نہیں آتا اس کے باوجود امام احمد رضا کی عربی دانی پر فلسفہ چھانٹ گزشتہ سطور پر تبصرہ فرما چکا ہے، اسے دیکھنے سے معنی سمجھ میں آجائے گا۔

ahazratnetwork.org

امام نووی فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر کو باقر اس لیے کہتے ہیں،

لانہ بقر العلم ای شقہ و فتحہ فعرف اصلہ و تمکن فیہ [1]

کہ انہوں نے علم کو کھول دیا، اس کی اصل کو پہچانا اور اس میں ماہر ہوئے۔

"باقر علوم الانبیاء" کا معنی ہوگا انبیاء کے علم کو کھولنے والے اور بیان فرمانے والے یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصف ہے۔ پھر کہتے ہیں،

وما معنی "بالصلوۃ علیہ"؟

"بالصلاۃ علیہ" کا معنی کیا ہے؟

پورے جملہ کا ترجمہ دیکھئے معنی سمجھ میں آجائے گا۔

"وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں"

الزام ۱۱: انہوں نے پاک و ہند اور بیرونی ممالک کے اہل سنت کی تکفیر کی اور تصریح کی کہ ان کی مسجدیں، مسجدیں نہیں، ان کی ہم نشینی اور ان سے نکاح جائز نہیں، لیکن شیعہ کو اپنے فتووں کا ہدف نہیں بنایا، ان کے مراکز اور امام باڑوں کے بارے میں گفتگو نہیں کی۔ اس کے برعکس کہتے ہیں کہ شیعہ نے ایک امام باڑہ بنایا پھر بریلوی کے پاس گئے تو انہوں نے اس کا تاریخی نام تجویز کر دیا۔[2]

یہ بالکل خلاف حقیقت ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے دنیا بھر کے اہل سنت کی تکفیر کی۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ابواب میں بیان کیا جائے گا کہ انہوں نے خدا اور رسول کی بارگاہ

---

[1] ابو زکریا یحییٰ بن شرف النواوی، شرح مسلم (نور محمد کراچی) ج ۱، ص ۱۸

[2] ظہیر، البریلویۃ، ص ۲۴

[3] ایضاً، ص ۲۴

thenetwork.org

میں گستاخی کرنے اور ضروریاتِ دین کا انکار کرنے والوں کے بارے میں حکم شریعت بیان کیا ہے۔

رہا امام باڑہ کا تاریخی نام تجویز کرنا تو وہ بھی ایک خاص لطیفہ ہے جس سے قارئین کرام لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ۱۲۸۶ھ میں جبکہ امام احمد رضا بریلوی کی عمر چودہ سال تھی، ایک صاحب نے درخواست کی کہ امام باڑہ تعمیر کیا گیا ہے، اس کا تاریخی نام تجویز کر دیجئے آپ نے برجستہ فرمایا:

"بدر رفض" (۱۲۸۶ھ) نام رکھ لیں، اس نے کہا امام باڑہ گزشتہ سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ نام میں رفض نہ آئے۔ آپ نے فرمایا: "دارِ رفض" (۱۲۸۵ھ) رکھ لیں۔ اس نے پھر کہا اس کی ابتداء ۱۲۸۴ھ میں ہوئی تھی۔ فرمایا: "در رفض" مناسب رہے گا۔[1]

یہ واقعہ اس امر کی دلیل ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے اُن کی خواہش کے مطابق فرمائش پوری نہیں کی اور ایسا نام تجویز کیا جو شیعہ کے لیے قابلِ قبول نہ تھا۔ حیرت ہے کہ اسی واقعہ کو ان کے شیعہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔

گزشتہ صفحات میں اختصار کے پیشِ نظر امام احمد رضا بریلوی کے چند رسائل کے نام پیش کیے گئے ہیں جو روِ شیعہ میں ہیں۔ احکامِ شریعت اور فتاویٰ رضویہ جلد ششم کے چند صفحات کی نشان دہی کی گئی ہے، جن کے دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ امام احمد رضا نے شیعہ کے رد میں کیسے کیسے فتوے صادر فرمائے ہیں۔

۱۴ صفر ۱۳۲۹ھ کو قاضی فضل احمد لدھیانوی (مصنف انوار آفتاب صداقت) نے ایک استفتاء بھیجا کہ ایک رافضی نے کہا ہے کہ آیہ کریمہ "إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ" کے اعداد (۱۲۰۲) ہیں اور یہی عدد ابوبکر، عمر، عثمان" کے ہیں، یہ کیا بات ہے؟

اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

---

[1] محمد دین بہاری، مولانا، حیاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۱۸۱

zratnetwork.org

رافضی معصوم اللہ تعالیٰ کی بتائے مذہب لیجیے ہی اوہام بے سروپا دور ہوا

پہلے:

اولاً: ہر آیہ عذاب کے عدد اسماء اخیار سے مطابقت کر سکتے ہیں اور ہر آیہ ثواب کے عدد اسماء کفار سے کہ اسماء میں وسعت وسیع ہے۔

ثانیاً: امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان ہیں، رافضی نے آیت کو اُدھر پھیرا تو بھی اِدھر پھیرے گا اور دونوں ملعون ہیں۔

ثالثاً: رافضی نے اعداد غلط بتائے۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد بارہ سو ایک ہیں نہ کہ دو۔

ہاں اور رافضی! بارہ سو دو عدد ہیں کا ہے سے؟ ابن سبا رافضہ (۱۲۰۲) سے۔

ہاں اور رافضی! بارہ سو دو عدد ہیں اُن کے۔

ابلیس یزید ابن زیاد شیطان الطاق کلینی ابن بابویہ قمی طوسی حلی (۱۲۰۲)

ہاں اور رافضی اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیء

"بیشک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے اے نبی! تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں"

اس آیہ کریمہ کے عدد ۲۸ ۲۸ ہیں اور یہی عدد ہیں۔

"رافضی اثنا عشریہ شیطنیہ اسمٰعیلیہ کے (۲۸ ۲۸

alahazratnetwork.org

ہاں اور رافضی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

لعنھم اللہ ۔۔۔ ولھم سوء الدار

اُن کے لئے لعنت ہے اور اُن کے لیے ہے بُرا گھر

اس کے عدد ہیں ۶۴۴ اور یہی عدد ہیں،

"شیطان الطاق طوسی حلی" کے (۶۴۴) [1]

اس کے بعد متعدد آیات بیان فرمائیں جن میں اجر و ثواب کا ذکر ہے اور ان کے اعداد صحابہ کرام کے اسماء مبارکہ کے اعداد کے برابر ہیں۔ کیا کوئی شیعہ ایسا جواب دے سکتا ہے؟ یقیناً نہیں، تو پھر یہ کہنے دیجئے کہ اہل سنت کے ایسے امام کو کوئی خارجی ہی الزام دے سکتا ہے

الزام ۱۲: انہوں نے بعض قصائد میں ائمہ شیعہ کی مدح و منقبت میں مبالغہ کیا ہے۔ [2]

اس کے لیے کسی صفحہ نمبر کا حوالہ نہیں دیا، صرف حدائق بخشش کا نام لکھ دیا ہے، کیونکہ اگر صفحہ نمبر لکھ دیا جاتا تو سلام ہو جاتا کہ جن حضرات کی منقبت ہے، وہ اہل سنت ہی کے مسلم پیشوا و مقتدا ہیں، جیسا کہ اس سے پہلے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حوالہ سے بیان کیا جا چکا ہے۔

اہل حدیث کا خود شیعہ ہونے کا اقرار

امام احمد رضا بریلوی پر شیعہ ہونے کے الزامات بلکہ اتہامات کا تجزیہ گزشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔ الزام دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ان کا سلسلہ بیعت ائمہ شیعہ کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ انہوں نے ائمہ شیعہ کی تعریف کی ہے ان

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۹ - ۱۴۸

[2] نظیر، السبیہ بریلویہ ص ۲۴

ziaulnetwork.org

الزامات کی حقیقت اس سے پہلے منکشف ہو چکی ہے۔ اس طرزِ استدلال کے مطابق اہلِ حدیث کے مشہور پیشوا نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو بھی شیعہ قرار دینا چاہیے کہ ان کا سلسلۂ نسب بھی اُن ائمہ سے وابستہ ہے ۔۔۔ جنہیں ائمۂ شیعہ کہا گیا ہے۔

نواب صاحب اپنے والد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ونسبه الاقصیٰ ینتهی الیٰ سید نا زین العابدین علی اصغر بن حسین الشهید بکربلا رضی الله تعالیٰ عنه [1]

"ان کا بالائی سلسلۂ نسب سیدنا زین العابدین علی اصغر ابن حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔"

میاں نذیر حسین دہلوی جو غیر مقلدین کے شیخ الکل ہیں اور جن کے بارے میں کہا جاتا ہے:

من سلالة الرسول الشریف نذیر حسین الدهلوی [2]

"خاندانِ رسول میں سے سید نذیر حسین دہلوی۔"

ان کا شجرۂ نسب حضرت حسن عسکری سے ملتا ہے اور ان کے سلسلۂ نسب میں وہ تمام حضرات موجود ہیں جنہیں شیعہ کے بارہ امام کہا گیا ہے۔ [3]

اس سے بھی بڑھ کر نواب وحید الزمان کا اعتراف سنیے، جو کتبِ حدیث کے مترجم اور اہلِ حدیث ہیں، لکھتے ہیں:

اهل الحدیث هم شیعة علی یحبون اهل بیت رسول الله صلی الله علیه وسلم ویتولونهم ویحفظون فیهم وصیة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذکرکم الله فی اهل بیتی

---

[1] صدیق حسن خاں، نواب: ابجد العلوم، ج ۳، ص ۲۶۷

[2] نذیر حسین دہلوی: البریلویۃ، ص ۱۶۳

[3] فضل حسین بہاری: الحیاۃ بعد المماۃ (مکتبہ شیب کراچی) ص ۱۱-۱۰

thetwork.org

وانی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی ویقدمون قول اھل البیت فی المسائل القیاسیۃ علی اقوال الآخرین ..... واھل البیت علی والحسن والحسین وفاطمۃ واولاد فاطمۃ واولاد اولادھم الی یوم القیامۃ [1]

"اہل حدیث شیعہ علی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت و موالات رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس وصیت کا پاس رکھتے ہیں کہ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں اور میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں:

(۱) کتاب اللہ (۲) میری عترت اور اہل بیت ــــ اور اہل حدیث قیاسی مسائل میں اہل بیت کے اقوال کو دوسروں کے اقوال پر مقدم رکھتے ہیں۔ اہل بیت یہ ہیں: حضرت علی، حسن و حسین، فاطمہ، اولاد فاطمہ اور قیامت تک ہونے والی ان کی اولاد۔"

ان میں وہ تمام حضرات بھی شامل ہیں جنہیں شیعہ کے بارہ امام کہا گیا ہے۔ اب بتایا جائے کہ اقراری شیعہ کون ہے؟ امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک یا نواب وحید الزمان اور ان کے ہم خیال غیر مقلدین؟

ع محمدی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خود ظہیر صاحب کو ان کے ایک غیر مقلد بھائی مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسی طرح الشیعہ والسنۃ لکھنے کے باوجود، شیعہ علماء کے لیے عرب ممالک کے ویزے کے لیے کوششیں کرنے ..... کو بھی موضوع مباہلہ بنا لیجیے [2] شیعہ علماء کو ویزے دلانے کی کوشش ربط معنوی کے بغیر تو نہیں ہو سکتی۔

---

[1] وحید الزمان، نواب، ہدیۃ المہدی (مطبوعہ سیالکوٹ)، ص ۱۰۰

[2] حافظ عبد المحسن مدنی، ہفت روزہ اہل حدیث لاہور (شمارہ ۳۰ اگست ۱۹۸۴ء)، ص ۷

rathetwork.org

دُنیا سے بے نیازی اور سخاوت

امام احمد رضا بریلوی خاندانی رئیس تھے، ان کے آباؤ اجداد نادر شاہ کے ساتھ قندھار سے آکر دہلی میں بلند مناصب پر فائز رہے۔[1]

ڈاکٹر مختار الدین آرزو (علی گڑھ) لکھتے ہیں،

"آپ نے امورِ دنیا سے کبھی تعلق نہ رکھا، آپ کے آباؤ اجداد سلاطین دہلی کے دربار میں اچھے منصبوں پر فائز تھے۔ جب آپ نے آنکھ کھولی تو گھر میں پیش امارت و ثروت کی فضا پائی۔ خود زمیندار تھے، لیکن ساری جائیداد کا کام دوسرے عزیزوں کے سپرد تھا، انہیں کتابوں کی خریداری، سادات کی مہمان نوازی اور گھر کے اخراجات کے لیے ماہانہ ایک رقم مل جاتی تھی، چونکہ داد و دہش کے عادی تھے، اس لیے کبھی ایسا ہوا کہ قلمدان میں ۲½ آنے سے زیادہ موجود نہیں رہے، لیکن انہوں نے کبھی نہیں پوچھا کہ گاؤں کی آمدنی کتنی آئی اور مجھے کتنی ملی۔"[2]

ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں،

"کاشانۂ اقدس سے کبھی کوئی سائل خالی نہ پھرتا۔ اس کے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے توکلاً علی اللہ

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا، حیاتِ اعلیٰ حضرت ص ۱۲-۱۳

[2] مختار الدین آرزو، ڈاکٹر، انوارِ رضا ص ۳۶۰

mazrathetwork.org

مہینے مقرر تھے اور یہ اعانت فقط مقامی نہ تھی، بلکہ بیرون جات میں بذریعہ منی آرڈر رقوم امداد روانہ فرمایا کرتے تھے۔" [1]

استغنائے نفس کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سے طلب نہ فرماتے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"گاؤں سے رقم آئی نہیں تھی اور ضروریات کے لیے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں۔" [2]

ان کی اسی ادا کو مخالف کس نظر سے دیکھتا ہے، آپ بھی دیکھیں اور داد دیں لکھا ہے:

"بعض اوقات سالانہ ملنے والی رقم کافی نہ ہوتی اور وہ دوسروں سے قرض لینے پر مجبور ہو جاتے کیونکہ ان کے پاس ڈاک کے ٹکٹ خریدنے کے لیے رقم موجود نہ ہوتی تھی۔" [3] (ترجمہ)

حالانکہ حیاتِ اعلیٰ حضرت کے اسی صفحہ پر امام احمد رضا بریلوی کے یہ الفاظ موجود ہیں کہ ضروریات کے لیے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں" قرض لینے کا کیا معنی؟ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے پاس خرچ کے لیے کچھ نہیں ہوتا، اس کے باوجود کسی سے طلب نہیں کرتا۔ یہ اعتراض بھی دیدۂ حیرت سے دیکھنے کے قابل ہے لکھتے ہیں:

"ایک طرف تو یہ تنگ دستی کہ ٹکٹ کے لیے پیسے نہیں، دوسری طرف یہ کہ انہیں دستِ غیب سے بکثرت مال و دولت ملتا تھا۔ بہاری رضوی (مولانا ظفر الدین بہاری) راوی ہیں کہ بریلوی کے پاس ایک مقفل صندوقچی تھی، جسے وہ بوقتِ ضرورت ہی کھولتے تھے اور جب اُسے کھولتے تو مکمل طور پر نہیں کھولتے تھے، اس میں ہاتھ ڈالتے اور مال، زیور اور کپڑے جو چاہتے نکال لیتے تھے۔"

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا، حیاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۵۲

[2] ایضاً، 〃 〃 ص ۵۸

[3] نظیر، البریلویۃ ص ۲۲

ahnafiathetwork.org

وکان یخرج منہا ما شاء من المال والحلی والثیاب[1]

یہ واقعہ مولانا نسیم بستوی کی کتاب اعلیٰ حضرت بریلوی کے حوالہ سے بیان کیا پھر حیاتِ اعلیٰ حضرت ص ۵۷ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں،

"بریلوی کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنے احباب اور دوسرے لوگوں میں کثیر زیورات تقسیم کیا کرتے تھے۔"

(کان یوزع علی الناس)[2]

اس جگہ چند امور لائقِ توجہ ہیں:

(۱) حیاتِ اعلیٰ حضرت اور اعلیٰ حضرت بریلوی دونوں کتابوں میں ایک ہی واقعہ جبل پور کا بیان کیا گیا ہے۔ نیز راوی بھی ایک ہیں سید ایوب علی رضوی، لیکن تاثر یہ دیا جا رہا ہے کہ یہ دو واقعے ہیں، بلکہ کان یخرج اور کان یوزع کے الفاظ سے تو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ یہ واقعہ عام طور پر پیش آتا رہتا تھا حالانکہ دونوں کتابوں میں ایسا کوئی اشارہ نہیں ہے۔

(۲) حیاتِ اعلیٰ حضرت میں اسی واقعہ کے دوسرے راوی مولانا حسنین رضا خاں، امام احمد رضا خاں بریلوی کے بھتیجے ہیں، انہیں بیٹا قرار دینا تسامح سے خالی نہیں

(۳) ممکن ہے یہ چیزیں پہلے سے صندوقچی میں رکھی ہوئی ہوں، بیان کرنے والے کا یہ تاثر ہے کہ یہ کرامت تھی اور کرامت کا انکار معتزلہ کا شیوہ ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں،

وخالفہم المعتزلۃ حیث لم یشاہدوا فیما بینہم ہذہ المنزلۃ[3]

---

[1] ظہیر، السیرۃ النبویۃ ص ۲۵—۲۴

[2] ایضاً " " ص ۲۵

[3] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ، شرح فقہ اکبر (مصطفی البابی، مصر) ص ۷۹

azratnetwork.org

معتزلہ نے اس مسئلہ میں اہل سنت سے اختلاف کیا ہے کیونکہ انہیں اپنے افراد میں یہ مرتبہ کرامت دکھائی نہیں دیا۔"

(۴) اللہ تعالیٰ بطور کرامت کسی کے ہاتھ پر ظاہر فرمادے۔ یہ الگ چیز ہے اور دستِ غیب ایک الگ چیز ہے کہ مثلاً ہر روز تکیے کے نیچے سے مخصوص رقم ملتی رہے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

"دستِ غیب کے لیے دُعا کرنا محال عادی کے لیے دُعا کرنا ہے جو مثل محال عقلی وذاتی کے حرام ہے۔" [1]

ایک بے سروپا الزام یہ بھی لگاتے ہیں:

"اُن کے مخالفین یہ تہمت لگاتے ہیں کہ دستِ غیب کا صدر و قمی وغیرہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ انگریزی استعمار کا ہاتھ تھا جو انہیں اپنے اغراض و مقاصد میں استعمال کرنے کے لیے امداد دیتا تھا۔" [2]

یہ تو آئندہ کسی مقام پر تفصیل سے بیان کیا جائے گا کہ انگریزی امداد کے ملتی تھی یا اس مقام پر تو صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ اس الزام کو مخالفین کی تہمت تسلیم کیا گیا ہے اور البریلویۃ کے ص ۲۶ پر خود اس الزام کی تردید کر دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کی آمدنی کا ذریعہ مریدین کے تحائف اور امامت کی تنخواہ تھی۔ باقی سب باتیں من گھڑت ہیں۔ اصل عبارت یہ ہے:

ان ما ذکرناہ و اثبتناہ آخرا ھو الاصح فی دخلہ و معاشہ والباقی کلھا مختلقات۔ [3]

"ان کی آمدنی اور ذریعہ معاش کے سلسلے میں صحیح ترین بات وہی جو ہم نے آخر میں بیان کی، باقی سب گھڑ کر سلے ہیں۔"

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: احکام شریعت (مدینہ پبلشنگ کراچی) ص ۲۰۳

[2] ظہیر، البریلویۃ ص ۲۵

[3] ایضاً، " " ص ۲۶

ratnetwork.org

قارئین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسے الزام کی حقیقت ڈھکوسلے سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے؟ ہر ایک صفحے پر مخالفین کی تہمت کے طور پر بیان کیا گیا ہوا اور اگلے صفحہ پر خود ہی اس کی تردید کر دی گئی ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کی آمدن اور ذریعہ معاش کے بارے میں اس طرح خیال آرائی کی گئی ہے:

"ان کی آمدنی کا بڑا حصہ مریدین کی نذروں اور تحائف پر مشتمل تھا یا پھر مسجد کی تنخواہ پر گزر بسر ہوتی تھی کیونکہ یہ ثابت نہیں کہ بریلوی کے والد یا دادا زراعت صناعت یا تجارت و حرفت میں مصروف رہے ہوں، یہی حالت بریلوی کی اپنی تھی۔" (ملخصاً)[1]

علمی دنیا میں اس قسم کے استدلالات کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے؟ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی، خاندانی رئیس اور زمیندار تھے۔ زمینوں کی دیکھ بھال اور کاشت دوسرے لوگوں کے سپرد تھی۔ وہاں سے ہونے والی آمدنی بھی آپ کے عزیزوں کے سپرد تھی، جس میں سے وہ کتابوں کی خریداری، سادات کرام کی خدمت اور گھریلو اخراجات کے لیے رقم پیش کر دیا کرتے تھے۔

جناب سید الطاف علی بریلوی جنہوں نے بچپن میں امام احمد رضا بریلوی کی زیارت کی تھی فرماتے ہیں:

"مولانا مالی اعتبار سے بہت ذی حیثیت تھے، معقول زمینداری تھی جس کا تمام تر انتظام اُن کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خاں صاحب کرتے تھے۔ مولانا اور ان کے اہل خاندان کے محلہ سوداگران میں بڑے بڑے مکانات تھے بلکہ پورا محلہ ایک طرح سے ان کا تھا۔"[2]

---

[1] مرید احمد چشتی، جہان رضا (مجلس رضا، لاہور) ص ۱۱۰

[2] نقیہ، ماہنامہ بریلویہ، کراچی ص ۳۵

hazratnetwork.org

جناب منور حسین سیف الاسلام جو ۱۹۳۰ء میں امام احمد رضا بریلوی کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے، ان کا بیان ہے:

"یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اور اس خاندان کے جتنے بھی حضرات تھے، سب پرانے خاندانی زمیندار تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے باغات تھے۔ شہر بریلی میں بہت سی دکانیں اور محلوں میں بہت سے مکانات تھے جن کا کرایہ آتا تھا، مگر مجھ کو کرایہ وصول کرنے والوں سے معلوم ہوا کہ غریبوں، بیواؤں سے کرایہ نہیں لیتے تھے۔"[1]

مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی لکھتے ہیں:

"اس خاندان کی دیہات زمینداری سے امیرانہ بسر ہوتی تھی"[2]

امام احمد رضا بریلوی کی فقہیت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ہزاروں فتوے تحریر کیے مگر کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ انہوں نے کسی فتوے پر فیس لی ہو، نماز وہ خود پڑھاتے تھے، لیکن یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے کبھی تنخواہ لی ہو، ان کے شب و روز دین متین اور امت مسلمہ کی فی سبیل اللہ خدمت اور راہنمائی میں صرف ہوتے تھے، باقی رہے تحفے تحائف تو ان کا احباب اور صالحین کو پیش کرنا اور قبول کرنا سنت سے ثابت ہے۔ بزرگوں کو پیش کیے جانے والے تحائف عرفی نذر ہیں جس کا معنی ہدیہ اور تحفہ ہے، شرعی نذر نہیں کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

ایک شخص نے امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں مٹھائی کا پیش کی۔ آپ نے فرمایا: یہ تکلیف کیوں کی؟ اس نے کہا یہ تحفہ ہے اور بس! کچھ ہی دیر بعد اس نے ایک تعویذ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: میں عموماً خود تعویذ نہیں لکھا کرتا، البتہ میرے جو پیر

---

[1] مرید احمد چشتی، جہانِ رضا، ص ۱۵۲

[2] عبدالعزیز خاں بریلوی مولوی، تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی (مکتبہ علم و فکر کراچی) ۱۹۷۰ء

zratnetwork.org

تعویذ لکھا کرتے ہیں، ان سے منگوا لیتا ہوں۔ تعویذ منگوا کر دے دیا اور ساتھ ہی خادم کو فرمایا کہ مٹھائی واپس کر دی جائے۔" اس شخص نے عرض کیا کہ یہ مٹھائی تعویذ کے لیے نہیں محض تحفے کے طور پر لایا تھا۔ آپ نے فرمایا: ہمارے ہاں تعویذ کا نہیں کرتے اور مٹھائی واپس کر دی۔[1]

ایسی سراپا خلوص شخصیت کے بارے میں یہ کہنے کا کیا جواز ہے کہ ان کی گزر بسر امامت کی تنخواہ پر ہوتی تھی؟ امام احمد رضا بریلوی کے خلوص اور للّٰہیت کا اندازہ ان کی تحریرات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، فرماتے ہیں:

"یہاں بحمدہ تعالیٰ نہ کبھی خدمتِ دینی کو کسبِ معیشت کا ذریعہ بنایا گیا نہ اصحاب علمائے شریعت یا برادرانِ طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی، بلکہ تاکید سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دستِ سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعتِ دین و حمایتِ سنت میں جلبِ منفعتِ مالی کا خیال دل میں نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصاً لوجہ اللہ ہو، اگر بلا طلب اہلِ محبت سے کچھ نذر (تحفہ) پائیں بلا رد و نہ فرمائیں کہ اس کا قبول کرنا سنت ہے۔"[2]

اہلِ مدینہ طیبہ کے لیے ہدیہ

ایک نیاز مند نے مدینہ طیبہ سے خط لکھ کر امام احمد رضا بریلوی سے پچاس روپے طلب فرمائے۔ آپ کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ سائل کا سوال رد نہیں کرتے تھے۔ اتوار کو یہ خط ملا، بدھ کو ڈاک جاتی تھی۔ پیر کا دن ایسے ہی گزر گیا، منگل کو خیال آیا لیکن اتفاق کی بات کہ پاس کچھ نہ تھا، مغرب کے بعد تشریف ہوئی، خود فرماتے ہیں:

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت ص ۲۹

[2] ریاست علی قادری، سید: معارف رضا (مطبوعہ کراچی ۲، ۱۹۷۰ء) ص ۲۲۳

azratnetwork.org

"میں نے سرکار میں عرض کیا کہ حضور ہی میں بھیجنا ہیں، عطا فرماتے جائیں کہ باہر سے حسنین رضا خاں، اعلیٰ حضرت کے بیٹے) نے آواز دی کہ سیٹھ ابراہیم بمبئی سے ملنے آئے ہیں۔ میں باہر آیا اور ملاقات کی، چلتے وقت اکیاون روپے انہوں نے دیئے۔ حالانکہ ضرورت پچاس روپے کی تھی۔ یہ اکیاون یوں تھے کہ ایک روپیہ منی آرڈر کا بھی تو دینا پڑتا۔ غرض صبح کو فوراً ہی منی آرڈر کر دیا۔"[1]

یہ تھی اہل مدینہ کے ساتھ ان کی محبت اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے کی برکت۔

پان اور حقہ

روزہ رمضان کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ گیارہ مہینے بلا روک ٹوک کھانے پینے والا، کھانے پینے پر شرعی پابندی کو قبول کرتے ہوئے دن میں کچھ کھانے پینے نہیں۔ افطاری کے بعد بھی اس قدر پیٹ بھر کر نہ کھائے کہ دن بھر کی خوراک شام کو کھالے۔ امام احمد رضا کی قناعت پسندی اور روزے کے مقاصد کا اس قدر پاس تھا کہ

"افطار کے بعد صرف پان پر اکتفا فرماتے۔"[2]

بعض لوگوں کو ان کی یہ فضیلت بھی کھٹکتی ہے اور پان کھانا بھی وجہ اعتراض نظر آتا ہے۔ حالانکہ کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آیا کہ کسی عالم نے پان کھانے کو بھی قابل اعتراض قرار دیا ہو۔ اسی طرح امام احمد رضا بریلوی کے بعض اوقات حقہ پینے پر بھی اعتراض کیا گیا ہے لکھا ہے:

عجیب ترین بات یہ ہے کہ جو شخص دوسروں کی تکفیر کرتا ہے اور معمولی اشیاء

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، احکام شریعت (مطبوعہ کراچی) ص ۲۳۰-۱

[2] عبدالمبین نعمانی، مولانا، انوار رضا ص ۲۵۶

[3] ظہیر، البریلویۃ ص ۲۶

ahazratnetwork.org

کی بناء پر دوسروں پر فسق و فجور کا حکم لگاتا ہے، وہ حقہ کیسے پیتا ہے؟ حالانکہ بہت سے علماء متقدمین اور متاخرین نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے، کم از کم مکروہ تو ضرور قرار دیا ہے۔"[1]

امام احمد رضا بریلوی حقہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عامہ بلاد کے عوام و خواص یہاں تک کہ علماء و خطبائے حرمین محترمین زادہما اللہ شرفاً و تکریماً میں رائج ہے، شرعاً مباح و جائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں"[2]

اس کے بعد علامہ سید احمد حموی، علامہ نابلسی، علامہ علاء الدین دمشقی، علامہ طحطاوی اور شامی کے ارشادات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"الحاصل معمولی حقہ کے حق میں تحقیق یہی ہے کہ وہ جائز و مباح و صرف مکروہ تنزیہی ہے، یعنی جو نہیں پیتے بہت اچھا کرتے ہیں جو پیتے ہیں کچھ برا نہیں کرتے۔۔۔۔۔۔

البتہ وہ حقہ جو بعض جہال بعض بلاد ہند، ماہ رمضان مبارک شریف میں وقت افطار پیتے اور دم لگاتے اور حواس و دماغ میں فتور لاتے اور دید و دل کی عجب حالت بناتے ہیں، بے شک ممنوع و ناجائز و گناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں۔"[3]

علامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

ویفھم ان شرب التتن لیس بحرام کما یزعمہ

---

[1] ظہیر، البریویۃ (حاشیہ) ص ۲۶

[2] احمد رضا بریلوی، احکام شریعت (مطبوعہ کراچی) ص ۲۵۶

[3] ایضاً، " " " ص ۲۶۵

zratnetwork.org

بعضهم بالقياس على اكل الثوم بجامع الخبث وهو بعد تسليم الخبث فيه والقياس تبطل حرمته ببطلان حرمة اكل الثوم۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فان كانت رائحة التتن كريهة عند قوم مجتمعين فى المسجد اوغيره تكون كرائحة الثوم والبصل وان لم تكن كريهة فلا وقد اجمع الناس اليوم على استعمال التتن فى غالب المجالس بين العلماء والعوام من غير استكراه لرائحته وانما يستكرهه القليل الذين لا يشربونه فلا يكون كالبصل والثوم لان المعتبر فى المتيس عليهما ما يستكرهه غالب الناس وهذا لا يستكرهه غالب الناس اليوم فليس هو من قبيل ذالك۔ [1]

"اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ تمباکو نوشی حرام نہیں ہے جیسا کہ بعض علماء نے خبث کو علت مشترکہ قرار دیتے ہوئے لہسن پر قیاس کر کے کہا ہے (اول تو یہ خبث اور قیاس مسلم ہی نہیں ہے) اور اگر تسلیم بھی کر لیں تو جب کہ لہسن کا کھانا حرام نہیں ہے، تو تمباکو نوشی بھی حرام نہ ہو گی۔ اگر مسجد وغیرہ میں مجتمع افراد کو تمباکو کی بُو ناپسند نہ ہو تو یہ بُو، لہسن اور پیاز کی بو کی طرح ہو گی اور اگر انہیں ناپسند ہو تو یہ بُو، لہسن اور پیاز کی بُو کی طرح بھی نہ ہو گی۔ آج لوگوں کی اکثریت، علماء و عوام کی مجالس میں عموماً تمباکو نوشی کرتی ہے اور اس کی بُو کو ناپسند نہیں کیا جاتا ہاں بہت کم لوگ اس بُو کو ناپسند کرتے ہیں، جو خود تمباکو استعمال نہیں کرتے لہٰذا تمباکو، پیاز اور لہسن کی طرح نہ ہو گا، کیونکہ پیاز اور لہسن کی بُو کو اکثر لوگ ناپسند

---

[1] عبدالغنی النابلسی، علامہ، الحدیقۃ الندیہ (مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد) ج ۱ ص ۵۹۲

zratnetwork.org

کرتے ہیں، جبکہ تمباکو کی بو کو اکثریت ناپسند نہیں کرتی، لہٰذا یہ قیاس درست نہ ہوگا۔"

علامہ ابن عابدین شامی طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں،

فاثبات حرمته امر عسير لا يكاد يوجد له نصير نعم لو اضر ببعض الطبائع فهو عليه حرام ولو نفع ببعض و قصد به التداوي فهو مرغوب ولو لم ينفع ولم يضر فهو مباح۔

"تمباکو نوشی کی حرمت ثابت کرنا دشوار ہے۔ اس دعوے کا کوئی امداد نہیں ملے گا، ہاں اگر کچھ طبیعتوں کو نقصان دے تو اس کے لیے حرام ہے اور اگر کسی شخص کو فائدہ دے اور وہ بطور دوا استعمال کرے، تو اس کے لیے پسندیدہ ہے اور اگر نہ فائدہ دے اور نہ نقصان (تو مباح ہے)"

مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں،

"حقہ پینا مباح ہے، مگر اس کی بدبو سے مسجد میں آنا نادرست ہے۔"

ایک اور سوال و جواب ملاحظہ ہو،

سوال، حقہ پینا کیسا ہے؟ اور پان میں تمباکو کھانا کیسا ہے؟

جواب، حقہ پینا و تمباکو کھانا درست ہے، مگر بدبو سے مسجد میں آنا حرام ہے۔"

نہ معلوم وہ اکثر علماء کون سے ہیں جو مطلقاً حقہ کو حرام کہتے ہیں۔ رہا امام احمد رضا کا کفر یا فسق کا حکم لگانا تو انہوں نے دلائل شرعیہ کی روشنی میں وہ حکم لگا کر مفتی شریعت کی ذمہ داری پوری کی ہے، بلا وجہ کسی پر کفر یا فسق کا حکم نہیں لگایا۔

امام احمد رضا بریلوی بسم اللہ شریف کے فوائد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں،

لہ ابن عابدین الشامی امام، تنقیح الفتاوی الحامدیہ (عبد الغفار قندھار) ج ۲، ص ۲۶۶

لہ رشید احمد گنگوہی، فتاوی رشیدیہ (محمد سعید کراچی) ص ۴۸۱

لہ ایضاً، " " " " ص ۵۰۴

nzratnetwork.org

"اور بعضے میں (شیطان کو) جھوکا ہی مارتا ہوں، یہاں تک کہ پان کھاتے وقت بسم اللہ اور چھالیہ منہ میں ڈالی تو بسم اللہ شریف ——— ہاں حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا۔ طحطاوی میں اس سے ممانعت لکھی ہے ——— وہ خبیث اگر اس میں شریک ہوتا ہو تو ضرر ہی پاتا ہوگا کہ عمر بھر کا بھوکا پیاسا اس پر دھوئیں سے کلیجہ جلانا ——— بھوک پیاس میں حقہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔"[1]

اس عبارت کا ایک ایک جملہ شیطان کی دشمنی اور عداوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تعجب ہے اسی واقعہ کو اس انداز میں بیان کیا جاتا ہے جیسے شیطان کے ساتھ دوستانہ ہو، ملاحظہ ہو،

لطیفہ یہ ہے کہ وہ خود کہتے ہیں کہ حقہ پینے میں شیطان ان کا ساتھی ہوتا ہے، وہ اور شیطان باری باری پیتے ہیں۔" [2] (ریکھ)

چونکہ شیطان کی دشمنی کو دوستی کے روپ میں پیش کرتے ہوئے دل میں چور چھپا ہوا تھا، اس لیے اس واقعے کا حوالہ دیتے ہوئے صرف ملفوظات بریلوی لکھنے پر اکتفا کیا گیا، صفحہ نمبر نہیں لکھا تاکہ اصل کی طرف رجوع کرنے سے حقیقت فوراً ہی نہ کھل جائے۔

ہاتھ اور پاؤں کا چومنا

کسی بزرگ شخصیت کی دینی عظمت و جلالت کے پیش نظر ہاتھ اور پاؤں کا چومنا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں ریاکاری یا اور کوئی غرض فاسد شامل نہ ہو۔

حضرت زراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے والے وفد عبدالقیس میں شامل تھے، وہ فرماتے ہیں،

---

[1] محمد مصطفےٰ رضا بریلوی، ملفوظات (مطبوعہ لاہور) ص ۲۲۱

[2] نظیر، البریلویہ ص ۲۶

hazratnetwork.org

لما قدمنا المدينة فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل يد رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجله رواه ابوداؤد۔[1]

"جب ہم مدینہ منورہ پہنچے، تو اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اُتر کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس اور پائے مبارک کو بوسہ دینے لگے۔ یہ حدیث امام ابوداؤد نے روایت کی۔"

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ دو یہودی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، انہوں نے آیاتِ بینات کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے بیان فرمائیں،

فقبلا يديه ورجليه وقالا نشهد انك نبي رواه الترمذي وابوداؤد والنسائي۔[2]

"تو انہوں نے آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا۔"

امام حاکم راوی ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے ایسی چیز دکھائیں جس سے میرا یقین زیادہ قوی ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اس درخت کو کہو کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد فرما رہے ہیں۔ اُس شخص نے ایسا ہی کہا، درخت نے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور آپ کے فرمانے پر واپس چلا گیا۔

علامہ ابن عابدین شامی نے یہ روایت نقل فرمائی ہے اور اس کے آخر میں ہے،

ثم اذن له فقبل رأسه ورجليه[3]

---

[1] ولی الدین الخطیب تبریزی، مشکوٰۃ شریف، باب المصافحۃ والمعانقۃ، فصل ثانی، ص ۴۰۲

[2] ایضاً، مشکوٰۃ، باب الکبائر وعلامات النفاق (ایچ ایم سعید کراچی) ص ۱۷

[3] ابن عابدین شامی، علامہ، ردالمحتار (احیاء التراث العربی، بیروت) ج ۸، ص ۴۲۵

zratnetwork.org

"آپ کی اجازت سے اس نے آپ کے سر اقدس اور پاؤں انور کو بوسہ دیا"

تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے:

طلب من عالم او زاهد ان يدفع اليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبله اجابه وقيل لا۔[1]

"کوئی شخص کسی عالم یا زاہد سے درخواست کرے کہ وہ اپنا پاؤں آگے بڑھائیں تاکہ اسے بوسہ دے سکے تو اس کی درخواست پوری کر دے بعض حضرات نے کہا نہیں"

امام احمد رضا بریلوی کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا اعتراف اپنوں بیگانوں سب ہی کو ہے، اسی تعلق خاطر کی بنا پر وہ ہر اس شخص اور ہر اس چیز کا احترام کرتے تھے، جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو چنانچہ سادات کرام اور خصوصاً اہل علم و تقویٰ حضرات کی تعظیم و تکریم دل و جان سے کرتے تھے اور صحیح العقیدہ علماء کرام کی پذیرائی جس انداز میں کرتے، وہ انہی کا حصہ تھی۔

حضرت شاہ علی حسین اشرفی

آپ ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء کو کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد انڈیا) میں پیدا ہوئے اور ۱۱ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں آپ کا وصال ہوا۔ علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور تبلیغ اسلام میں اپنی مثال آپ تھے۔ خاندانی اعتبار سے سید تھے اور شکل و صورت کے لحاظ سے شبیہ سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ہزاروں علماء آپ کے حلقہ ارادت سے وابستہ تھے۔ امام احمد رضا بریلوی آپ کا بہت ہی احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاؤں کو بوسہ دیتے تھے۔[2]

---

[1] علاء الدین الحصکفی، علامہ، درمختار بر حاشیہ شامی، ج ۵، ص ۲۴۵

[2] [illegible]

ahazratnetwork.org

اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے:

"جب کوئی حج بیت اللہ شریف سے واپس آتا، آپ اس سے دریافت فرماتے کہ حضور سرورِ کائنات (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضری دی؟ وہ ہاں کہہ دیتا تو فوراً اس کے قدم چوم لیتے۔"[1]

یہ محبتِ رسول کی معراج تھی، کیونکہ علم و فضل کا ہمالہ، عبقری فقیہ اور ہزاروں افراد کا مرشد طریقت ہونے کے باوجود حج کعبہ اور زیارت روضۂ رسول کا شرف حاصل کرنے والے کے پاؤں چوم لینا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل محبت کے بغیر عادتاً ناممکن ہے۔ مدینہ طیبہ کی حاضری کے بارے میں سوال اس لیے کرتے کہ جو شخص حج کر کے مدینہ طیبہ حاضری دیئے بغیر واپس آجاتے، اُس کا عقیدہ اور اُس کی محبت شک و شبہ سے خالی نہیں اور ایسا شخص کسی عاشقِ رسول کے نزدیک تعظیم و تکریم کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

شدت کا الزام

امام احمد رضا بریلوی کی بڑی خوبی جو مخالفین کی نظر میں خامی کہلاتی ہے یہ تھی کہ وہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کے لیے رحمت و شفقت اور بے دینوں و بدمذہبوں کے لیے شمشیرِ بے نیام تھے، جس شخص کو صراطِ مستقیم اور مسلکِ اہلِ سنت سے منحرف پاتے اُسے محبت سے نرمی سے سمجھاتے، وہ سمجھ جائے تو فبہا، ورنہ اس کی کج روی اور بے راہ روی کے مطابق زجر و توبیخ فرماتے جس کی بے اعتدالی جتنی شدید ہوتی، اتنی ہی شدت کے ساتھ اسے ڈانٹ ڈپٹ فرماتے۔ کسی بھی صحیح ڈاکٹر اور سرجن کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مریض تندرست ہو جائے اور اس کا مرض جاتا رہے، لیکن جب کوئی چارہ کار نہیں رہتا تو وہ مریض کا جسم چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے، ناکارہ اور نقصان دہ اعضاء کو کاٹ کر پھینک دیتا ہے تاکہ مرض اور نہ پھیلے۔ امام احمد رضا بریلوی

---

[1] خواجہ محمد اویس، انوارِ رضا، ص ۲۰۶

zrathetwork.org

نے بھی ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک ہمدرد اور مخلص ڈاکٹر اور سرجن کا کردار ادا کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ ان کے نشتر کی زد میں آئے، وہ انہیں سخت دل، رحمت و رافت سے ناآشنا، اخلاقی حدود سے تجاوز کرنے والا اور نہ جانے کیا کیا القاب دیتے رہیں گے۔

۲۵ اگست ۱۸۸۹ء کو مولوی محمود حسن نے اخبار نظام الملک میں ایک بیان دیا

"چوری، شراب خوری، جہل، ظلم سے معاذ اللہ کم فہمی یہ کلیہ ہے کہ جو متعدد العیب ہے، مقدور اللہ ہے۔"

بظاہر یہ مختصر سی بات ہے، لیکن اس کا احاطہ اتنا ہی وسیع ہے، جتنا کہ انسانی عیوب کا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے اس بیان پر رد کرتے ہوئے متعدد انسانی عیوب گنوائے کہ ہمارے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ ان تمام عیوب سے متصف ہو سکتا ہے، ان میں سے ایک عیب یہ بیان کیا:

امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

"عورت قادر ہے کہ زنا کرائے، تو تمہارے امام اور تمہارے پدر تعلیم کے لیے سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کر سکے، ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ لکھنؤ تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا، پھر کاہے پر خدائی کا دم مارتا ہے، اب آپ کے خدا میں فرج بھی ہوئی، ورنہ زنا کاہے میں کرا سکے گا۔"[1]

امام احمد رضا بریلوی نے تقدیس الوہیت کے تحفظ کی خاطر مخالفین کو یہ الزام دیا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ جو چیز بندے کی قدرت میں ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت میں بھی ہے، تو اس سے لازم آئے گا کہ جو برا کام بندہ کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی کر سکے، صرف یہی نہیں، بلکہ برے کاموں کے لوازم بھی اس کے لیے ثابت کرنے پڑیں گے۔ ذرا غور تو کرو کہ ایک چھوٹی سی بات پر کتنے بڑے بڑے مفاسد لازم آ رہے ہیں۔

---

[1] تفسیر البریلویۃ ص ۲۷

zratnetwork.org

امام احمد رضا بریلوی کی یہ ساری تقریر عظمتِ الٰہی کی حفاظت کے لیے تھی، لیکن مخالفین کو ان کی یہ ادا بھی پسند نہیں آئی اور اس طرح اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کیا:

"وہ تمام اخلاقی حدود سے تجاوز کر گئے، یہاں تک جرأت کی کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے اوصاف سے موصوف کیا کہ کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے موصوف نہیں کر سکتا، اگرچہ وہ کہتے ہیں کہ وہ دیوبندیوں کا خدا ہے۔"[۱]

قارئین خود انصاف کر سکتے ہیں کہ کیا امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ کو ناشائستہ اوصاف سے موصوف کیا ہے؟ ہرگز نہیں، وہ تو ان لوگوں پر گرفت فرما رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ جو بُرا کام بندہ کر سکتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے اور انہیں متنبہ کر رہے ہیں کہ تمہارے اس قول پر کیا کیا قباحتیں لازم آئیں گی۔ امام احمد رضا بریلوی کی عبارت پر نکتہ چینی کا مطلب یہ ہوا کہ عظمتِ الٰہی کو داغدار کرنے والے سچے ہیں اور مجرم ہیں تو امام احمد رضا، جو تقدیسِ الوہیت کے پاسبان ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی کی شدت کے حوالے سے یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے:

"بریلوی ہندوستان کے ایک مشہور عالم کے پاس پڑھنے کے لیے گئے، انہوں نے پوچھا آپ کی مصروفیات کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا میں وہابیہ کا رد کرتا ہوں اور اُن کی گمراہی اور ان کا کفر بیان کرتا ہوں۔ اس پر شیخ نے کہا ایسا نہیں چاہیے، چنانچہ وہ وہاں سے لوٹ آئے اور ایسے شخص سے پڑھنے سے انکار کر دیا جو موحدین کی تفسیق اور تکفیر سے منع کرتا ہو۔"[۲] (ترجمہ ملخصاً)

یہ واقعہ علامہ عبدالحق خیرآبادی کی ملاقات کا ہے، جس کا تذکرہ مولانا ظفر الدین بہاری نے حیاتِ اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۲ — ۱۳۶ — ۱۷۶ پر کیا ہے، اس واقعہ کی تفصیل اس سے پہلے گزر چکی ہے، اس جگہ چند اشارے کیے جاتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ بیان حقیقت سے

ahlehaqnetwork.org

کس قدر دور ہے۔

۱۔ امام احمد رضا نواب رامپور کے طلب کرنے پر ان سے ملاقات کے لیے گئے تھے، علامہ خیرآبادی سے پڑھنے نہیں گئے تھے۔

۲۔ اتفاقاً علامہ خیرآبادی بھی وہیں آگئے۔ دوران گفتگو انہوں نے مشاغل کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا، تدریس، افتاء اور تصنیف، انہوں نے پوچھا کس فن میں؟ فرمایا مسائل دینیہ اور رد وہابیہ[1] لیکن یہ صاحب اپنے پاس سے تکفیر کی چھڑ لگا رہے ہیں!

وابین ضلالهم وکفرهم[2]

جبکہ اس جگہ کفر کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح یہ بھی اپنی طرف سے اضافہ ہے کہ ایسے شخص سے پڑھنے سے انکار کر دیا جو موحدین کی تفسیق اور تکفیر سے منع کرتا ہو، حالانکہ اس جگہ بھی تکفیر کا ذکر نہیں ہے۔

۳۔ لطیفہ یہ کہ اس سے پہلے خود کہہ چکے ہیں کہ علامہ خیرآبادی انہیں پڑھانے پر راضی نہ ہوئے

ولکنه لم یرض بتعلیمه ایاه[3]

اور اس جگہ یہ کہا جا رہا ہے کہ بریلوی نے ایسے شخص سے پڑھنے سے انکار کر دیا۔

وابی ان یتعلم من مثل هذا الشخص[4]

اصل بات یہ ہے کہ زیب داستان کے لیے غلط بیانی کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور یہ گمان کیا جاتا ہے کہ حقائق میں حسن اور دلکشی کہاں؟

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۳۴

[2] ظہیر، البسہ یویۃ، ص ۲۸

[3] ایضاً، ص ۲۰

azratnetwork.org

علمی شکوہ اور قدرتِ کلام

امام احمد رضا بریلوی چودھویں صدی کی وہ عظیم ترین شخصیت ہیں جن کے علمی جاہ و جلال، وسعتِ نظر، قوتِ استدلال اور قدرتِ کلام کا ایک جہان معترف ہے۔ ان کے نظریات و معتقدات سے کئی لوگوں کو اختلاف ہوگا لیکن ان کے جذبۂ عشقِ رسول اور ان کے کلام کے سوز و گداز سے کوئی صاحبِ علم اختلاف نہیں کر سکتا۔ ذیل میں چند معروف اصحابِ علم و فکر کے تاثرات پیش کیے جاتے ہیں جن سے امام احمد رضا بریلوی کے مقام کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

علامہ اقبال کی رائے یہ تھی،

"وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بلند تھا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دورِ متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ مشکل سے ملے گا۔"[1]

ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں،

"مولانا احمد رضا خاں کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علومِ دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔"[2]

ڈاکٹر محی الدین الوائی اہلِ حدیث جامعہ ازہر، مصر لکھتے ہیں،

"پرانا مقولہ ہے کہ فردِ واحد میں دو چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں، تحقیقاتِ علمیہ اور نازک خیالی ——— لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اس تقلیدی نظریہ کے برعکس

---

[1] محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، حیاتِ مولانا احمد رضا خاں بریلوی (مطبوعہ سیالکوٹ) ص ۱۸

zratnetwork.org

ثابت کر کے دکھا دیا۔ آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے۔" (ترجمہ عربی)

ڈاکٹر محمد علی خاں، ایم اے، پی ایچ ڈی، ریڈر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (انڈیا) لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا نہایت بلند مرتبہ صاحب قلم تھے اور بے شک و شبہ اپنے عہد کے لاثانی صاحب تصنیف و تالیف تھے ـــــ آپ کی زود نویسی، برجستہ تحریر اور تصنیفی استعداد کی اعلیٰ صلاحیت یہ تھی کہ آپ نے برسوں کا کام دنوں میں اور مہینوں کا کام گھنٹوں میں بہ اسلوب احسن انجام دے کر فضلائے وقت کو انگشت بدنداں کر دیا۔" [1]

جناب شفیق بریلوی (کراچی) لکھتے ہیں:

"وہ ایک جید عالم دین اور بڑے نکتہ رس فقیہ ہونے کے علاوہ ایک بلند پایہ نعت گو شاعر بھی تھے۔ ان کو فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل تھی۔ وہ عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتیں قرآن و حدیث کی تفسیر و ترجمہ ہیں ..... ان کا قرآن مجید کا ترجمہ بھی بہت مشہور و مقبول ہے۔ قرآن مجید کے اس ترجمہ میں زبان و بیان کی شگفتگی موجود ہے اور عام فہم بھی ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت کے شاعرانہ ذوق، عالمانہ بصیرت، ایمان کی پختگی، محبت رسول اور ادب کے جوہر نمایاں ہیں۔" [2]

پروفیسر علی عباس جلالپوری، ایم اے فلسفہ (گولڈ میڈلسٹ) لکھتے ہیں:

---

[1] محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: حیات مولانا احمد رضا خاں ... ص ۲۰

azrathetwork.org

"حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے فارسی اور اُردو میں بے مثال نعتیں لکھی ہیں، جن کے بغیر درود و سلام کی کوئی محفل گرمائی نہیں جا سکتی۔ ان کا ایک ایک لفظ عشقِ رسول میں بسا ہوا ہے اور انہیں سُن کر سامعین کے دل عشقِ رسول سے سرشار ہو جاتے ہیں۔

ادبی لحاظ سے بھی یہ نعتیں حُسنِ بیان کے اچھوتے نمونے ہیں۔ ایک دن داغ دہلوی کے سامنے کسی شخص نے حضرت شاہ احمد رضا خاں کی ایک نعت کا شعر پڑھا

وہ سُوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مرزا داغ پھڑک اُٹھے اور کہا،

ہیں! ایک مولوی اور ایسا شعر! واہ! وا!

آپ کی اکثر نعتیں ہماری علمی و ادبی میراث کا بیش قیمت حصہ بن چکی ہیں۔"

جناب اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی فرماتے ہیں،

"مولانا کو شیریں زبانی کے اعتبار سے اہلِ زبان پر سبقت حاصل ہے اور بیان میں ندرت ہے۔ اس دور میں داغ، امیر، حالی، اکبر و داغ و امیر تلامذہ کی زبان، سلاست، سادگی اور محاورہ کے اعتبار سے مسلّم تھی، مولانا کی زبان شگفتگی اور روانی میں ان اساتذہ کی زبان سے کسی طرح بھی کم نہیں۔"

جناب رئیس امروہوی (کراچی) رقمطراز ہیں،

اُن کی تصانیفِ نثر اور ان کی شاعری کیف و سرور سے لبریز ہے جس سے عجب طرح کا انشراحِ صدر ہوتا ہے، رُوح پر امتزازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے

ahazratnetwork.org

وہ اک صوفی باصفا اور عالمِ جلیل تھے۔ ایسی کمیاب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں، مجدد آفریں بھی۔

سید شان الحق حقی لکھتے ہیں،

بہترین تخلیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے روحانی مسرت اور اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں، میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے برتر ہے۔ اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں، اس کی مقبولیت اور دل پذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال ہے اور مولانا کے شاعرانہ مرتبے پر دال ہے ؎

حسنِ تاثیر کو صورت سے، نہ معنی سے غرض
شعر وہ ہے کہ لگے جھوم کے گانے کوئی![1]

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں سابق صدر شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں،

میرا خیال یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالمِ دین ہیں جنہوں نے اردو نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کیے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دیے ہیں۔[2]

یہ تاثرات مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے ارباب علم و دانش کے ہیں جنہوں نے دل کھول کر امام احمد رضا کی مختلف حیثیتوں پر اظہارِ خیال کیا ہے، لیکن اگر ہم زمانوں کی بدلتی ہوئی نظر ہو تو اس قسم کے تبصرے بھی کیے جا سکتے ہیں،

"ان کی زبان مغلق اور مبہم ہے، بہت کم ان کا کلام سمجھ آتا ہے کیونکہ ان کی عبارات گنجلک اور اندازِ بیان مبہم ہے اور بعض اوقات وہ قصداً ایسا کرتے تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ زبردست عالم اور گہری تحریر کے مالک ہیں۔"

---

[1] مرزا احمد بیتاب: خیابانِ رضا، علیم بک شاپ، لاہور، ص ۶۰

athetwork.org

مذکورہ بالا تاثرات ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں، آپ کو خود احساس ہو جائے گا کہ تعصب بے جا حقائق سے کس قدر دور لے جاتا ہے۔ یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ جب گفتگو عام علمی معیار سے گذر کر تحقیق و تدقیق اور علمی و فنی اصطلاحات تک پہنچ جائے، تو پھر اس کا سمجھنا عام آدمی کے بس میں نہیں رہتا، جب تک ان اصطلاحات سے واقفیت اور اس کی گہرائی تک پہنچنے کی اہلیت نہ ہو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصنیفات فیوض الحرمین، ہمعات اور تفہیمات الٰہیہ کا ایک نظر مطالعہ کیجیے، یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

تقریر و خطابت

عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی بھی عالم کو تحریر و تقریر میں سے کسی ایک فن میں ہی کمال حاصل ہوتا ہے، لیکن امام احمد رضا بریلوی، دونوں میدانوں کے بے مثال شہسوار تھے، اگرچہ آپ تحریر کو تقریر پر ترجیح دیتے تھے کیونکہ تقریر ایک وقتی چیز ہے، جبکہ تحریر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو دیر تک رہ سکتی ہے اور دور تک پہنچ سکتی ہے۔

ایک دفعہ بدایوں کی جامع مسجد شمسی میں مولانا عبدالقیوم بدایونی (والد ماجد مولانا عبدالحامد بدایونی) نے اعلان کروایا کہ جمعہ کے بعد مولانا احمد رضا خاں کی تقریر ہوگی، آپ نے بہت معذرت کی کہ میں وعظ نہیں کیا کرتا، نیز یہ فرمایا کہ مجھے پہلے سے اطلاع نہیں دی، مگر وہ نہیں مانے۔ آپ نے مسلسل دو گھنٹے تقریر فرمائی۔ تقریر کے بعد مولانا عبدالقیوم بدایونی نے خود بھی بلند پایہ عالم اور خطیب تھے، فرمایا:

"کوئی عالم، کتب دیکھ کر آنے کے بعد بھی ایسے پُر از معلومات، پُر اثر بیان سے حاضرین کو محظوظ نہیں کر سکتا، یہ وسعتِ معلومات جناب ہی کا حصہ ہے"

۱۳۱۸ھ کا واقعہ ہے کہ پیلی بھیت میں ندوہ کے رد میں ایک جلسہ کیا گیا جس میں علمائے اہل سنت

atnetwork.org

بکثرت موجود تھے۔ رات کو جب امام احمد رضا بریلوی کی تقریر شروع ہوئی تو مولانا عبدالقادر بدایونی نے سید اسمٰعیل حسن میاں مارہروی کو نیند سے بیدار کیا اور فرمایا:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا بیان ہو رہا ہے اور سنا ہے کہ ندویوں کے سر غنہ بھی آئے ہوئے ہیں۔ اس وقت ہمارے پٹھان کے وار دیکھنے کے قابل ہیں[1]

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بڑے بڑے اصحاب فضل و کمال کس شوق سے امام احمد رضا کی تقریر سنا کرتے تھے۔

ایک دفعہ بدایوں میں حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی کے عرس مبارک کے موقع پر دو بجے صبح سے تین بجے تک چھ گھنٹے تقریر فرمائی اور سورۃ والضحیٰ کی تفسیر بیان کی اور آخر میں فرمایا کہ اسی سورۃ مبارکہ کی چند آیات مبارکہ کی تفسیر میں اسی جزو لکھے تھے پھر آگے نہ لکھ سکا اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے کلام پاک کی تفسیر لکھوں۔[2]

جناب سید ایوب علی رضوی فرماتے ہیں:

ذکر میلاد مبارک میں ابتدا سے انتہا تک ادباً دو زانو رہا کرتے، یونہیں صبح فرماتے، چار پانچ گھنٹے کامل دو زانو ہی منبر شریف پر رہتے۔[3]

ماہ رجب ۱۳۱۸ھ میں مجلس علماء اہل سنت و جماعت، پٹنہ کے سالانہ اجلاس میں چار گھنٹے تقریر فرمائی۔[4]

ڈاکٹر سید عبداللہ، ایم۔ اے۔ ڈی لٹ، پیرین شعبہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور لکھتے ہیں:

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۹۵

[2] ایضاً، " " ص ۹۷

[3] ایضاً، " " ص ۱۰۰

ahazratnetwork.org

عالم اپنی قوم کا ذہن اور اس کی زبان ہوتا ہے اور وہ عالم جس کی فکر و نظر کا محور، قرآن حکیم اور حدیثِ نبوی ہو، وہ ترجمان علم و حکمت، نقیب حق و صداقت اور محسنِ انسانیت ہوتا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں بریلوی بھی ایسے ہی عالمِ دین تھے، تو یہ مبالغہ نہ ہوگا، بلکہ حقیقت کا اعتراف ہوگا وہ بلاشبہ جید عالم، متبحر حکیم، مبتکر فقیہ، صاحبِ نظر مفسرِ قرآن، عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے۔"[1]

لیکن جو لوگ حقائق سے واقف نہیں یا واقف نہیں ہونا چاہتے، ان کا تاثر یہ ہے، وہ کلام میں فصیح نہ تھے، نہ تحریر میں، نہ تقریر میں، انہیں خود بھی اس کا احساس تھا، اسی لیے وہ جمعہ اور عیدین کے موقع پر تقریر نہیں کرتے تھے، البتہ تیسری عید جو ان کی اور ان کے ہمنواؤں کی خود ساختہ بدعت ہے جسے وہ عید میلاد النبی کہتے ہیں اور اپنے شیخ شاہ آل رسول کے یوم وفات پر جسے وہ عرس کہتے ہیں، تقریر کرتے تھے۔"[2]

اس جگہ چند امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں،

(۱) جس شخصیت کو اپنے غیر فصیح ہونے کا احساس تھا اور اسی احساس کے پیشِ نظر وہ (بقول کسے) جمعہ اور عیدین کے مواقع پر تقریر نہیں کرتے تھے، تو وہ مذکورہ بالا دو موقعوں پر کس طرح تقریر کر لیتے تھے۔ جو تقریر کر ہی نہ سکتا ہو اُسے تو کسی موقع پر بھی یہ جرأت نہ کرنی چاہیے، خصوصاً دو اہم مواقع پر۔

(۲) اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ جمعہ و عیدین کے موقع پر تقریر نہیں کرتے تھے؟

جناب ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنے چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

hazratnetwork.org

"والد نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے بریلی کی جامع مسجد نوگھرہ میں تشریف لے جاتے اور میں بھی اکثر آپ کے ساتھ ہوتا، اکثر و بیشتر ہمیں دوسری صف میں بیٹھنے کا موقع مل جاتا۔ اسی مسجد میں حضرت مولانا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا کرتے۔ منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے جلیل سراپا کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے۔ ڈاڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔

آواز از حد شیریں اور گداز تھی۔ آپ کا وعظ نہایت موثر ہوتا تھا۔ میں اگرچہ بچہ تھا مگر اس کے باوجود آپ کے مواعظ میں میرے لیے کوئی کشش ضرور تھی۔ اکثر مجھ پر اونگھ کا سا طاری ہو جاتا اور حاضرین کی کیفیت تو اس سے بڑھ کر ہوتی تھی۔ مجھے یہ بھی محسوس ہوتا کہ طبیعت کے اعتبار سے آپ کا وعظ خاصا طویل اور مفصل ہوتا ہوگا، مگر وہاں خطبۂ جمعہ، حاضرین کی سہولت کے لیے اکثر مختصر فرماتے۔"[1]

ڈاکٹر صاحب امام احمد رضا بریلوی کے اندازِ تقریر کے بارے میں لکھتے ہیں،

"وعظ میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے آپ حکایاتِ ماثورہ بھی بیان فرماتے، مگر آپ کے مواعظ کی اصل بنیاد آیات اور احادیث پر قائم ہوتی تھی۔"[2]

(۳) صرف دو موقعوں پر تقریر کرنے کا حوالہ صفحہ نمبر کی نشان دہی کے بغیر حیاتِ اعلیٰ حضرت کا دیا گیا ہے، حالانکہ اس کتاب میں صراحۃً لکھا ہے کہ دو نہیں، بلکہ زبردست تقریریں ہوتی تھیں۔ ان کے علاوہ اہلِ شہر (بریلی) کی درخواست پر دیگر محافل میں بھی تقریر فرما دیتے تھے۔

ایک اقتباس ملاحظہ ہو،

---

[1] حامد احمد علی، ڈاکٹر، مقالاتِ یوم رضا (رضا اکیڈمی، لاہور) صفحہ ۱۲، ص ۸

ratnetwork.org

"اعلیٰ حضرت کا معمول تھا کہ سال میں تین وعظ بہت زبردست فرمایا کرتے تھے۔ ایک سالانہ جلسہ دستار بندی طلبائے فارغ التحصیل مدرسہ اہل سنت و جماعت مسجد بی بی جی محلہ بہاری پور میں، دوسرا ۱۲ ربیع الاول شریف کو دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نماز عشا . . . . . جس میں شہر بھر کے عمائد و معززین مطبوعہ دعوت نامے کے ذریعے مدعو ہوتے اور اس مجلس کا اہتمام اور وعظ کی اہمیت شہر میں ایسی تھی کہ اس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اہتمام و انتظام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی . . . . . تیسرا وعظ ۱۸ ذی الحجۃ الحرام عرس سراپا قدس . . . . . جناب سید شاہ آل رسول صاحب مارہروی قدس سرہٗ کے موقع پر . . . . . ان کے علاوہ کبھی کبھی اہل شہر کی دعوت اور غرض دعوتا پر بھی شہر کی بعض مجلس میلاد میں بیان فرمادیا کرتے تھے۔"

zratnetwork.org

تصانیف امام احمد رضا

امام احمد رضا بریلوی ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو پورے چودہ سال کی عمر میں علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور سند دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے اسی دن رضاعت کے ایک مسئلہ کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ اس دن سے آخر عمر تک آپ مسلسل لکھتے رہے اور اپنی تصنیفات کا عظیم انبار اور گراں قدر سرمایہ امت مسلمہ کو دے گئے۔ آج جب کہ آپ کے وصال کو ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے، ابھی تک آپ کی تمام تصانیف چھپ کر منظر عام پر نہ آسکیں ان کے قلم کی برق رفتاری اور اہل سنت کی غفلت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ اہل سنت وجماعت اپنی تمام تر کثرت کے باوجود فرد واحد کی نگارشات کو شائع کرنے سے قاصر رہے، جس نے پوری انجمن کا کام سرانجام دیا تھا۔

پھر یہ بھی نہیں ہے کہ ان کی تصانیف کی قدر ومنزلت نہیں کی جاتی، بلکہ جس صاحب علم کے پاس ان کی تصانیف موجود ہوں، وہ انہیں قیمتی متاع سمجھ کر اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے۔ اس جگہ اس امر کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جمعہ کے روز انارکلی لاہور میں جہاں پرانی کتابوں کے سٹال لگائے جاتے ہیں، بہت سی کتابیں بالکل نئی حالت میں، نصف یا اس سے بھی کم قیمت پر مل جاتی ہیں۔ سالبریہ نامی کتاب بھی چار پانچ روپے میں مل جاتی ہے لیکن امام احمد رضا کی اخباری کاغذ پر لیتھو کی چھپی ہوئی تصانیف میں سے کوئی رسالہ یا کتاب شاید ہی وہاں مل سکے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت وجماعت کو توفیق دے کہ وہ ایسا ادارہ قائم کریں جو امام احمد رضا بریلوی

ahazratnetwork.org

کی تمام تصانیف کو جدید انداز میں ایڈٹ کر کے شائع کرے۔ اس سلسلہ میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں کام کا آغاز ہو چکا ہے، جس کے شعبہ تصنیف و تالیف و تحقیق کے رکن مولانا اظہار اللہ ہزاروی، امام احمد رضا کے متعدد رسائل پر تحقیقی کام کر چکے ہیں۔ جامعہ اشرفیہ، مبارکپور (انڈیا) اور مرکزی مجلس رضا، لاہور میں اس سلسلے کا قابل قدر کام ہو رہا ہے۔

تعداد تصانیف

الدولۃ المکیۃ، تالیف ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء میں خود امام احمد رضا نے اپنی تصانیف کی تعداد دو سو سے زائد بیان کی ہے آپ کے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے حاشیہ میں وضاحت فرمائی:

"یعنی وہابیہ کے رد میں، ورنہ بحمداللہ تعالیٰ چار سو سے زائد ہیں۔"[1]

۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں مولانا ظفر الدین بہاری نے ایک فہرست اجمل العدد لتالیفات المجدد ترتیب دی جس میں ۳۵۰ تصانیف کا اجمالی تذکرہ کیا اور ساتھ ہی یہ تصریح فرمادی:

"میں نہیں کہتا کہ سب اسی قدر ہیں، بلکہ یہ صرف وہ ہیں جو اس وقت کے استقراء میں میرے پیش نظر ہیں۔ فضل خدا سے امید واثق کہ اگر تفحص تام اور تمام قدیم و جدید بستوں پر نظر عام کی جائے، تو کم و بیش پچاس رسالے اور نکلیں۔"[2]

۱۹۳۸ء میں مولانا ظفر الدین بہاری نے حیات اعلیٰ حضرت کی جلد سوم میں وہ فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کی تصانیف چھ سو سے زائد ہیں۔"

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: الدولۃ المکیۃ (مکتبہ رضویہ، کراچی) ص ۱۱

[2] ۲۰۰۰ء

ahazratnetwork.org

بعد میں تیار کی جانے والی فہرست کے مطابق ۵۴۸ تصانیف ہیں۔ [1]

مفتی اعجاز ولی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ جو امام احمد رضا بریلوی کے قریبی رشتہ دار اور متبحر عالم تھے، انہوں نے یہ تعداد ایک ہزار بیان کی۔ [2]

حقیقتِ حال سے ناواقف ان بیانات سے الجھن میں مبتلا ہو سکتا ہے، اسی لیے لکھا گیا ہے:

> تبالغہ اور غلو ان لوگوں کے رگ و پے میں رچا ہوا ہے، یہ سچی بات سے سیر نہیں ہوتے، مجبوراً جھوٹ بولتے ہیں، اسی لیے اس موضوع پر ان کے اقوال مختلف ہیں، چنانچہ تصانیف کی تعداد، دو سو، تین سو، پچاس، چار سو، پانچ سو سے زیادہ، چھ سو سے زیادہ اور ایک ہزار، بلکہ اس سے زیادہ بیان کی ہے (ترجمہ)

ایک ایسا اشکال ہے جسے ایک دفعہ بیان کرنے سے تسلی نہیں ہوئی، بلکہ ص ۲۹-۲۱-۲۳ پر تکرار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حالانکہ یہ کوئی لاینحل اشکال نہیں ہے۔ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء میں امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا کہ اس وقت تک تصانیف دو سو سے زائد ہیں (جس کا ترجمہ البریلویہ میں دو سو کے قریب کیا گیا ہے۔ اصل اور ترجمہ میں کتنا فرق ہے!) اسی جگہ مولانا حامد رضا خاں نے حاشیہ لکھا کہ یہ ان تصانیف کی تعداد ہے جو ردِ وہابیہ میں ہیں، ورنہ کل تصانیف چار سو سے زائد ہیں۔ ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں مولانا ظفر الدین بہاری نے فہرست تیار کی اور ان کی تعداد تین سو پچاس بیان کی اور ساتھ ہی تصریح کر دی کہ یہ تعداد حتمی نہیں ہے، مزید جستجو کی جائے تو چالیس پچاس رسائل مزید مل جائیں گے۔ مفتی اعجاز ولی خاں نے تعداد ایک ہزار بیان

---

[1] شرکت حنفیہ، لاہور، انوارِ رضا ص ۳۴۸-۳۲۶

zrathetwork.org

کی، یہ ان کا اندازہ اور ان کی رائے تھی، جو کچھ زیادہ بعید نہیں ہے۔

بمبئی سے ماہنامہ المیزان نے چھ سو صفحات پر مشتمل وقیع اور خوبصورت امام احمد رضا نمبر نکالا، تو اس میں جن کتب و رسائل کی فہرست دی گئی، ان کی تعداد پانچ سو اڑتالیس ہے۔ یہ بھی آخری فہرست نہیں ہے، مولانا یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

"فاضل بریلوی کی تصانیف کی تفصیلی فہرست پوری تحقیق اور تلاش و جستجو کے بعد مولانا عبد المبین نعمانی صاحب نے مرتب فرمائی ہے جو عنقریب المجمع الرضوی کے زیر اہتمام منظر عام پر آئے گی۔"[1]

جناب سید ریاست علی قادری لکھتے ہیں:

"پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، پرنسپل گورنمنٹ ڈگری سائنس کالج ٹھٹہ (سندھ) نے اپنی تصنیف حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی میں ۱۴۱۴ کتب و حواشی کا تذکرہ کیا ہے، موصوف "بلوگرافیکل انسائیکلوپیڈیا آف امام احمد رضا خاں" ترتیب دے رہے ہیں، جو تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔"[2]

مجھے یہ کہنے میں باک نہیں ہے کہ اہل سنت و جماعت نے تصنیف و اشاعت کے باب میں جس قدر بے اعتنائی سے کام لیا ہے، کسی فرقے نے نہیں لیا۔ اس غفلت شعار قوم سے آج تک نہ تو امام احمد رضا کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام ہو سکا اور نہ ہی وہ گراں قدر ذخیرۂ کتب پوری طرح محفوظ رہ سکا، اس لیے کوئی محقق کتنی ہی محنت کیوں نہ کرے، جامع اور مکمل فہرست تیار نہیں کر سکتا۔

ان حالات میں ہم دعوے سے یہی کہہ سکتے ہیں کہ امام احمد رضا کی تصنیفات و رسائل کی تعداد آج سو پچاس ہے تاوقتیکہ اس سے زیادہ نگارشات کی فہرست سامنے نہ آجائے۔

---

[1] ماہنامہ [illegible] ص [illegible] نظام [illegible]

[2] [illegible]

zratnetwork.org

بعض حضرات نے جو تعداد ایک ہزار بتائی ہے تو ممکن ہے وہ ظن و تخمین پر مبنی ہو۔

فتاویٰ رضویہ

امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف میں سرفہرست فتاویٰ رضویہ ہے۔ اس کا پورا نام العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ہے۔ اس فتاویٰ کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لیے درج ذیل چند تاثرات کافی ہیں۔

ڈاکٹر عابد احمد علی سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور علی گڑھ کی ایک مجلس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک بار استاذ محترم مولانا سلیمان اشرف نے اقبال کو کھانے پر مدعو کیا اور وہاں محفل میں حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ذکر چھڑ گیا۔ اقبال نے مولانا کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی کہ وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ مشکل سے ملے گا۔ اس کے ساتھ ہی اقبال مرحوم نے مولانا کی علمیت کی شدت اور بعض علماء کے بارے میں ان کی طرف منسوب سخت گیر رویے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ الجھن درمیان میں نہ آپڑتی تو ان کا وقت اور علم و فضل ملت کے دیگر مسائل کے لیے زیادہ مفید طریقے سے صرف ہوتا اور یقیناً وہ اس دور کے ابو حنیفہ کہلا سکتے تھے۔[1]

ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

---

[1] عابد احمد علی، ڈاکٹر، مقالات یوم رضا (رضا اکیڈمی، لاہور) حصہ ۲ ص ۱۰

tnetwork.org

یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی وجزئیاتہ یشہد بذالک مجموع فتاواہ وکتابہ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم الذی الفہ فی مکۃ سنۃ ثلاث وعشرین وثلاث مائۃ والف۔

"ان کے زمانے میں فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید ہی کوئی ان کا ثانی ہو اس پر ان کا فتاوی اور ان کی کتاب "کفل الفقیہ الفاہم" شاہد ہے جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ مکرمہ میں لکھی تھی۔"

مولانا مودودی کے نائب ملک غلام علی لکھتے ہیں،

"حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاوی کے مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے، اور عشق خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔"[1]

شاہ معین الدین ندوی، دار المصنفین اعظم گڈھ لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں مرحوم صاحب علم و نظر علماء مصنفین میں تھے۔ دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع و گہری تھی مولانا نے جس دقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات تحریر فرمائے ہیں اس سے ان کی جامعیت علمی بصیرت، ذہانت اور طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے ان کے عالمانہ محققانہ فتاوی مخالف و موافق ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔"[2]

---

[1] ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر (دار صادر کراچی)، جلد ۸، ص ۱۷

[2] یٰسین اختر مصباحی، مولانا: امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص ۷

[3] ایضاً: " " " " ص

thenetwork.org

یہ تاثرات امام احمد رضا بریلوی کے حلقہ معتقدین کے نہیں، بلکہ علامہ اقبال کے علاوہ باقی اہلِ علم مسلکاً ان سے متفق نہیں ہیں، اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ ان تاثرات کو غلو اور مبالغہ پر محمول کیا جائے۔

اس وقت (۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء) تک فتاویٰ کی بارہ جلدوں میں سے ساڑھے سات جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ ہندوستان سے شائع ہونے والی نیا ۔ترجلدیں بڑے سائز میں چھپی ہیں جبکہ پہلی پانچ جلدیں پاکستان میں شائع ہوئی ہیں۔ پاکستانی ایڈیشن میں سائز چھوٹا کر دیا گیا ہے لیکن اس میں قباحت یہ پیدا ہو گئی کہ خط اتنا باریک کر دیا گیا کہ پڑھنا مشکل ہے۔ ہندوستانی ایڈیشن میں سائز اور خط مناسب ہے، اگر فتاویٰ کو جدید انداز میں مرتب کیا جائے، پیراگرافنگ کی جائے، عربی عبارات کا اردو ترجمہ شامل کر دیا جائے اور حواشی میں حوالوں کی تخریج کر دی جائے تو اس کی کم از کم تیس جلدیں تیار ہو جائیں گی۔

ذیل میں فتاویٰ رضویہ کی آٹھ جلدوں کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

جلد اوّل: مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔ جہازی سائز (تقطیع (۱۲ × ۹½) صفحات ۸۸۰

اس جلد میں ایک سو چودہ فتوے اور اٹھائیس رسائل ہیں۔

جلد دوم: مطبوعہ کتب خانہ سنائی میرٹھ (انڈیا) سالِ طباعت (۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء) تقطیع (۹½ × ۶½) صفحات ۵۱۲

اس جلد میں ۲۸۸ فتوے اور سات رسائل ہیں؛

جلد سوم: مطبوعہ سُنّی دارالاشاعت، مبارکپور، اعظم گڈھ (انڈیا)

سالِ طباعت ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء) تقطیع (۱۱ × ۸½) صفحات ۸۱۵

اس جلد میں چار سو بیالیس مسائل ہیں اور پندرہ رسائل ہیں۔

جلد چہارم: مطبوعہ سُنّی دارالاشاعت، مبارکپور، اعظم گڈھ (انڈیا)

hazratnetwork.org

سالِ طباعت (۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء) تقطیع (رحم ۸×۱۱) صفحات ۲۲۷

اس جلد میں چار سو بیالیس مسائل اور ستائیس رسائل ہیں۔

جلد پنجم: سنی دارالاشاعت، مبارکپور، اعظم گڈھ (انڈیا)

سالِ طباعت (۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) تقطیع رحم ۸×۱۱ صفحات ۹۹۷

اس جلد میں نو سو چون فتاوی اور نور رسالے ہیں۔

جلد ششم: سنی دارالاشاعت، مبارکپور، اعظم گڈھ (انڈیا)

سالِ طباعت (۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) تقطیع (رحم ۸×۱۱) صفحات ۵۲۶

اس جلد میں چار سو ستانوے مسائل اور آٹھ رسائل ہیں۔

جلد دہم: (نصف) مطبوعہ مکتبہ رضا، بیسلپور، پیلی بھیت (انڈیا) صفحات ۲۶۴

سالِ طباعت (ندارد) تقطیع (ربع ۹×۱۲)

جلد یازدہم: مطبوعہ ادارۂ اشاعت تصنیفاتِ رضا، بریلی (انڈیا)

سالِ طباعت (۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) تقطیع (ثمن ۶×۹) صفحات ۳۱۵

اس جلد میں ایک سو تاون مسائل اور چار رسائل ہیں۔

یہ آٹھ جلدیں چار ہزار آٹھ سو پچپن صفحات پر مشتمل ہیں اور اگر جدید انداز میں مرتب کرکے شائع کی جائیں تو دو تین گنا زائد ہو جائیں۔

اعتراضات

امام احمد رضا کی تصانیف کے بارے میں چند شکوک و شبہات اٹھائے گئے ہیں جو حسب ذیل سطور میں ان کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ تصانیف کی تعداد کے بیان میں اختلافِ شدید پایا جاتا ہے اور اپنے امام کی عظمت کو جھوٹا سہارا دینے کی کوشش کی گئی ہے۔[1]

---

[1] تعبیر: البریلویۃ ص ۲۹-۳۰

hazratnetwork.org

یہ اعتراض مختلف صفحات میں تین بار ذکر کیا گیا ہے، گویا ایک بار ذکر کرنے سے تسلی نہیں ہوئی، اس کا جواب گزشتہ صفحات میں دیا جا چکا ہے۔

۲۔ بریلوی نے کوئی کتاب نہیں لکھی، صرف استفتاءات کے جواب میں فتوے لکھتے ہیں، اس کے لیے بھی متعدد تنخواہ دار ملازم رکھے ہوئے تھے۔ بعض استفتاء دوسرے شہروں میں بھیج دیے جاتے تھے، ان کے معاون بھی جواب تحریر کرتے۔ یہ جوابات سوال کرنے والوں کو ارسال کر دیے جاتے۔ بعض معاونین مختلف کتابوں سے عبارات نقل کر کے بھیج دیتے، جنہیں تحقیق و تنقیح کے بعد اپنی عبارت میں درج کر دیتے، یہی وجہ ہے کہ ان کے فتووں میں شدید ابہام پایا جاتا ہے[1] (تنویر مصطفیٰ)

دلائل کے بغیر آدمی جو چاہے کہہ سکتا ہے، لیکن اہل علم کے ہاں اس کی کچھ قدر و قیمت نہ ہوگی۔ امام احمد رضا کے پاس علماء کا جمگھٹا لگا رہتا تھا، کچھ حضرات دارالعلوم منظر اسلام کے مدرس ہوتے تھے۔ ملاقات کے لیے آنے والوں کی بھی کمی نہیں تھی۔ ان میں سے چند حضرات کو تربیت کے لیے مختلف کتابوں سے حوالے تلاش کرنے پر مامور فرما دیتے، تو اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے فتویٰ نویسی کے لیے ملازم رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ ان کی گزر بسر امامت کی تنخواہ اور نذرانوں پر تھی۔ دوسری طرف یہ کہ متعدد ملازم فتویٰ نویسی کے لیے رکھے ہوئے تھے، ان میں سے کس بات میں صداقت ہے؟ ہمارے نزدیک کسی میں بھی نہیں۔ بعض اوقات علامہ ظفر الدین بہاری کو کسی موضوع پر عبارات تلاش کرنے پر مامور فرما دیتے، یہ بھی ان کی تربیت کا حصہ تھا۔

اس جگہ حافظ عبدالرحمٰن مدنی (اہل حدیث) کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، وہ لکھتے ہیں:

میرے گاؤں میرے اپنے شاگرد ہیں جو خود احسان الٰہی ظہیر کے لیے عربی اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر احسان الٰہی ظہیر ان کا نام دیے بغیر اپنے نام سے

---

[1] ظہیر، البریلویۃ، ص ۲۹

network.org

یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ کیا دنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو، اُس کی مستقل کتابیں انگریزی زبان میں اُس کے نام سے شائع ہوں؟[1]

امام احمد رضا بریلوی کی فقہی بصیرت، ژرف نگاہی اور وسعتِ معلومات کے بیگانے بھی قائل ہیں۔ ابوالحسن علی ندوی اور شاہ معین الدین کے اقتباسات اس سے پہلے پیش کیے جا چکے ہیں۔ امام احمد رضا اس بات سے مستغنی تھے کہ کسی سے کتاب لکھوا کر اپنے نام سے شائع کریں۔

یہ تو اہلِ علم ہی جان سکتے ہیں کہ امام احمد رضا جو فتوے دیتے ہیں، وہ فیصلہ کن انداز میں دیتے ہیں، اس میں نہ تو ابہام ہوتا ہے، نہ تعقید، بلکہ قدرت نے انہیں ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا کہ وہ مختلف اقوال و عبارات کو ان کے صحیح محل پر محمول فرماتے اور احادیثِ مختلفہ میں اس طرح تطبیق دیتے کہ کوئی اشکال ہی باقی نہ رہتا۔

۴۔ بریلویوں کا یہ کہنا کہ ان کی تصانیف ایک ہزار سے زائد ہیں، دلیل سے ثابت نہیں، کیونکہ کتاب صرف فتاویٰ رضویہ کو کہا جا سکتا ہے جو چھوٹے بڑے حجم میں آٹھ جلدوں میں چھپا ہے۔ باقی چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں جنہیں کتاب نہیں کہا جا سکتا۔[2]

گویا کتاب اسی تصنیف کو کہا جا سکتا ہے جو بارہ ضخیم جلدوں میں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل ہو، فول میں چند کتابوں کے نام دیئے جاتے ہیں جو صرف چند صفحات پر مشتمل ہیں، الفقہ الاکبر، امام اعظم ابوحنیفہ کی اہم تصنیف ہمارے سامنے ہے۔ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کا مطبوعہ نسخہ ہے جس میں عربی عبارت چھوٹے سائز کے پچیس صفحات سے زائد نہیں ہے

---

[1] سید الرحمٰن مدنی، حافظ، ہفت روزہ اہلِ حدیث، لاہور (۳ اگست ۱۹۸۲ء) ص ۶

[2] نفسیر، البریلویۃ، ص ۳۰

tnetwork.org

اربعین، چالیس احادیث کا مجموعہ مختلف حضرات نے جمع کیا ہے۔ ایسا ہی ایک مجموعہ امام نووی کی تصنیفات میں شمار کیا گیا ہے۔ لیکن مکتبہ مجموعہ بہ مشکل پندرہ صفحات پر مشتمل ہوگا۔

یک روزہ، مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کی تصانیف میں شمار کیا جاتا ہے، حالانکہ چھوٹے سائز کے صرف بتیس صفحات پر مشتمل ہے۔

فتاویٰ شاہ رفیع الدین، مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی، صرف فہرسائل چالیس صفحات پر مشتمل ہی حساب لگا لیجیے کتنی رسالہ اوسطاً کتنے صفحات پر مشتمل ہوگا۔

الفتح الخبیر، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا چند صفحات پر مشتمل رسالہ ہے جو الفوز الکبیر میں شامل کر دیا گیا ہے، اس کے باوجود تصانیف میں الگ شمار کیا گیا ہے۔

رسالہ اشارۃ المسجد، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ساڑھے تین صفحے پر مشتمل رسالہ جو فتاویٰ عزیزی میں مندرج ہے۔

اصل میں کسی موضوع پر لکھی جانے والی علمی اور تحقیقی تحریر، رسائل اور تصانیف میں شمار کی جاتی ہے، اگرچہ چند صفحات پر مشتمل ہو، اس کے لیے متعدد جلدوں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل ہونا ضروری نہیں۔

۴۔ فتاویٰ رضویہ چھوٹے بڑے رسائل پر مشتمل ہے، اس کے باوجود ان رسائل کو تصانیف کی فہرست میں شمار کیا گیا ہے۔ [1]

فتاویٰ رضویہ میں شامل رسائل کو الگ کر دیا جائے تو بھی اس کی ضخامت خیر معمولی ہوگی، رسائل کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر انہیں الگ کیا جاتا ہے۔ ابھی رسالہ الفتح الخبیر کا ذکر ہوا ہے جو چند صفحات پر مشتمل ہے اور الفوز الکبیر میں شامل کر دیا گیا ہے، اس کے باوجود الگ شمار کیا جاتا ہے۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی تصانیف شمار کرتے ہوئے سب سے پہلے ابجد العلوم کو شمار کیا گیا ہے جو تین جلدوں میں ہے، پھر اس کی پہلی جلد الوشی المرقوم، دوسری جلد السحاب

---

[1] ظہیر، البریلویۃ، ص ۱-۳۰

[2] عبدالرشید عراقی، امام نووی اور ان کی تصنیفات، ترجمان الحدیث لاہور (شمارہ جون ۱۹۸۱ء) ص ۴۵

hazratnetwork.org

المرکوم کو الگ بھی شمار کیا گیا ہے۔ [1]

۵۔ بعض رسائل چھ صفحات پر مشتمل ہیں، مثلاً تنویر التقدیل بعض سات صفحات پر مثلاً تبیان الوضوء اور بعض آٹھ صفحات پر مثلاً نبع الاحکام ہے۔ رسائل بھی ان کی تالیفات میں شمار کیے گئے ہیں۔ [2]

غالباً یہ خیال نہیں رہا کہ یہ صفحات جہازی سائز کے ہیں۔ یہ رسائل عام کتابی سائز پر شائع کیے جائیں تو صفحات تین چار گنا بڑھ جائیں گے، اس سے قبل متعدد رسائل کی نشان دہی کی جا چکی ہے جو صرف چند صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس کے باوجود تصانیف میں شمار کیے جاتے ہیں۔

۶۔ لطیفہ یہ ہے کہ صحیح بخاری، نسائی، التقریب وغیرہ کتب جو بریلوی کے کتب خانہ میں موجود تھیں اور وہ ان کا مطالعہ کرتے رہتے تھے اور ایک دو صفحات پر کہیں حاشیہ بھی لکھ دیا۔ ان تمام حواشی کو بھی اپنے معتقد کی تصنیف میں شمار کر دیا حالانکہ ان حواشی میں سے بڑی کتاب تو کجا چھوٹی کتاب بھی نہیں بنتی (مترجم عفی عنہ)

یہ درست ہے کہ ان کتابوں پر امام احمد رضا بریلوی نے مستقل حواشی نہیں لکھے لیکن اکثر و بیشتر کتابوں پر لکھے ہوئے علمی اور تحقیقی نوٹس اتنی مقدار میں ہیں کہ انہیں الگ کتاب اور کتابچے کی صورت میں شائع کیا جا سکتا ہے۔

۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء میں طحطاوی علی الدر المختار پر امام احمد رضا کے حواشی تعلیقات رضا کے نام سے مرکزی مجلس رضا، لاہور نے شائع کیے تھے۔ تحقیق و تخریج کا کام علامہ محمد صدیق ہزاروی نے انجام دیا۔ یہ تعلیقات ۲۷۲ پر مشتمل ہیں جن میں صرف عربی حواشی چھیاسی صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، ابجد العلوم، ج ۳، ص ۹-۲۷۵

[2] تفصیل: الدولۃ المکیۃ، ص ۲۱

[3] تفصیل: الدولۃ المکیۃ، ص ۳۲-۳

nzratnetwork.org

اسی طرح اسی سال میں معالم التنزیل پر امام احمد رضا کے حواشی، مولانا محمد صدیق ہزاروی کے ترجمہ کے ساتھ چھپے ہیں، جو چوالیس صفحات پر مشتمل ہیں۔

البریلویۃ نامی کتاب ۲۲ مارچ ۱۹۸۳ء کے بعد چھپی، اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ تعلیقات رضا کے دونوں حصے ان کی نظر سے نہ گزرے ہوں۔

جد الممتار، حاشیۂ شامی

نُلفت یہ کہ ۱۹۸۲ء ہی میں شامی پر امام احمد رضا بریلوی کے مبسوط حاشیہ کی پہلی جلد حیدرآباد دکن سے چھپ گئی تھی جو ۴۴۲ صفحات پر مشتمل اور نفیس عربی ٹائپ پر چھپی ہے غالباً یہ جلد بھی نظر سے نہیں گزری ہوگی۔ یہ حاشیہ پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

۷۔ "اس گروہ کا صریح جھوٹ یہ کہنا ہے کہ فتاویٰ رضویہ بارہ جلدوں پر مشتمل ہے، حالانکہ اب تک اس کی صرف آٹھ جلدیں ہی چھپی ہیں۔ نیز ان آٹھ جلدوں میں سے صرف ایک جلد بڑے سائز پر چھپی ہے۔ باقی تمام جلدیں چھوٹے سائز پر چھپی ہیں۔" [1]

ایک طفلِ مکتب بھی جانتا ہے کہ ہر کتاب کا چھپا ہوا ہونا ضروری نہیں ہے۔ بے شمار کتابیں ایسی ہیں کہ جن کی ایک جلد بھی نہیں چھپی، تو کیا یہ کہا جائے گا کہ اس کتاب کی ایک جلد بھی نہیں ہے کیونکہ کوئی جلد چھپی ہوئی نہیں ہے — واقعہ یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں لکھی گئی تھیں، جن میں سے سات جلدیں مکمل اور دسویں جلد نصف چھپ چکی ہے۔

اسی طرح اگر آپ نے تاج محل نہیں دیکھا، تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ موجود ہی نہیں ہے، ہمارے پاس فتاویٰ رضویہ کی دوسری جلد کے علاوہ باقی تمام جلدیں بڑے سائز پر انڈیا کی چھپی ہوئی موجود ہیں، جو چاہے دیکھ سکتا ہے۔

---

[1] ظہیر، البریلویۃ، ص ۳۴۴

nazrathetwork.org

۸۔ بڑے سائز پر چھپی ہوئی جلد اول ۲۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔[1]
ممکن ہے یہ طباعت کی غلطی ہو اور نہ پاکستانی ایڈیشن میں پہلی جلد آٹھ سو اسی صفحات پر مشتمل اور چھوٹی سائز پر چھپی ہوئی ہے۔

حاشیہ فواتح الرحموت

مسلم الثبوت تصنیف علامہ محب اللہ بہاری اصولِ فقہ کی دقیق ترین کتاب ہے۔ حضرت علامہ بحر العلوم لکھنوی نے اس پر فواتح الرحموت کے نام سے شرح لکھی۔ بحر العلوم کا دقیق اندازِ تقریر کسی صاحب علم پر مخفی نہیں ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے اس پر حاشیہ تحریر فرمایا جو چار سو اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہے اور راقم کے پاس محفوظ ہے۔

---

[1] فہرس المسہ بریلویہ ص ۳۴

zratnetwork.org

اسلامی سیاست

مقدر پاک و ہند کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مسلمانوں کا وجود ہندوؤں کے لیے کبھی قابلِ برداشت نہیں رہا ان کی سوچ ہمیشہ یہ رہی ہے کہ اسلام سرزمینِ عرب سے آیا ہوا غیر ملکی مذہب ہے، لہٰذا یہاں کے باشندوں کو پھر سے اپنے آبائی مذاہب کو اختیار کر لینا چاہیئے کبھی یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ ہندوستان کے تمام باشندے ایک قوم ہیں سلاطینِ مغلیہ میں سے اکبر کے دربار میں ان لوگوں کا اثر و نفوذ حد سے زیادہ بڑھ گیا یہاں تک کہ اس نے ایک نئے دین، دینِ الٰہی کی داغ بیل ڈالنا چاہی جو ہندومت ہی کا چربہ تھا اس سے ہندوؤں کو تو کیا نقصان پہنچتا مسلمان اپنے دین و ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

ایسے میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا۔ آپ کے ملفوظات اور مکتوبات نے وہ کام کیا کہ بڑے بڑے بادشاہ اور ان کے لشکر بھی نہ کر سکے۔ آپ کی مساعی جمیلہ لادینیت اور الحاد کے سامنے سدِ سکندری ثابت ہوئیں اور ملتِ اسلامیہ کی کشتی گنگا اور جمنا کے منجدھار میں غرق ہونے سے محفوظ رہ گئی۔

اسی دور میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اپنی تصانیف کے ذریعے دینِ متین کی تعلیمات کو فروغ دیا اور کفر کے منہ زور سیلاب کا رُخ موڑ دیا۔

ان کے بعد علمی و فکری قیادت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہاتھ آئی اور ان حضرات نے کمال حسن و خوبی سے امتِ مسلمہ کی راہنمائی فرمائی۔ ان کے بعد علامہ فضل حق خیرآبادی، مولانا فضل رسول بدایونی

hazratnetwork.org

شاہ احمد سعید مجددی اور مولانا ارشاد حسین رامپوری وغیرہم اسلامی عقائد اور روایات کی حفاظت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

انیسویں صدی عیسوی میں اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں ایک ایسی شخصیت کو پیدا فرمایا جو غیرتِ اسلامی اور ملتِ اسلامیہ کی ہمدردی اور خیر خواہی کا پیکر اور ان حضرات کی صحیح جانشین تھی جسے دنیا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے نام سے جانتی ہے۔

تحریکِ ترکِ موالات

پہلی جنگِ عظیم کے بعد تقریباً ۱۹۱۹ء میں ترکوں پر انگریزوں کے مظالم کے خلاف، ہندوستان میں تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا۔ یہ تحریک طوفان کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی اور بچہ بچہ انگریز حکمرانوں کے خلاف نفرت و عداوت کا شعلہ جوالہ بن گیا۔ اس ہمہ گیر نفرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسٹر گاندھی نے ۱۹۲۰ء میں کانگریس کی طرف سے نان کوآپریشن یعنی ترکِ موالات کا اعلان کر دیا۔

موالات کا معنی ہے دوستی اور محبت، ترکِ موالات کا معنی ہوا کہ محبت اور دوستی چھوڑ دی جائے، کس سے؟ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کے دل میں کسی کافر کی محبت نہیں سما سکتی، خواہ وہ انگریز ہو یا ہندو، البتہ معاملہ یعنی لین دین، خرید و فروخت، مرتد کے علاوہ کسی بھی کافر سے کیا جا سکتا ہے۔ قرآن و حدیث اور ائمہ فقہاء کے ارشادات کی روشنی میں دیکھا جائے، تو موالات اور معاملہ دو الگ الگ چیزیں دکھائی دیں گی۔

کسی تحریک کی رَو جب چل نکلتی ہے، تو عوام و خواص، جوش و خروش اور نعروں کی گونج میں جذبات کی اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ عقل و دانائی کی باتیں سننے کے بھی روادار نہیں رہتے اور جو انہیں بھلائی اور خیر خواہی کا مشورہ دے، اُسے بھی شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہی کچھ اس تحریک میں بھی ہوا۔

ratnetwork.org

اسلامی تشخص تک قربان

کسی قوم کے زندہ رہنے کے لیے اس کے قومی تشخص کا باقی رہنا از بس ضروری ہوتا ہے۔ ہندوؤں کے لیڈر مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کو ایسا چکر دیا کہ عوام تو عوام تعلیم یافتہ لوگ بھی اس کے گرویدہ ہو گئے یہاں تک کہ اسلامی تشخص بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے

امام احمد رضا بریلوی اس قومی خودکشی کی لرزہ خیز صورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(آیتِ کریمہ) لَا یَسْئَلْکُمْ نے کچھ نیک برتاؤ مالی مواسات ہی کی تو رخصت دی یا یہ فرمایا کہ انہیں اپنا انصار بناؤ ——— ان کے گھر سے یار فرار ہو جائے ——— ان کے طاغوت (گاندھی) کو اپنے دین کا امام ٹھہراؤ ——— ان کی سجے پکارو ——— ان کی حمد کے نعرے مارو ——— انہیں مساجدِ مسلمین میں باادب و تعظیم پہنچا کر ——— مسندِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لے جا کر ——— مسلمانوں سے اونچا اٹھا کر واعظ و ہادیِ مسلمین بناؤ ——— ان کا سر وار جینہ اٹھاؤ ——— کنٹھے پر ٹھکلی (میت) زبان پر بجے یوں مرگھٹ میں پہنچاؤ ——— مسجد کو ان کا ماتم گاہ بناؤ ——— ان کے لیے دعائے مغفرت و نمازِ جنازہ کے اعلان کراؤ ——— ان کی موت پر بازار بند کرو سوگ مناؤ ——— ان سے اپنے ماتھے پر قشقہ (تلک) لگواؤ ——— ان کی خوشی کو شعارِ اسلام (گائے کی قربانی) بند کراؤ ——— گائے کا گوشت کھانا گناہ ٹھہراؤ ——— کھانے والوں کو کمینہ بتاؤ ——— انہیں مثلِ سور کے گناؤ ——— خدا کی قسم کی جگہ رام دوہائی گاؤ ——— واحد قہار کے اسماء میں الحاد رچاؤ ——— انہیں معاذ اللہ رام یعنی ہر چیز میں رما ہوا ہر شے میں حلول کیے ہوئے ٹھہراؤ ——— قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ

zratnetwork.org

ایک ڈوبے میں رکھ کر سمندر میں لے جاؤ ـــــ دونوں کی پوجا کراؤ ـــــ ان کے سرغنہ (گاندھی) کو کہو کہ خدا نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے یوں معنی نبوت جماؤ ـــــ اللہ عزوجل نے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہی تو فرمایا، اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۔ تم تو نہیں مگر مذکر ـــــ اور خدا نے مذکر بنا کر بھیجا ہے۔" اس نے معنی رسالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا۔ ان لفظ بچایا، اسے یوں دکھایا "نبوت ختم نہ ہوتی، تو گاندھی جی نبی ہوتے ـــ اور امام و پیشوا و بجائے مہدی موعود تو صاف کہہ دیا ـــــ بلکہ اس کی حمد میں یہاں تک اونچے اڑے کہ "خاموشی از ثنائے تو صد ثنائے تست"۔ صاف کہہ دیا کہ "آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا، تو اپنے خدا کو راضی کر لیا" ـــــ صاف کہہ دیا کہ ہم ایسا فلک بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھا دے گا" ـــــ صاف کہہ دیا کہ "ایسا مذہب چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا" ـــــ صاف کہہ دیا کہ "ہم قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کر دی ـــــ کیا کریمہ لَا يَنْهٰكُمُ میں ان ملعونات و کفریات کی اجازت دی تھی؟" [1]

تحریک ترکِ موالات اگر کامیابی سے ہمکنار ہو جاتی تو سیدھے سادے مسلمانوں کا دین و ایمان تباہ ہو جاتا اور وہ ہندوؤں میں مدغم ہو کر رہ جاتے۔ اس کے علاوہ علمی اور معاشی طور پر مسلمانوں کا دیوالہ نکل جاتا۔ اس وقت ہندوؤں کی تعداد ۲۳ کروڑ اور مسلمانوں کی تعداد سات کروڑ تھی، اس لیے ضروری تھا کہ ایک مسلمان کے مقابل تین ہندو ملازمت چھوڑتے، جبکہ وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ پھر ہندوؤں کے مقابل مسلمان گورنمنٹ کے عہدوں پر پانچ فیصد تھے۔ مسلمانوں کے ملازمت چھوڑنے کی صورت میں ان

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، (المحجۃ المؤتمنۃ (مطبع حسنی، بریلی) ص ۴۵

zratnetwork.org

عہدوں پر بھی ہندو آجاتے اور مسلمان اقتصادی لحاظ سے مزید کمزور پڑ جاتے۔[1]

گاندھی اور اس کے ہم خیال علماء نے اسلامیہ کالج لاہور اور علی گڑھ کالج کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، جبکہ ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور، بنارس ہندو یونیورسٹی پر کچھ اثر نہ ہوا۔ دراصل کچھ ہندو لیڈر خود اس تحریک کے خلاف تھے، ان کی چال یہ تھی کہ مسلمانوں کے کالج تباہ ہو جائیں، اُن کے عہدے ختم ہو جائیں، ہمارے کالج بھی بدستور چلتے رہیں اور عہدے بھی بحال رہیں۔ ان کی کامیابی کی صورت میں مسلمانوں کا معاشی اور علمی لحاظ سے جو نقصان ہوتا اس کی کبھی تلافی نہ ہو سکتی۔

پنڈت مدن مالوی، اس بات کے سخت خلاف تھے کہ طالب علم حکومت کی امداد سے چلنے والے کالجوں کا بائیکاٹ کریں، جبکہ مسٹر گاندھی اس بائیکاٹ کے زبردست حمایتی اور محرک تھے۔ اس کے باوجود بنارس ہندو یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر گاندھی نے کہا

"میں پنڈت مالوی کا ہم خیال ہوں کہ طالب علموں کو اپنے ضمیر کے مطابق کارروائی کرنی چاہیئے۔ میں آپ لوگوں سے بڑے زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر آپ میری دلیلوں سے قائل نہ ہوں تو ہرگز ہرگز قطع تعلق کی پالیسی اختیار نہ کریں۔"[2]

مقام غور ہے کہ گاندھی نے اس قدر دوہرا معیار اختیار کیوں کیا؟ اس لیے کہ مخاطب ہندو طلبہ تھے اور اگر مسلمان طلبہ مخاطب ہوتے تو انہیں پُرزور انداز میں بائیکاٹ کی تلقین کی جاتی، تاکہ مسلمان بچوں کا علمی مستقبل تباہ ہو جائے اور ہندو طلبہ بدستور علمی لحاظ سے ترقی کرتے رہیں۔

قائداعظم اور ترکِ موالات

یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک ترکِ موالات طوفان کی طرح پورے ملک پر چھا گئی تھی،

---

[1] تاج الدین احمد تاج، منشی، ہندوؤں سے ترکِ موالات (مطبوعہ لاہور ۱۹۲۰ء) ص ۲۰

[2] ایضاً

atnetwork.org

مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی دل و جان سے اس تحریک میں شریک تھے۔ انہوں نے نہ صرف گاندھی کی قیادت قبول کر لی تھی، بلکہ اُسے باپو تک کہتے تھے، لیکن قوم کے غیر جذباتی اور دُور بیں نگاہ رکھنے والے لیڈر اس تحریک کے حق میں نہیں تھے۔

رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:

"آخر یہ کیا بات تھی، جناح کے کیمپ میں خاموشی کیوں تھی؟ سناٹا کیوں چھایا ہوا تھا؟ چہل پہل اور گہما گہمی اور ہنگامہ آرائی کیوں ناپید تھی؟ کیا ان کے قویٰ عمل شل ہو گئے تھے؟ کیا ان کی زبان گنگ ہو گئی تھی؟ کیا ان کا دماغ ناکارہ ہو گیا تھا؟ نہیں یہ بات نہیں تھی، جناح کی نظریں حال کے آئینہ میں مستقبل کا جلوہ دیکھ رہی تھیں، وہ جذبات کے طوفان میں بہنے کا عادی نہیں تھا۔ طوفان کا رُخ موڑ دینا اس کی عادت تھی۔"[1]

محمد علی جناح نے بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"میں یہ کہنے سے بھی باز نہیں رہ سکتا کہ گاندھی جی نے ——— جن کی میں عزت کرتا ہوں ——— جو پروگرام اختیار کیا ہے، وہ قوم کو غلط راستے پر لیے جا رہا ہے ..... ان کا پروگرام قوم کو صراطِ مستقیم کے بجائے ایک گڑھے کی طرف لے جا رہا ہے۔"[2]

علامہ اقبال اور دو قومی نظریہ

علامہ اقبال نے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ الٰہ آباد کے اجلاس کی صدارت کی اور اپنے صدارتی خطبہ میں نظریہ پاکستان پیش کیا۔[3] اُس وقت اُن کی عمر

---

[1] رئیس احمد جعفری، حیات محمد علی جناح، کتب خانہ ناشران، بمبئی، ص ۱۰۱

[2] ایضاً، ص ۱۰۲-۱۰۳

[3] احمد الحق قدوسی، اقبال اور علمائے پاک و ہند، اقبال اکادمی لاہور، ص ۸۱

azratnetwork.org

اُڑائی گئی، ان کی باتوں کو مجذوب کی بڑ کہا گیا، لیکن علامہ نہ صرف اپنے نظریے پر قائم رہے، بلکہ دوسروں کو بھی اس کے لیے ہموار کرتے رہے۔ ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کو قائدِ اعظم کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

کانگریس کے صدر نے غیر مبہم الفاظ میں مسلمانوں کے (جداگانہ) سیاسی وجود ہی سے انکار کر دیا ہے۔ ہندوؤں کی دوسری سیاسی جماعت یعنی مہاسبھا جسے میں ہندو عوام کی حقیقی نمائندہ سمجھتا ہوں بارہا اعلان کیا ہے کہ ہندوستان میں ایک متحدہ ہندو مسلم قوم کا وجود ناممکن ہے۔ ان حالات کے پیشِ نظر بدیہی حل یہ ہے کہ ہندوستان میں قیامِ امن کیلئے ملک کی از سرِ نو تقسیم کی جائے جس کی بنیاد نسل، مذہبی اور لسانی اشتراک پر ہو۔ بہت سے برطانوی مدبرین بھی ایسا ہی محسوس کرتے ہیں۔۔۔ مجھے یاد ہے کہ انگلستان سے روانگی سے قبل لارڈ لوتھیان نے مجھ سے کہا تھا کہ میری اسکیم میں ہندوستان کے مصائب کا واحد حل ممکن ہے۔[1]

مسلمان اور ہندو، دو الگ الگ قومیں ہیں۔ یہ اعلان امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے دور میں پوری قوت سے کیا۔ یہی نعرۂ حق امام احمد رضا بریلوی نے ۱۹۲۰ء میں اتنی قوت سے بلند کیا کہ ہندو مسلم اتحاد کا پردہ چاک ہو گیا۔ یہی وہ دو قومی نظریہ تھا جو ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال کے خطبۂ الٰہ آباد کی بنیاد بنا اور جسے ۱۹۳۸ء میں قائدِ اعظم نے قبول کیا۔ قائدِ اعظم کی طرح علامہ اقبال بھی تحریکِ خلافت کے حق میں نہیں تھے۔

میاں عبدالرشید، کالم نگار نورِ بصیرت، نوائے وقت لکھتے ہیں:

"علامہ اقبال تحریکِ خلافت کے مخالف تھے، چنانچہ انہوں نے یہ اشعار لکھے:

نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا؟
خلافت کی کرنے لگا تو گدائی
خریدیں نہ وہ جس کو اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشائی

---

[1] خواجہ رضی حیدر: قائدِ اعظم خطوط کے آئینہ میں (نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۷۵ء) ص ۳۱۱

azratnetwork.org

مرا از شکستن چناں عار ناید
کہ از دیگراں خواستن مومیائی (بانگِ درا)

قائدِ اعظم بھی اس تحریک اور اس کی ضمنی تحریکوں کو مسلمانوں کے لیے سخت نقصان دہ سمجھتے تھے مگر ان دنوں کسی نے ان کی ایک نہ سُنی۔ چنانچہ وہ اس آندھی کے دوران میدانِ سیاست سے ہٹ آئے اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ جن لوگوں نے میدان میں آکر خلافت، ہجرت اور ترکِ موالات جیسی نقصان دہ تحریکوں کی مخالفت کی اور ان کے حامیوں اور لیڈروں کا زور توڑا، وہ حضرت احمد رضا خاں اور ان کے احباب، رفقاء اور عقیدت مند ہی تھے ؎

مُجز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار[1]

مسٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں:

"اقبال مسئلہ تحفظِ خلافت پر مسلمانوں کے ہندوؤں کے ساتھ مل کر عدم تعاون کی تحریک میں شرکت کے خلاف تھے کیونکہ کسی قابلِ قبول ہندو مسلم معاہدے کے بغیر محض انگریز دشمنی کی بنا پر قومیتِ متحدہ کی تعمیر ممکن نہ تھی۔ علاوہ اس کے انہیں خدشہ تھا کہ کہیں ایسے اشتراک اور مسلمانوں کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر قومیتِ متحدہ کے داعی ان کی علیحدہ ملی حیثیت کو ختم نہ کر دیں جس کے سبب بعد میں انہیں پشیمان ہونا پڑے۔ انہی اختلافات کی بنا پر اقبال نے صوبائی خلافت کمیٹی سے استعفا دے دیا۔"[2]

خود علامہ اقبال کا بیان ہے:

"خلافت کمیٹیوں کے بعض ممبر ہر جگہ قابلِ اعتماد نہیں ہوتے وہ بظاہر جو شیلے

---

[1] میاں عبدالرشید، پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر (مقالہ تحقیقاتِ پاکستان کانپور، ص ۱۳۱)

[2] جاوید اقبال، زندہ رود (شیخ غلام علی، لاہور) ج ۲، ص ۲۴۸

hazratnetwork.org

مسلمان معلوم ہوتے ہیں لیکن درباطن اخوان الشیاطین ہیں، اسی وجہ سے میں نے خلافت کمیٹی کی سیکرٹری شپ سے استعفا دے دیا تھا۔[1]

ابتداءً علامہ اقبال بھی متحدہ قومیت کے قائل تھے لیکن گہرے غور و فکر نے ان کی رائے تبدیل کر دی۔ ۱۴ر نومبر ۱۹۲۳ء کو سید محمد سعید الدین جعفری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں،

"ابتداء میں میں بھی قومیت پر اعتقاد رکھتا تھا اور ہندوستان کی متحدہ قومیت کا خواب شاید سب سے پہلے میں نے دیکھا تھا لیکن تجربہ اور خیالات کی وسعت نے میرے خیال میں تبدیلی کر دی اور اب قومیت میرے نزدیک محض ایک عارضی نظام ہے جس کو ہم ایک ناگزیر زشتی سمجھ کر گوارا کرتے ہیں۔"[2]

سید سلیمان ندوی کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں،

"اسلام کا ہندوؤں کے ہاتھ بک جانا گوارا نہیں ہو سکتا، افسوس اہل خلافت اپنی اصل راہ سے بہت دور جا پڑے، وہ ہم کو ایک ایسی قومیت کی راہ دکھا رہے ہیں جس کو کوئی مخلص ایک منٹ کے لیے بھی قبول نہیں کر سکتا۔"[3]

اسی لیے یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ

"تحریک ترک موالات میں برعیوں کے علاوہ مسلمانوں کے تمام گروہ، ان کے زعماء، قائدین اور علماء شامل تھے۔"[4]

اگر مسلمانوں کے تمام گروہ ترک موالات کے دور میں ہندو مسلم اتحاد کا شکار ہو گئے ہوتے تو پاکستان کی حمایت میں مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت کبھی ووٹ نہ دیتی اور پاکستان کبھی معرض

---

[1] جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود (شیخ غلام علی، لاہور) ج ۲، ص ۲۴۹

[2] ایضاً، " " " ص ۲۷۳

[3] ایضاً، " " " ص ۲۹۳

[4] نظیر، البرہان ص ۴۲

atnetwork.org

وجود میں نہ آتا۔ یہ امر باعثِ حیرت ہے کہ ایک طبقہ پاکستان میں رہتے ہوئے بھی پاکستان کی بنیادوں کو محفوظ کرنے والوں کے خلاف زبان طعن دراز کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔

امام احمد رضا بریلوی اور ترکِ موالات

تحریک ترکِ موالات ایک طوفان کی طرح پورے متحدہ پاک و ہند پر چھا چکی تھی، اس کے خلاف آواز اُٹھانا، اپنے آپ کو طعن و تشنیع کا ہدف بنانے کے مترادف تھا ملتِ اسلامیہ کا دشمن اور انگریز کا ایجنٹ قرار دینا عام سی بات تھی۔

رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:

"اس تحریک کی جس نے مخالفت کی، اس کا رُخ جس نے موڑنا چاہا، اس کی پگڑی سلامت نہ رہ سکی ..... اکابر علماء، صلحاء، اخیار، ابرار میں سے جس نے بھی اس تحریک کی مخالفت کی، اسے مسلمانوں کے قومی پلیٹ فارم سے ہٹ جانا پڑا۔" [1]

ایسے عالم میں امام احمد رضا بریلوی نے کسی مخالفت اور الزام کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بصیرتِ ایمانی کا فیصلہ صادر فرمایا اور طوفانوں کی زد پر دین و ایمان کا چراغ فروزاں رکھا تاریخ شاہد ہے اور مؤرخین اس اعتراف پر مجبور ہیں کہ زمانے کا بڑے سے بڑا طوفان ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ لا سکا، بلکہ ان کی ایمانی جرأت و استقامت نے طوفانوں کا رُخ موڑ دیا۔ اس وقت اُن پر طرح طرح کے الزامات عائد کیے گئے، لیکن طوفانی دور گزر جانے کے بعد دیانت دار مؤرخین ان کی ایمانی بصیرت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے

گائے کی قربانی

مغلیہ سلطنت کے خاتمہ کے بعد ہی ہندوؤں کی کوشش تھی کہ مسلمانوں سے گائے کی

---

[1] رئیس احمد جعفری، حیات محمد علی جناح، ص ۱۵۸

ratnetwork.org

قربانی رکوادی جائے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ہر حربہ استعمال کیا کہیں تو جبر و تشدد سے اس اسلامی شعار کو بند کرنے کی کوشش کی اور کہیں دجل و فریب سے۔

"علاقہ بہار میں ہندوؤں نے محض قربانی گاؤ کو روکنے یعنی مسلمانوں کے ایک مذہبی اور دینی شعار کو قطعاً بند کرنے کے لیے ہزارہا کی تعداد میں اور لشکروں کی صورت میں مجتمع ہو کر اور ہر طرح کے اسلحہ جات سے مسلح ہو کر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر ہزارہا مسلمانوں کو زخمی اور قتل کیا۔ ایک نہیں، دو نہیں، مسلمانوں کے ایک سو چالیس گاؤں اور دو ہزار سات سو مکانات اس بے دردی کے ساتھ لوٹے کہ جن کی تفصیل سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مسلمانوں کے مکانات کا لوٹا ہوا مال ظالم ہندو ہاتھیوں پر لاد کر لے گئے... آپ کے ہندو دوستوں نے لاتعداد مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کی عصمت دری کی۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی پانچ عالی شان مسجدیں شہید کر دیں..... آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کے قرآن مجید پھاڑ پھاڑ کر ایسے پرزے اڑائے کہ مسلمانوں کے پاس پڑھنے کے لیے قرآن مجید کا ایک نسخہ بھی نہ رہا۔"[1]

کبھی اس مقصد کے لیے فریب کا سہارا لیا اور زید و عمر کے نام سے علماء کے پاس استفتاء بھیجے کہ گائے کی قربانی اسلام میں واجب نہیں ہے، البتہ اس سے فتنہ و فساد کا خطرہ ہوتا ہے۔ اگر مسلمان گائے کی قربانی نہ کریں تو اس میں کیا حرج ہے؟ بعض جید علماء کی اس طرف توجہ نہ ہو سکی، انہوں نے فتویٰ دے دیا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء میں اسی قسم کا ایک استفتاء امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے پہلی نظر میں ہی سوال کا چھپا ہوا مقصد معلوم کر لیا اور جواباً تحریر فرمایا کہ

---

[1] تاج الدین احمد تاج، منشی، ہندوؤں سے ترک معاملات، ص ۲

nazratnetwork.org

شریعتِ مبارکہ میں بعض چیزیں نفس ذات کے لحاظ سے واجب یا حرام ہوتی ہیں اور بعض اشیاء امورِ خارجیہ اور عوارض کی بنا پر واجب یا حرام ہوتی ہیں۔ گائے کی قربانی اپنی ذات کے اعتبار سے واجب نہیں ہے لیکن اگر اسے جبراً بند کرنے کی کوشش کی جاری ہو تو اس کا جاری رکھنا واجب ہوگا۔

"ہم ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں بزورِ مخالفین گاؤکشی قطعاً بند کر دی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع مطہر ہرگز اس سے باز رہنے کا حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے، تو کیا اس میں ذلتِ اسلام متصور نہ ہوگی؟

——— کیا اس میں خواری و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی؟

——— کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب اور اہلِ مذہب کے ساتھ شماتت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا؟

——— کیا بلاوجہ وجیہ اپنے لیے ایسی ذلت و ذلت اختیار کرنا اور دوسروں کو دین کی مغلوبی سے اپنے اوپر ہنسوانا ہماری شرع مطہر ہرگز روا فرماتی ہے؟

——— حاشا وکلا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں ——— ہماری شرع مطہر ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی، نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں اور دوسری طرف کی توہین و تذلیل روا رکھیں۔" [1]

۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء کو مسلم لیگ ضلع بریلی کے جائنٹ سیکرٹری سید عبدالودود نے ایک استفتاء پیش کیا کہ آج کل ہندو گائے کی قربانی موقوف کرانے کے لیے زبردست کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے حکومت کو پیش کرنے کے لیے ایک درخواست تیار کی ہے

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، (رسائل، غیر مطبوعہ، مکتبہ حامدیہ، لاہور) ج ۲، ص ۲۱۹

zratnetwork.org

جس پر کروڑوں افراد کے دستخط ہیں، ایسے میں شرعِ شریف کا کیا حکم ہے؟ امام احمد رضا بریلوی نے اس کا جواب تحریر فرمایا:

فی الواقع گاؤکشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں متعدد جگہ موجود ہے اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی مضرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے و اللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ[1]

امام احمد رضا بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت کے فتاویٰ کا یہ اثر ہے کہ بحمداللہ تعالیٰ آج بھی ہندوستان کے سبھی مسلمان تمام تر دہشت گردی کو برداشت کرکے گائے کی قربانی ایسے شعائرِ اسلام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اگر علماء اسلام بروقت اس سازش کا سدباب نہ کرتے، تو آج ہندوستان میں اس شعارِ اسلام کا نام و نشان تک مٹ چکا ہوتا۔

اسلامیہ کالج لاہور

ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں تھے اور تعلیمی لحاظ سے پسماندہ، اسی لیے وہ ملازمتوں اور عہدوں میں بھی ہندوؤں سے بہت پیچھے تھے۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری اپنی مشہور کتاب "النور" میں اعداد و شمار کی روشنی میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس وقت ہندوستان میں مجموعی تعداد کالجوں کی ایک سو بتیس ہے۔ تین مسلمانوں کے (علی گڑھ، لاہور اور پشاور) اور ایک سو بائیس ہندوؤں کے ——— سارے کالجوں میں مجموعی تعداد ہندوستانی طلبہ کی

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: رسائل رضویہ ج ۲، ص ۲۳۴

rahnetwork.org

چھیالیس ہزار چار سو سینتیس (۴۶۴۳۷) ہے، جن میں سے مسلمان چار ہزار آٹھ سو پچھتر (۴۸۷۵) ہیں، ہندو طلبہ کی تعداد اکتالیس ہزار پانچ سو باسٹھ (۴۱۵۶۲) ہے۔

جس قوم کی تعلیمی حالت یہ ہو کہ سات کروڑ میں سے صرف چار ہزار مشغول تعلیم ہوں، اس قوم کا یہ ادعا اور ہنگامہ کہ اب ہمیں تعلیم کی حاجت نہیں، اگر خبط سودا نہیں تو اور کیا ہے؟" [1]

تحریک ترکِ موالات کے لیڈر ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی وغیرہ گاندھی کے ایما پر علی گڑھ کالج کو تباہی سے ہمکنار کر کے لاہور پہنچے اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو ایک جلسہ میں مطالبہ کیا گیا کہ اسلامیہ کالج، لاہور کو یونیورسٹی سے الحاق ختم کر دینا چاہیے اور حکومت کی طرف سے بصورتِ گرانٹ ملنے والی رقم تیس ہزار روپے سالانہ سے دستبردار ہونا چاہیے۔ [2]

مسٹر گاندھی جو بنارس یونیورسٹی کے ہندو طلبہ کو اس انداز میں تلقین کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

"میں پنڈت مالوی کا ہم خیال ہوں کہ طالب علموں کو اپنے ضمیر کے مطابق کارروائی کرنی چاہیے۔ میں آپ لوگوں سے بڑے زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر آپ میری دلیلوں سے قائل نہ ہوں تو ہرگز ہرگز قطع تعلق کی پالیسی اختیار نہ کریں۔" [3]

وہی گاندھی جب مسلمان طلبہ سے خطاب کرتے ہیں تو انداز قطعاً مختلف ہے۔ ابوالکلام آزاد کے کندھے پر بندوق رکھ مسلمان طلبہ کو نشانہ کی زد پر لیتے ہوئے کہتے ہیں:

---

[1] محمد صدیق پروفیسر: پروفیسر مولوی حاکم علی (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۱۱۳

[2] ایضاً، " " ص ۹۹

[3] تاج الدین احمد تاج، منشی، ہندوؤں سے ترکِ موالات ص ۲۰

nazratnetwork.org

"آپ میں سے بہت سے آدمی ہوں گے، جن کے کالجوں اور مدرسوں میں لڑکے پڑھتے ہیں۔ مولانا (آزاد) نے کہا ہے کہ ان کی تعلیم حرام ہے۔ اگر آپ چاہیں تو سچ ہی سے لڑکوں کو مدرسوں میں نہ بھیجو۔" [1]

علامہ اقبال، انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے جنرل سیکرٹری تھے جس کے ماتحت اسلامیہ کالج پشاور اور مولانا عبدالعلی وائس پرنسپل کالج ہنگامے کی نذر رہا، تو مولانا حاکم علی نے نے ایک استفتاء امام احمد رضا خاں بریلوی کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ یونیورسٹی کے ساتھ کالج کے الحاق کے برقرار رکھنے اور حکومت سے امداد لینے کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

امام احمد رضا بریلوی نے تحریر فرمایا،

"وہ الحاق و اخذِ امداد اگر دکسی امر خلاف اسلام و مخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف متجر تو اس کے جواز میں کلام نہیں، ورنہ ضرور ناجائز اور حرام ہوگا۔" [2]

پھر مخالفین کے غلط رویے کی نشان دہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

"خود مانعین کا طرزِ عمل ان کے کذب و دعوٰی پر شاہد، ریل، ڈاک، تار سے تمتع کیا معاملت نہیں؟ فرق یہ ہے کہ اخذِ امداد میں مال لینا ہے اور اُن کے استعمال میں دینا، عجب کہ معاملت میں مال دینا حلال ہو اور لینا حرام، اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ریل، تار، ڈاک ہمارے ہی ملک میں۔ ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں۔ سبحان اللہ! تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان سے آتا ہے؟ وہ بھی یہیں کا ہے، تو حاصل وہی ٹھہرا کہ معاملت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور خود نفع لینا ممنوع، اس اُلٹی عقل کا کیا علاج؟" [3]

---

[1] محمد صدیق، پروفیسر: پروفیسر حاکم علی، ص ۹۸ (بحوالہ روزنامہ زمیندار، لاہور)

[2] احمد رضا بریلوی، امام: رسائلِ رضویہ (مکتبہ حامدیہ، لاہور) ج ۲، ص ۸۵

[3] ایضاً: " " ج ۲، ص ۸۶-۸۵

ziaraonetwork.org

۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء کو چودھری عزیز الرحمٰن نے لاہور سے ایک استفتاء ارسال کیا، جس کے لہجے میں تلخی تھی، انہوں نے لکھا:

"کیا ایسے وقت میں اسلامی حمیت و غیرت یہ چاہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ نکل آئے جس سے انگریز افسر خوش ہو جائیں اور مسلمان تباہ ہو جائیں"[1]

امام احمد رضا بریلوی نے بستر مرگ سے ڈیڑھ سو صفحات پر پھیلا ہوا تفصیلی جواب دیا جس کی ایک ایک سطر سے ملتِ اسلامیہ کا درد پھوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یہ جواب "المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ" کے نام سے پہلے بریلی اور پھر لاہور سے چھپ چکا ہے۔ یہ کتاب دو قومی نظریے کے سمجھنے کے لیے اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جناب پروفیسر محمد مسعود احمد، پرنسپل گورنمنٹ کالج ٹھٹھہ، سندھ نے ایک مقالہ فاضل بریلوی اور ترکِ موالات میں اس کتاب کا تفصیلی اور جامع تعارف پیش کیا ہے، جو لائقِ مطالعہ ہے۔

سرسید کے دور میں جب نہ صرف انگریزی وضع قطع اور تعلیم بلکہ انگریزی فکر کو بھی بطور فیشن اپنایا جا رہا تھا۔ امام احمد رضا بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت نے ان پر سخت تنقید کی تھی۔ پھر جب سرسید بدلا اور انگریز کی بجائے ہندو کو اپنا ملجا و ماویٰ اور امام بنایا جانے لگا، تو علماء اہل سنت نے اس کا بھی سختی سے نوٹس لیا۔ دونوں زمانوں میں ان کا مقصد و مدعا رضائے الٰہی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مسلمان کو خدا لگتی کہنی چاہیے، ہندوؤں کی غلامی سے چھڑانے کو جو فتاویٰ اہل سنت نے دیے کلام الٰہی و احکام الٰہی بیان کیے تو یہ ان (لیڈروں) کے دھرم میں انگریزوں کو خوش کرنے کو جو بے وجہ پیر بنجر کے دور میں نصرانیت کی غلامی اپنی تھی جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈر رونے بیٹھے ہیں کیا اس کا

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، رسائل رضویہ، ج ۰، ص ۸۸

tratnetwork.org

رد علمائے اہل سنت نے نہ کیا، وہ کس کے خوش کرنے کو تھا؟" [1]

پھر انگریز نوازی کے الزام کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بات یہ ہے کہ

اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ

(آدمی اپنے ہی احوال پر کرتا ہے قیاس)

لیڈروں اور اُن کی پارٹی نے آج تک نصرانیت کی تقلید و غلامی، خوشنودیٔ نصاریٰ کو کی، اب کہ اُن سے بگڑی ان سے بدرجہا بڑھ کر خوشنودیٔ ہنود کی غلامی ہے۔ سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ علمائے شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے حالانکہ اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے علمائے شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا، صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا، وللہ الحمد۔

سنئے! ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہیٔ مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو نہیں نہیں بلکہ اس پر بھی جس نے (کوئی) حق مسئلہ رضائے خدا و رسول تجویز آگاہیٔ مسلمین کے لیے بتایا بلکہ اس سے خوشنودیٔ نصاریٰ اس کا مقصد ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار ہزار لعنتیں ان پر جنہوں نے خوشنودیٔ مشرکین (ہنود) کے لیے تباہیٔ اسلام کے مسائل دل سے نکالے، اللہ عزوجل کے کلام و احکام تحریف و تغییر سے کو یا پلٹ کر ڈالے، شعائرِ اسلام بند کیے، شعائرِ کفر پسند کیے، مشرکوں کو امام و ہادی بنایا، ان سے وداد و اتحاد منایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں آمین [2]

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: رسائل رضویہ، ج ۲، ص ۲۴۲ ایچ ایم سعید کمپنی

[2] ایضاً، ص ۲۴۳-۲۴۴

zratnetwork.org

بالآخر ۱۱ دسمبر ۱۹۲۰ء کو علامہ اقبال کی ذاتی کوششوں سے اسلامیہ کالج دوبارہ کھل گیا[1] اور اس طرح طلبہ بہت بڑے تعلیمی نقصان سے بچ گئے۔

تحریکِ ہجرت

تحریک ترکِ موالات کے زمانے میں ایک تحریک یہ بھی اٹھی کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کر جانا چاہیے۔ علمائے اہل سنت نے اس کی سختی سے مخالفت کی جو لوگ ہندوؤں کی چال کو نہ سمجھ سکے، ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

"دارالاسلام" اس سے ہجرت عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی، بے حرمتی، قبور مسلمین کی بربادی، عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی[2]

ہندوؤں کی مہلک سازشوں کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دشمن اپنے دشمن کے لیے تین باتیں چاہتا ہے:

اول، اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

دوم، یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

سوم، یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔

مخالف (ہندو) نے یہ تینوں درجے ان پر طے کر دیئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، خیر خواہی سمجھے جاتے ہیں۔

اولاً، جہاد کے اشارے ہوئے، اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا (کیونکہ ان میں طاقت نہ تھی ۱۲ قادری)

---

[1] محمد صدیق، پروفیسر، — پروفیسر مولوی حاکم علی — ص ۱۱۲

[2] احمد رضا بریلوی، امام، — فتاویٰ رضویہ (مطبوعہ مبارک پور انڈیا) ج ۶، ص ۲

ratnetwork.org

ثانیاً، جب یہ نئی ہجرت کا بھرا (فریب) دیا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں، ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے، یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں، بہرحال ہمارے ہاتھ آئیں، ان کی مساجد و مزاراتِ اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں۔

ثالثاً، جب یہ بھی نہ بنی تو ترکِ موالات کا جھوٹا حیلہ کر کے ترکِ معاملت پر اُبھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو، کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو، مال گزاری، ٹیکس کچھ نہ دو، خطابات واپس کر دو۔ امرِ اخیر تو صرف اس لیے ہے کہ ظاہری تمام کا دنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لیے نہ رہے اور پہلے تین اس لیے کہ ہر صیغہ، ہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں۔ جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے — حقوقِ اسلام پر جو گزرتی ہے ظاہر ہے، جب تنہا وہی رہ جائیں گے تو اُس وقت کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے۔[1]

ہجرت کر کے جانے والوں کا جو حشر ہوا اس کا ہلکا سا نقشہ رئیس احمد جعفری کی تحریر میں دیکھا جا سکتا ہے،

"پھر ہجرت کی تحریک اٹھی، ۱۸ ہزار مسلمان اپنا گھر بار، جائیداد، اسباب غیر منقولہ اونے پونے بیچ کر ——— خریدنے والے زیادہ تر ہندو ہی تھے۔ افغانستان ہجرت کر گئے، وہاں جگہ نہ ملی، واپس کیے گئے، کچھ مر کھپ گئے، جو واپس آئے تباہ حال، خستہ، درماندہ، مفلس قلاش، تہی دست بے نوا، بے یار و مددگار، اگر اسے ہلاکت نہیں کہتے ہیں تو کیا کہتے ہیں؟ اور اگر جناح نے اسے ہلاکت خیز کہا تھا تو کیا غلط کہا تھا؟"[2]

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، رسائلِ رضویہ، ج ۲، ص ۲۰۳

[2] رئیس احمد جعفری، حیاتِ محمد علی جناح، ص ۱۰۸

ahazratnetwork.org

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی دُور رس نگاہوں نے جو کچھ محسوس کیا تھا وہ کس قدر صحیح اور بروقت تھا۔

جہاد

اسلامی فرائض میں جہاد اہم ترین فریضہ ہے لیکن یہ اُسی وقت فرض ہوگا جب اس کی شرائط پائی جائیں، اس کی اہم شرائط میں سے سلطانِ اسلام اور قوت کا موجود ہونا ہے اسی لیے امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا تھا:

"مفلس پر اعانت مال نہیں بے دست و پا پر اعانت اعمال نہیں، ولہٰذا مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔" [1]

ایک دوسری جگہ قوت و طاقت کے شرط ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سلطان اسلام جس پر اقامتِ جہاد فرض ہے، اُسے بھی کافروں سے پہل حرام ہے جبکہ ان کے مقابلہ کے قابل نہ ہو۔ مجتبیٰ و شرح نقایہ و ردالمحتار کی عبارت گزشتہ:

ھذا اذا غلب علی ظنہ انہ یکافئھم والا فلا یباح قتالھم

(یہ اس وقت ہے جب گمان غالب ہو کہ ان کے مقابلہ کے قابل ہے، ورنہ ان سے لڑنا حلال نہیں)۔" [2]

ظاہر ہے کہ اس وقت ہندوستان میں نہ تو سلطان اسلام موجود تھا اور نہ ہی طاقت، پھر جہاد کس بوتے پر کیا جاتا؟

امام احمد رضا بریلوی کے ان فتاویٰ کی بنا پر کہا جاتا ہے:

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: دوام العیش (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۱۰۸

[2] ایضاً: رسائلِ رضویہ ج ۲، ص ۲۱۰

ratnetwork.org

"اسی لیے مسلمانوں میں مشہور ہوگیا کہ وہ انگریز کے ایجنٹ ہیں اور ان کے لیے کام کر رہے ہیں" (ترجمہ) [1]

امام احمد رضا بریلوی نے ایک حکم شرعی بیان کیا تھا جس میں نہ تو انگریز کی طرفداری مقصود تھی اور نہ ہی چاپلوسی اور خوشامد، جبکہ علماء اہل حدیث نے نہ صرف حرمتِ جہاد کا فتویٰ دیا، بلکہ خوشامد اور تملق کے تمام درجے طے کر گئے، تفصیل کے لیے اسی کتاب کا دوسرا باب ملاحظہ کیا جائے، سرِ دست صرف ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی، اہل حدیث کے وکیل اور صفِ اوّل کے راہنما تھے، انہوں نے ۱۸۷۶ء میں ایک رسالہ الاقتصاد لکھا، جس کا مقصد ایک طرف تو مسلمانوں سے جہاد کے جذبے کو ختم کرنا تھا اور دوسری طرف برٹش گورنمنٹ کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا تھا، یہ ان کی انفرادی رائے نہ تھی، بلکہ لاہور سے عظیم آباد، پٹنہ تک سفر کر کے بڑے بڑے علماء کو یہ رسالہ حرف بحرف سنایا اور ان کی تائید حاصل کی۔ ہندوستان اور پنجاب کے جن شہروں تک وہ نہ پہنچ سکے، وہاں اس رسالہ کی کاپیاں بھجوا کر علماء کی تصدیق حاصل کی۔ پھر ۱۸۷۹ء میں اس رسالہ کے اصل اصول مسائل کو اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ کی جلد ۲، نمبر ۱ کے ضمیمہ میں شائع کیا، جس پر صدہا عوام و خواص (اہل حدیث) نے ان مسائل پر اتفاق کا اظہار کیا [2] اس سے معلوم ہوگیا کہ یہ رسالہ علماء اہل حدیث کا متفقہ فیصلہ تھا۔

اس رسالہ میں بٹالوی صاحب نے تصریح کر دی ہے کہ اس وقت دنیا بھر میں شرعی جہاد کی کوئی صورت ہی نہیں ہے، وہ لکھتے ہیں:

"ان دو نتیجوں سے ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے ..... ہم جب کبھی بعض اشارات میں تجربہ

---

[1] ظہیر، السیرۃ النبویۃ، ص ۴۳

[2] محمد حسین بٹالوی، الاقتصاد فی مسائل الجہاد، دکن ریویو پریس، لاہور، ۲-۳

zratnetwork.org

دیکھتے ہیں کہ سلطنتِ روم یا ریاستِ افغانستان وغیرہ بلادِ اسلام سے جہاد کا اشتہار دیا گیا ہے، تو ہم کو سخت تعجب ہوتا ہے اور اس خبر کا یقین نہیں آتا کہ اس وقت روئے زمین پر امام کہاں ہیں، جس کی پناہ میں اور اس کے امر و اجازت سے مسلمان جہاد کر سکیں۔ ..... یہ غرف فریقین کا اس وقت بجا تھا، جبکہ جہاد اسلام کا اصلی فرض ہوتا اور تقرر امام کے سوا مسلمانوں کا اسلام صحیح یا کامل نہ ہوتا۔" [1]

اس عبارت سے صراحۃً چند امور سامنے آتے ہیں:

۱۔ امام کا تقرر ضروری نہیں، اس کے بغیر کمالِ ایمان میں بھی فرق نہیں آتا۔

۲۔ چونکہ امام کے بغیر جہاد نہیں ہو سکتا، اس لیے ہندوستان میں نہ تو جہاد شرعی ضروری ہے اور نہ ہی اس کا جواز ہے۔

۳۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے کسی خطے پر بھی جہاد نہیں ہو سکتا۔

۴۔ جہاد اسلام کا فرض اصلی نہیں ہے۔

اب اگر کوئی شخص مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے ہم نوا علماء اہل حدیث کو انگریز کے ساختہ پرداختہ قرار دے، تو اسے قوی دلائل میسر آ جائیں گے۔ امام احمد رضا بریلوی کا موقف یہ تھا کہ مسلمانانِ ہند کے پاس قوتِ جہاد نہیں ہے، اس لیے ان پر جہاد واجب نہیں ہے یہ موقف ہرگز نہیں تھا کہ طاقت ہوتے ہوئے بھی جہاد فرض نہیں ہے اور نہ ہی ان کا یہ موقف تھا کہ جہاد فرض اصلی نہیں ہے۔

تحریکِ خلافت و ترکِ موالات

" امام احمد رضا پر الزام لگایا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک کافر اور غاصب

---

[1] محمد حسین بٹالوی، الاقتصاد فی مسائل الجہاد (لکھنؤ: مطبع پریس، لاہور)، ص ۲۔ ۷۲

zratnetwork.org

انگریزی استعمار سے ترکِ موالات حرام ہے۔"[1]

اس بے بنیاد الزام کا حقیقت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ موالات ہر کافر سے حرام ہے، خواہ وہ انگریز ہو یا ہندو، انہیں لیڈروں کے اس رویے سے اختلاف تھا کہ وہ انگریزوں سے نہ صرف موالات بلکہ معاملات بھی حرام قرار دیتے تھے اور ہندوؤں سے موالات چھوڑ اتحاد تک جائز قرار دیتے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

"موالات ہر کافر سے حرام ہے، اوپر واضح ہو چکا ہے کہ رب عزوجل نے عام کفار کے نسبت یہ احکام فرمائے، تو بزورِ زبان ان میں سے کسی کافر کا استثناء ماننا اللہ عزوجل پر افترائے بعید اور قرآن کریم کی تحریف شدید ہے۔"[2]

اس سے زیادہ صراحت سے فرماتے ہیں:

"قرآنِ عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی مجوس ہوں، خواہ یہود و نصاریٰ ہوں، خواہ ہنود اور سب سے بدتر مرتدانِ عنود اور یہ مدعیانِ ترکِ موالات، مشرکین مرتدین سے یہ کچھ موالات برت رہے ہیں۔ پھر ترکِ موالات کا دعویٰ۔"[3]

مشہور ماہرِ تعلیم اور بین الاقوامی سکالر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں:

"انہوں نے اپنے پیروکاروں پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ برصغیر کا ان کا کوئی ہم عصر ماہر الٰہیات اپنے پیروکاروں پر مرتب نہ کر سکا۔ تحریکِ خلافت کے آغاز میں عدم تعاون کے فتوے پر دستخط لینے کے لیے علی برادران ان کی خدمت میں حاضر

---

[1] نظمیر: المسبر علویۃ ص ۴۲

[2] احمد رضا بریلوی، امام، فتاویٰ رضویہ (مبارک پور) ج ۶، ص ۱۲

[3] ایضاً: " " " ص ۱۹۲

tnetwork.org

ہوئے، انہوں نے جواب دیا:

مولانا! آپ کی اور میری سیاست میں فرق ہے، آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں اور میں مخالف۔

جب مولانا نے دیکھا کہ علی برادران رنجیدہ ہو گئے ہیں تو انہوں نے کہا:

مولانا! میں (مسلمانوں کی) سیاسی آزادی کا مخالف نہیں، میں تو ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔" [1]

محمد جعفر شاہ پھلواری ترکِ موالات کے زبردست حامی تھے، اسی حمایت کے سبب انگریزی تعلیم چھوڑ کر عربی شروع کر دی تھی۔ وہ لکھتے ہیں:

"ترکِ موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی، مجھے فاضل بریلوی سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ترکِ موالاتیوں نے ان کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ نعوذ باللہ وہ سرکارِ برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترکِ موالات کی مخالفت پر مامور ہیں۔ . . . . تحریک ترکِ موالات کے جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا اس لیے ایسی افواہوں کو غلط سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی، لیکن جیسے جیسے شعور آتا گیا، مذہبی تعصب اور تنگ دلی کا رنگ ہلکے سے ہلکا ہوتا چلا گیا۔" [2]

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں کو اگرچہ انگریزوں سے شدید نفرت تھی، لیکن اُن کی دُور رس نگاہیں مستقبل میں اس تحریک کے انجام کو دیکھ رہی تھیں، وہ جانتے تھے کہ اس برصغیر میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور وقتی طور پر یہ ایک فریب ہے

---

[1] سید محمد ریاست علی قادری، معارفِ رضا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء، ص ۲۳۷

[2] محمد مربد احمد چشتی، جہانِ رضا، مجلس رضا لاہور، ص ۱۲۵

nazrathetwork.org

جو اکثریت اقلیت کو دے رہی ہے۔ نتیجۃً اگر یہ تحریک کامیاب بھی ہو جائے تو ہندوؤں کی اکثریت ہر شعبہ زندگی میں اقلیت پر اثر انداز ہو گی اور عجب نہیں کہ یہ تحریک اکثریت میں ادغام کی صورت اختیار کر لے۔" [1]

دارالاسلام

ہندوستان پر سات سو سال تک مسلمانوں کا اقتدار رہا۔ انگریز تاجر بن کر آئے اور اپنی فطری عیاری سے حکمران بن بیٹھے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں پنجاب، کشمیر، سرحد اور ملتان کے علاوہ تمام ہندوستان پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت قائم ہو گئی تھی۔

اب علماء میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فقہائے احناف کے تین اقوال بیان فرماتے ہیں کہ دارالاسلام دارالحرب کب ہوتا ہے؟ پھر تیسرے قول کو ترجیح دیتے ہوئے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا۔ فرماتے ہیں:

"وہمیں قول ثالث را محققین ترجیح دادہ اند و بریں تقدیر معمولہ انگریزاں و اشباہ ایشاں لاشبہ دارالحرب است۔" [2]

اور جب ہندوستان دارالحرب قرار پایا تو اُن سے سُود لینا بھی جائز ٹھہرا۔ البتہ جبراً مال نہیں چھین سکتا۔

وانما حرم تعرضہ لاموالھم لما فیہ من نقض العھد واذا بذلوھا بالرضا فلا وجہ للحرمۃ۔ [3]

مسلمان کے لیے حربیوں کے مال سے تعرض کرنا حرام ہے کہ اس میں عہد کی خلاف ورزی ہے اور اگر وہ خوشی دیں تو اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔"

---

[1] اعجاز الحق قدوسی: اقبال اور علمائے پاک و ہند (اقبال اکادمی لاہور) ص ۲۰۸

[2] ایضاً، ص ۱۵۲

[3] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، فتاویٰ عزیزی (مطبع مجتبائی) ج ۱، ص ۱۱۰

zratnetwork.org

بعد کے علماء میں یہ مسئلہ شدید اضطراب کا باعث بنا رہا۔ دیوبندی مکتب فکر کے مولانا رشید احمد گنگوہی کے اس موضوع پر مختلف فتاوی موجود ہیں۔ سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں،

"ان تینوں تحریروں کو سامنے رکھا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مولانا گنگوہی نے ہندوستان کی نسبت فرمایا،

(الف) ہند دارالحرب ہے۔

(ب) ہند کے متعلق بندہ کو خوب تحقیق نہیں۔

(ج) ہند دارالامان ہے۔

اب کوئی بتلاوے کہ ہم بتلائیں کیا؟" [1]

مولوی محمد قاسم نانوتوی کا فتوی بھی گنگوہی کی کیفیت پیش کرتا ہے، کہیں وہ کہتے ہیں کہ ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں شبہ ہے اور میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ دارالحرب ہے [2] کہیں کہتے ہیں کہ ہجرت کے معاملے میں دارالحرب اور سود کے معاملے میں دارالاسلام قرار دینا چاہیے۔ [3]

مولوی محمود حسن کہتے ہیں کہ دونوں فریق صحیح کہتے ہیں۔ [4]

علامہ انور شاہ کشمیری، ہندوستان کو دارالامان قرار دیتے ہیں [5] دارالعلوم دیوبند کے ٹرسٹی سعید احمد اکبر آبادی دار کی چار قسمیں بیان کرتے ہیں، دارالاسلام، دارالحرب، دارالعہد اور دارالامان اور آخر میں کہتے ہیں،

---

[1] سعید احمد اکبر آبادی، ہندوستان کی شرعی حیثیت (علی گڑھ) ص ۶-۲۵

[2] محمد قاسم نانوتوی، قاسم العلوم (مکتبات ناشران قرآن لاہور) ص ۲۷۱

[3] ایضاً، " " " ص ۳۶۲

[4] حسین احمد مدنی، سفرنامہ شیخ الہند (مکتبہ محمودیہ لاہور) ص ۱۶۶

[5] سعید احمد اکبر آبادی، ہندوستان کی شرعی حیثیت ص ۲۴

tnetwork.org

"یہ ملک (ہندوستان) دار کی چاروں قسموں میں سے کوئی قسم نہیں ہے۔" [1]

امام احمد رضا بریلوی کا فتویٰ یہ ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں:

"دارالاسلام کے دارالحرب ہوجانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور شریعت اسلامیہ کے احکام و شعائر سلطناً جاری ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے، مگر یہ بات بحمداللہ یہاں قطعاً موجود نہیں۔" [2]

دارالحرب قرار دینے والوں پر لطیف طنز کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عجب ان سے جو تحلیل ربا (سود) کے لیے جس کی حرمت نصوص قاطعہ قرآنیہ سے ثابت اور کیسی کیسی سخت وعیدیں اس پر وارد اس ملک کو دارالحرب ٹھہرائیں اور باوجود قدرت و استطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں، گویا یہ بلاد اسی دن کے لیے دارالحرب ہوئے تھے کہ مزے سے سود کے لفٹ اڑائیے اور باکرام تمام وطن مالوف میں بسر فرمائیے۔" [3]

اب دیکھنا یہ ہے کہ امام احمد رضا اس فتوے میں منفرد ہیں؟ تحقیق کی جائے تو بہت سے علماء کے نام گنوائے جاسکتے ہیں، سردست چند فتوے ملاحظہ ہوں:

مولانا کرامت علی جونپوری خلیفہ سید احمد بریلوی نے ۲۲ نومبر ۱۸۲۱ء کو کلکتہ کے ایک مذاکرۂ علمیہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

---

[1] سعید احمد اکبرآبادی، ہندوستان کی شرعی حیثیت، ص ۹۶

[2] احمد رضا بریلوی، امام، اعلام الاعلام (حسنی پریس بریلی) ص ۲

[3] ایضاً، " " " ص ۷

zrathetwork.org

"مملکت ہندوستان جو بالفعل بادشاہ عیسائی مذہب کے قبضۂ اقتدار میں ہے بمطابق فقہ مذہب حنفی کے دارالاسلام ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔" [1]

ان کی تقریر کے بعد مولوی فضل علی، مولوی ابوالقاسم عبدالحکیم، مولوی عبداللطیف سیکرٹری مجلس، شیخ احمد آفندی انصاری مدنی، سید ابراہیم بغدادی نے اپنی تقاریر میں مولانا کرامت علی جونپوری کی تائید کی۔

اس کے علاوہ اس رسالہ میں حضرت شیخ جمال بن عبداللہ حنفی مفتی مکہ معظمہ، علامہ سید احمد دحلان مفتی شافعیہ، مکہ مکرمہ، شیخ حسین بن ابراہیم مفتی مالکیہ مکہ معظمہ، علامہ عبدالحق خیرآبادی اور مفتی سعداللہ کے فتاویٰ موجود ہیں کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ [2]

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

"بلادِ ہند جو قبضۂ نصاریٰ میں ہیں، دارالحرب نہیں ہیں۔" [3]

مولوی اشرف علی تھانوی بھی دارالاسلام ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔ [4]

رسالہ اعلام الاعلام اور تھانوی صاحب کا یہ رسالہ دو اہم فتوے کے نام سے مکتبہ قادریہ، لاہور سے چھپ چکا ہے۔

اہل حدیث کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

"علماء اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکام والا مقام فرنگ فرماں روا ہیں، اس وقت سے یہ ملک دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا پڑا ہے، ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ

---

[1] کرامت علی جونپوری، مولانا، اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ دفول کشور لکھنؤ ص ۲
[2] ایضاً، " " " " ص ۲۹-۴
[3] عبدالحی لکھنوی، مولانا، مجموعہ فتاویٰ (مطبع یوسفی لکھنؤ) ج ۱، ص ۳۰۲
[4] اشرف علی تھانوی: تنذیر الاخوان (تھانہ بھون) ص ۹

atnetwork.org

ہے کہ یہ دارالاسلام ہے اور جب یہ ملک دارالاسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی؟ بلکہ حرام جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔"[1]

نواب صاحب کا رجحانِ طبع بھی دارالاسلام کی طرف ہے وہ لکھتے ہیں:

"اس مقام میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہندوستان دارالحرب ہی ہو (یعنی ہے تو دارالاسلام ۱۲ قادری) تو بھی حکام انگلشیہ کے ساتھ جو یہاں کے رئیسوں کا عہد اور صلح ہے اس کا توڑنا بڑا گناہ ہے۔"[2]

اہل حدیث کے وکیل محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

"جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی ہو وہ شہر یا ملک دارالحرب نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو اقوام غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پالیا ہو (جیسا کہ ملک ہندوستان ہے) تو جب تک اس میں اولئے شعائرِ اسلام کی آزادی ہے وہ بحکم حالتِ قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے۔"[3]

میاں نذیر حسین دہلوی کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

"ہندوستان کو ہمیشہ میاں صاحب دارالامان فرماتے تھے، دارالحرب کبھی نہ کہا۔"[4]

ڈپٹی نذیر احمد اہل حدیث لکھتے ہیں:

"خدا کا شکر ہے کہ ہمارا ہندوستان باوجودیکہ نصاریٰ کی عملداری ہے،

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب: ترجمان وہابیہ (مطبع محمدی، لاہور) ص ۱۵

[2] ایضاً: " " " ص ۲۶

[3] محمد حسین بٹالوی: الاقتصاد ص ۱۹

[4] فضل حسین بہاری: الحیاۃ بعد المماۃ (مکتبہ شعیب، کراچی) ص ۱۲۴

zratnetwork.org

دارالحرب نہیں ہے" (حاشیہ سورۂ نساء رکوع ۱۴) [1]

امام احمد رضا پر بے اصل الزام لگایا جاتا ہے:

"وہ ہر تحریک آزادی کے مخالف تھے، انہوں نے حرمت جہاد کا فتویٰ دیا۔ دلیل یہ دی کہ ہند دارالحرب نہیں ہے اور اعلان جہاد دارالحرب ہی میں ہوتا ہے، صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ دوسروں کو راضی کرنے کے لیے کہا کہ ہند دارالاسلام ہے اور اس موضوع پر مستقل رسالہ لکھا۔" (ترجمہ ملخصاً) [2]

مخالفت کا یہ انداز اور اتہام پردازی کا یہ اسلوب قطعاً محمود نہیں ہے — مولانا کرامت علی جونپوری خلیفہ سید صاحب، نواب بھوپالی، بٹالوی صاحب، میاں نذیر حسین صاحب دہلوی، نذیر احمد، تھانوی صاحب اور مولانا عبدالحی لکھنوی سب ہی تو دارالحرب کی نفی کر رہے ہیں۔ کیا ان سب ہی کو دشمن آزادی قرار دیا جائے گا؟ نواب صاحب، بٹالوی صاحب اور مولانا جونپوری تو دارالاسلام قرار دے رہے ہیں، کیا ان پر بھی انگریز کو خوش کرنے کا الزام لگایا جائے گا؟ اور اگر نہیں تو ترجمان الوہابیہ اور اشاعۃ السنۃ کی فائلوں کو دیکھ لیجیے، انگریزوں کو راضی کرنے کے ایسے ایسے منظر سامنے آئیں گے کہ چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔ پیش نظر کتاب کے دوسرے باب کا مطالعہ بھی سود مند رہے گا۔

ہندوؤں کا تعصب

ہندوؤں کی تنگ نظری کا عالم آشکار ہے، مسلمانوں کی دشمنی تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی:

"ہندوؤں کے باورچی خانہ میں اگر کتا چلا جائے تو باورچی خانہ ناپاک نہیں

---

[1] سعید احمد اکبر آبادی، ہندوستان کی شرعی حیثیت، ص ۵۳

[2] ظہیر، المہند علیہ، ص ۴۰

azratnetwork.org

ہوتا۔ لیکن اگر مسلمان کا سایہ بھی پڑ جائے تو وہ چیز ناپاک ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مسلمان نیچ جو ٹھہرے۔ ایک ہندو حلوائی کی دوکان پر جا کر مسلمان ایک ذلیل جھٹکی کی طرح سودا خریدتا ہے اور کسی مسلمان کی مجال نہیں کہ ہندو کی کسی چیز کو ہاتھ لگا سکے۔" [1]

امام احمد رضا، تحریک ترک موالات کے لیڈروں کی ہندو دوستی (موالات) پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری، پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خودداری؟ تمہیں ملیچھ جانیں، بھنگی مانیں ——— تمہارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے گندی ہو جائے ——— سودا بیچیں تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں ——— پیسے لیں تو دور سے یا پنکھا وغیرہ پیش کر کے اس پر رکھوا لیں ——— حالانکہ بحکم قرآنی خود وہی نجس ہیں اور تم ان نجسوں کو مقدس مطہر بیت اللہ (مسجد) میں لے جاؤ جو تمہارے ماتھا رکھنے کی جگہ ہے ——— وہاں ان کے گندے پاؤں رکھواؤ ——— مگر تم کو اسلامی حمیت ہی نہ رہا، محبت مشرکین نے اندھا کر دیا۔" [2]

گاندھی کی ملاقات سے انکار

تحریک کا وہ دور، طوفان بلاخیز تھا، سند کے سامری، گاندھی نے ایسا جادو پھونکا کہ بڑے بڑے لیڈر، دست بستہ اس کے پیچھے چلتے تھے اور اس کی ملاقات کو وجہ سعادت جانتے تھے۔ امام احمد رضا غیرت اسلامی کا وہ پیکر مجسم تھے کہ کسی بھی کافر کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

---

[1] تاج الدین احمد تاج انشی، ہندوؤں سے ترک موالات، ص ۱۸

[2] احمد رضا بریلوی، امام، رسائل، حصہ ج ۲ ص ۱۹۲

nzratnetwork.org

تحریکِ خلافت کے دور میں انہیں اپنا ہم خیال بنانے کے لیے گاندھی نے ملاقات کا پروگرام بنایا، لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا۔

ڈاکٹر مختار الدین آرزو، علی گڑھ لکھتے ہیں:

"ایک صاحب ایک دن بہت خوش خوش آئے اور گاندھی جی کا پیغام حضرت کے پاس لائے کہ وہ بریلی آکر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے بہت مختصر جواب دیا، فرمایا:

گاندھی جی کسی دینی مسئلے کے متعلق مجھ سے باتیں کریں گے یا دنیوی معاملات پر گفتگو کریں گے؟ اور دنیاوی معاملہ میں میں کیا حصہ لوں گا، جبکہ میں نے اپنی دنیا چھوڑ رکھی ہے اور دنیوی معاملات سے کبھی غرض نہیں رکھی"[1]

یاد رہے کہ امام احمد رضا بریلی کے جس محلے میں رہتے تھے، وہاں سب ہندو رہتے تھے، مسلمانوں میں سے آپ کا خاندان رہتا تھا۔ اس کے باوجود آپ کے جذبۂ ایمانی کا یہ عالم تھا کہ بے خوف و خطر اسلامی تعلیمات کا پرچار کرتے تھے اور اُن کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے تھے۔

تحریکِ خلافت

اس سے پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے کہ ترکی پر انگریزوں کے مظالم کے خلاف ہندوستان کے مسلمانوں نے غم و غصہ کا اظہار اور احتجاج کرنے کے لیے تحریک چلائی تھی۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی، مجلسِ خلافت کی رُوحِ رواں تھے۔ امن اور عدم تشدد کے حامی مسٹر گاندھی نے اس اشتعال سے فائدہ اُٹھایا، وہ اپنی فسوں کاری سے اس تحریک کا لیڈر اور امام بن گیا۔ مسلم لیڈروں نے اس کے فریب میں آکر وہ وہ ناکردنی کام

---

[1] مختار الدین آرزو، ڈاکٹر: انوارِ رضا، شرکتِ حنفیہ، لاہور) ص ۳۶۱

azratnetwork.org

کے کہ اسلامی سوچ اور فکر رکھنے والے علماء تڑپ اُٹھے۔ گاندھی جو کٹر ہندو تھا، وہ اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہا تھا، ورنہ اسے مسلمانوں کے مصائب اور مقاصد سے کیا ہمدردی ہو سکتی تھی؟

"وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں، تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے، یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے، تو ہم تلوار سے چھڑا دیں گے۔"[1]

علماء اہل سنت نے گاندھی کا پس رو بننے سے انکار کر دیا، اگرچہ وہ خلافت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت کا نام ہی کیوں نہ لیتا ہو، وہ کسی صورت میں بھی اسے امام بنانے پر تیار نہ ہوئے۔

ماہ شوال ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء کو صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے السواد الاعظم، مراد آباد میں "خلافت کمیٹی کی فتنہ سامانیاں اور علماء اہل سنت کی کارگزاریاں" کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر کیا جس میں انہوں نے مسلمانوں کی عالمی زبوں حالی، ہندوستانی مسلمانوں کے جوش اور جذبے کو بیان کرتے ہوئے ان مفاسد کی نشان دہی کی ہے جن کا ارتکاب لیڈر کر رہے تھے۔ نیز وہ طریقے بھی تجویز کیے، جن سے ترک بھائیوں کی امداد کی جا سکتی تھی، نیز وہ فرماتے ہیں:

"قیامت کے نمونے (مصائب) بلاد اسلامیہ کو تہ و بالا کر ڈالتے ہیں، مقامات مقدسہ کی وہ خاک پاک جو اہل اسلام کی چشم عقیدت کے لیے طوطیا سے بڑھ کر ہے، کفار کے قدموں سے روندی جاتی ہے۔ حرمین محترمین اور بلاد طاہرہ کی حرمت ظاہری طور پر خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ مسلمانوں کے دل کیوں پاش پاش نہ ہو جائیں؟ ان کی آنکھیں کیا وجہ ہے کہ خون کے دریا نہ بہائیں؟ سلطنت اسلامیہ کی

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، الجمعۃ المرتنہ (مطبع سنی بریلی)، ص ۲۸

azratnetwork.org

اعانت وحمایت خادم الحرمین کی مدد و نصرت مسلمانوں پر فرض ہے۔" [1]

پھر مسلمانوں کی جدوجہد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہندوستان میں مسلمان برابر جلسے کر کے پُرزور تقریروں میں جوش کا اظہار کر رہے ہیں، سلطنت برطانیہ سے ترکی اقتدار کے برقرار رکھنے کی درخواستیں کی جاتی ہیں، ترکی مقبوضات واپس دینے کے مطالبے کیے جاتے ہیں، اسی مقصد کے لیے سندلیوشن پاس ہوتے ہیں، وفد بھیجے جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تدبیریں کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہیں؟" [2]

اس تحریک میں ہندوؤں کو ساتھ ملایا گیا، علمائے اہل سنت اس تحریک میں شامل نہ ہوئے اور علمائے اہل سنت کے اس تحریک میں شامل نہ ہونے پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اگر یہ مسلمانوں کی شان کے خلاف ہے ؎

حقا کہ با عقوبتِ دوزخ برابر است
رفتن بپائے مردیِ ہم سایہ در بہشت

لیکن مذہب کا فتویٰ اس (ہندوؤں کے شامل کرنے) کو ممنوع اور ناجائز قرار نہیں دیتا ..... لیکن صورتِ حالات کچھ اور ہے۔ اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندو ان کے ساتھ متفق ہو کر بجا ہے اور درست ہے پکارتے مسلمان آگے ہوتے اور ہندو ان کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے تو بے جا نہ تھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں اور مسلمان آمین کہنے والے کی طرح ان کی ہر صدا کے ساتھ موافقت کر رہے ہیں۔

---

[1] غلام معین الدین نعیمی، سید، حیات صدر الافاضل (لاہور: ادارہ صدر الافاضل نعیمیہ رضویہ)، ص ۹۹

[2] ایضاً، ص ۱۰۰

zrathetwork.org

پہلے مہاتما گاندھی کا حکم ہوتا ہے، اس کے پیچھے مولوی عبدالباری کا فتویٰ عقلہ کی طرح سر نیاز خم کرتا چلا جاتا ہے۔ ہندو آگے بڑھتے ہیں اور مسلمان اُن کے پیچھے پیچھے اپنا دین و مذہب ان پر نثار کرتے چلے جاتے ہیں۔" [1]

دین و مذہب کے نثار کرنے کی کیفیت گزشتہ صفحات میں کسی قدر پیش کی جا چکی ہے مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ نے فرمایا تھا اور بالکل بجا فرمایا تھا،

"مسلمانوں کا حقیقی نصب العین، دین و مذہب، اللہ تعالیٰ نے قرار دیا ہے، دُنیا اُن کے پاس دین کی رونق اور مذہب کی خدمت کے لیے ہے۔ جب دین و مذہب ہی نہ رہا تو ملعون ہے، وہ سلطنت جو ایمان کے عوض ملے اور صدہا لعنت ہے اُس حکومت پر جو اسلام بیچ کر خریدی جائے۔" [2]

الائمۃ من قریش

تحریک خلافت سے اس کی فتنہ سامانیوں کے سبب، علماء اہل سنت کی بے تعلقی کا اجمالی پس منظر گزشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے، اس لیے یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے

بریلوی نے ایک اور رسالہ دوام العیش لکھا جس میں انہوں نے خلافت ترکیہ کی امداد کرنے والوں کے دعویٰ کو رد کیا اور دلیل یہ پیش کی کہ خلیفہ قریشی ہی ہو سکتا ہے۔ چونکہ ترکی کے عثمانی حکمران قریشی نہیں ہیں، اس لیے ان کی خلافت ثابت نہیں، اسی بنا پر ہندوستان کے مسلمانوں پر ان کی نصرت و امداد لازم اور خدمت کے لیے انگریز سے جنگ جائز نہیں ہے اور اس سے بھی زیادہ یہ

---

[1] غلام محی الدین نعیمی، سید، حیات صدر الافاضل، ص ۱۰۰-۱

[2] سلیمان اشرف، بہاری، سید، ارشاد، مکتبہ رضویہ، لاہور، ص ۲۰

ratnetwork.org

تصریح کی کہ:

ترکوں کی حمایت، محض دھوکہ ہے، ورنہ خلافت کا نام لینے سے مقصد ہندوستان کی اراضی کی آزادی ہے۔[1]

ایک سوال کے جواب میں کہ سلطنت ترکیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں؟ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

"سلطنتِ علیہ عثمانیہ ایدھا اللہ تعالیٰ نہ صرف عثمانیہ بلکہ سلطنتِ اسلام، نہ صرف سلطنت بلکہ جماعتِ اسلام، نہ صرف جماعت بلکہ فردِ اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے، اس میں قرشیت شرط ہونا کیا معنی؟ دل سے خیر خواہی مطلقاً فرض عین ہے اور وقتِ حاجت دعا سے امداد و اعانت بھی ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے"[2]

کیا اب بھی یہ کہنے کا جواز رہ جاتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی سلاطین ترکیہ کی امداد کو اس بناء پر غیر ضروری قرار دیتے تھے۔

پھر غلط ترجمہ کے ذریعے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کے نزدیک تحریک کا مقصد آزادیٔ ہند تھا، جس کی انہوں نے مخالفت کی۔ اصل عبارت دیکھنے سے غلط بیانی کا پردہ چاک ہو جائے گا۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

"ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اصل مقصود بغلانی ہنود سوراج کی چکمتی ہے، بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے، بھاری بھرکم خلافت کا نام لو، عوام پھنسیں، چندہ خوب ملے اور گنگا و جمنا کی مقدس زمینیں آزاد کرانے کا کام چلے۔"

---

[1] تقریر — الجمعیۃ — ص ۲-۱۴

[2] احمد رضا بریلوی، امام — دوام العیش (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۴۶

Pathetwork.org

اے پس رو مشرکاں بزمزم نہ رسی!
کیں رہ کہ تو می روی بہ گنگ و جمن است[1]

اس عبارت کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ لیڈر، خلافت کا نام محض مطلب برآری کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اصل مقصد تو یہ ہے کہ آزادی حاصل کر کے سیکولر (لادینی) ہیئت قائم کی جائے جس میں قوت و اقتدار کا سرچشمہ ہندوؤں کے پاس ہو کیونکہ وہ اکثریت میں ہیں اور مسلمان ان کے محکوم اور تابع محض ہوں۔ یہ وہ مقصد تھا جسے قبول کرنے سے امام احمد رضا نے انکار کیا تھا اور ہر صاحب بصیرت مومن کو اس سے انکار کرنا چاہیے۔

تحریک خلافت کے لیڈر، عامۃ المسلمین پر امام احمد رضا کے گہرے اثرات سے بخوبی واقف تھے، اسی لیے ہر قیمت پر انہیں اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے تھے۔ گاندھی نے ملاقات کا پیغام بھیجا تھا، جواباً آپ نے صاف انکار کر دیا۔ گزشتہ صفحات میں ان دونوں واقعات کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ فرنگی محل سے مولانا عبدالباری کے بار بار تقاضے آئے کہ آپ کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہے؟ دارالافتاء بریلی سے جواب دیا گیا کہ ایسے مسائل دارالافتاء کے موضوع سے خارج ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ شاید خلافت کے نام سے ترک بھائیوں کو کوئی فائدہ پہنچ جائے لیکن وہ نہ مانے، بلکہ انہوں نے شائع کر دیا کہ دارالافتاء بریلی خلافت کا منکر ہے اور کئی مواقع پر انہوں نے کہا کہ منکر خلافت کافر ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ خلیفہ شرعی کے لیے قریشی ہونا ضروری ہے اور سلطان ترکی قریشی نہیں ..... تو انہوں نے کہا کہ خلافت شرعیہ کے لیے قریشی ہونا شرط نہیں ہے۔[2] یہی بات ابوالکلام آزاد نے ایک رسالہ مسئلہ خلافت و جزیرۂ عرب میں لکھی۔

کسی شخص نے مولانا فرنگی محلی کے خطبہ صدارت اور ابوالکلام آزاد کے رسالہ کا حوالہ دے کر

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: دوام العیش (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۶۵

[2] مسعود رضا خاں قادری، مفتی اعظم ہند: تمہید دوام العیش ص ۱۰۔۱۰۴

azratnetwork.org

استفتا بھیجا کہ کیا خلافتِ شرعیہ کے لیے قریشی ہونا شرط ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں امام احمد رضا نے رسالہ دوام العیش تحریر فرمایا جو ایک مقدمہ اور تین فصول پر مشتمل تھا تیسری فصل شروع کی تھی کہ دیگر ضروری کاموں کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس خیال سے اس کی تکمیل نہ کی کہ ابھی اس کا وقت نہیں۔ وقت آئے گا تو تکمیل کر کے طبع کرا دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ وصال کے ایک سال بعد آپ کے صاحبزادے مولانا مصطفےٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند نے یہ رسالہ شائع فرمایا۔ [1]

بعض لوگ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ امام احمد رضا نے دو رسالے اعلام الاعلام اور دوام العیش انگریزوں کی حمایت میں لکھے تھے، یہ تاثر ہرگز منصفانہ نہیں ہے۔ یہ دونوں رسالے آپ کے وصال کے بعد چھپے ہیں اور معمولی عقل والا انسان بھی سوچ سکتا ہے کہ اگر انگریزوں کو خوش کرنا مقصود ہوتا تو یہ دونوں رسالے اپنی زندگی ہی میں شائع کر دیتے جبکہ ایسا نہیں ہوا، اس لیے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ الزام لگانے والے دیانت دارانہ بصیرت سے محروم ہیں۔

اس رسالہ میں امام احمد رضا نے حدیث، فقہ اور عقائد کی کتابوں سے تقریباً پچاس احادیث اور ائمہ علماء و ائمہ کی بائیس عبارات پیش کی ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ خلافت کے لیے قرشیت کے شرط ہونے پر احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ نیز اس مسئلہ پر صحابہ، تابعین اور اہل سنت کا اجماع ہے [2] اور اس مسئلہ میں صرف خوارج یا بعض معتزلہ مخالف ہیں۔ [3]

---

[1] مصطفےٰ رضا قادری، مفتی اعظم ہند، تمہید دوام العیش، ص ۳-۴۱

[2] احمد رضا بریلوی، امام، دوام العیش، ص ۷۵

[3] ایضاً، " ص ۴۶

ratnetwork.org

بریلی کی تاریخی کانفرنس

۱۹۲۱ء کا طوفانی زمانہ ہے۔ جمعیۃ العلماء ہند اور خلافت کمیٹی کا طوطی بول رہا ہے متحدہ قومیت اور ہندو مسلم اتحاد کی رَو پوری قوت سے جاری و ساری ہے۔ مشہور لیڈر امام احمد رضا اور دیگر علمائے اہل سنت کو اپنے راستے کا سب سے زیادہ سنگ گراں سمجھتے ہیں اور عامۃ المسلمین پر ان کے اثرات سے خائف ہیں۔ علی برادران، بریلی شریف جاکر تحریک میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں۔ گاندھی خود ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ امام احمد رضا ملاقات سے انکار کر دیتے ہیں۔ جمعیۃ العلماء ہند کا سالانہ اجلاس ابوالکلام آزاد کی صدارت میں بریلی میں منعقد ہونا قرار پاتا ہے۔ کل ہند سطح پر اس کی تشہیر کی جاتی ہے۔ متعدد اشتہار شائع کیے جاتے ہیں۔

ایک اشتہار کا عنوان ہے:

زندگی مستعار کی چند ساعتیں

اس میں ایک شق یہ تھی:

مخالفین ترک موالات اور موالاتِ نصاریٰ کے عملی حامیوں پر اتمام حجت کیا جائے گا۔"[1]

دوسرے اشتہار کا عنوان تھا:

آفتاب صداقت کا طلوع

اس میں لکھا:

منکرین و منافقین پر اتمام حجت مسائل حاضرہ کا انقطاعی فیصلہ خدائی فرمان پہنچانے کے لیے بریلی میں جمعیۃ العلماء کا اجلاس ہونے والا ہے، سچائی ظاہر ہوگی اور جھوٹ بھاگ نکلا۔ خداوند جبار و قہار کا یہ فرمان پورا ہو کر رہے گا۔"[2]

---

[1] ارکین جماعت رضائے مصطفےٰ: روداد اجلاس، مطبع حسنی، بریلی، ص ۴۷

[2] ایضاً: " " " " ص ۴۷

atnetwork.org

۱۰ رجب ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو جماعت رضائے مصطفےٰ کے مقام مدینہ علیہ کے صدر مولانا امجد علی اعظمی نے اتمام حجت تامہ کے عنوان سے ستر سوالات پر مشتمل ایک اشتہار چھاپ کر مولانا عبدالباری بدایونی ناظم جمعیۃ العلماء کے پاس بھیج دیا تاکہ ان پر خوب اچھی طرح غور و خوض کر لیا جائے اور اجلاس میں ان کا جواب دے کر تصفیہ کی راہ ہموار کی جائے۔

تبادلہ خیال اور مناظرہ کے لیے جماعت رضائے مصطفےٰ کے چار علماء کے نام پیش کیے گئے:

۱۔ مولانا محمد امجد علی اعظمی	صدر
۲۔ مولانا حسنین رضا خاں	ناظم اعلیٰ
۳۔ مولانا ظفر الدین بہاری	رکن
۴۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی	رکن

بعد میں علی گڑھ سے مولانا سید سلیمان اشرف بہاری بھی تشریف لے آئے اور ان کا نام بھی مناظرین کی فہرست میں شامل کر دیا گیا۔

ابوالکلام آزاد صدر جمعیۃ العلماء بریلی پہنچے اور جماعت رضائے مصطفےٰ کے ستر سوالات اور مناظرہ کے مقام اور وقت کے تعین کے مطالبہ پر مشتمل اشتہارات دیکھے اور مذکورہ بالا علماء کے ساتھ مناظرہ سے پہلوتہی کرتے ہوئے امام احمد رضا کو مخاطب کیا۔ یہ رویہ کسی طور بھی مناسب نہ تھا۔ اوّل تو امام احمد رضا اس وقت علیل تھے، دوسرا یہ کہ اشتہارات میں علمائے اہل سنت کو منکرین اور منافقین کے القاب دے کر ان پر اتمام حجت کا دعویٰ کیا گیا تھا۔ اب جب کہ امام احمد رضا بریلوی کے خلفاء اور اہل سنت کے ذمہ دار علماء اس چیلنج کو قبول کر چکے تھے، تو گریز کا کیا معنی؟

علماء اہل سنت کا تقاضا بڑھا، تو مولوی عبدالودود ناظم استقبالیہ جمعیۃ العلماء ہند نے جواباً تحریر کیا:

azratnetwork.org

"ہر کس و ناکس سے نزاع و مخاصمہ کرنا خدام ملت کے نزدیک بے نتیجہ اور بے سود ہے۔"[1]

۱۴ رجب کو مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اس کا جواب دیا:

"مجلس جمعیۃ العلماء منعقدہ بریلی کا رقعۂ دعوت فقیر کے پاس بھیجا، فقیر نے شرکت سے امر مابہ النزاع کا تصفیہ چاہا، آنجناب اس بے بضاعت کو ناکس قرار دے کر گفتگو سے اعراض فرماتے ہیں۔ امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ سے طالب مناظرہ ہوتے ہیں۔ انصاف شرط ہے کہ رقعۂ دعوت فقیر کے پاس بلا واسطہ بھیجا جائے اور گفتگو کی جب نوبت آئے تو اسے کس ناکس کہا جائے اس کے احقاق حق کو نزاع و مخاصمہ قرار دیا جائے، کیا یہی شیوۂ خدام ملت ہے؟

آخر میں نہایت ادب سے گزارش ہے کہ براہ کرم قبل نماز جمعہ فقیر کو اپنے جلسے میں بحیثیت سائل حاضر ہونے کی اجازت عطا فرمائیں۔"[2]

بالآخر ۱۴ رجب ۲۴ مارچ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو شام کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف بہاری اور دیگر علماء اہل سنت نہایت شان و شوکت کے ساتھ سٹیج پر پہنچ گئے۔ صدر جلسہ ابوالکلام آزاد نے صرف سید صاحب کو خطاب کے لیے ۲۵ منٹ کا وقت دیا۔

علامہ سید سلیمان اشرف نے مختصر وقت میں دلنشاف الفاظ میں بیان کیا کہ ہمیں ترکی کی اسلامی سلطنت کی ہمدردی اور امداد سے انکار نہیں۔ یہ امداد و اعانت تمام مسلمانان عالم پر فرض ہے نہ ہی ہم انگریزوں کی دوستی کو جائز قرار دیتے ہیں، موالات بر نصرانی و یہودی سے ہر حال میں حرام اور حرام قطعی ہے۔ ہمیں تو ہندو مسلم اتحاد اور اس اتحاد کی بنا پر کیے جانے والے غیر اسلامی

---

[1] اکابرین جماعت رضائے مصطفےٰ، روداد مناظرہ دنادری پریس بریلی، ص ۳

[2] " " " " " " ص ۱-۲

azratnetwork.org

افعال اور اقوال سے اختلاف ہے۔" [1]

علامہ عبدالماجد دریاآبادی مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی دھواں دار تقریر کا منظر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"مخالفین کی طرف سے میدانِ خطابت کا ایک پہلوان، شہ زور اور پیل تن اکھاڑے میں اتارا گیا، کشتی پر کشتی مارے ہوئے، داؤں پیچ کی استادی میں نام پائے ہوئے، اور اس نے تقریر یہ ماراؤ مارا کے انداز میں شروع کی، جلسہ پر ایک نشہ کی سی کیفیت طاری اور خلافت والوں کی زبان پر تالیاں یا حیف کے جاری۔" [2]

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ارکانِ خلافت جس کروفر سے بریلی آئے تھے، وہ قائم نہیں رہ سکا تھا۔

سید صاحب کی تقریر کے بعد ابوالکلام آزاد نے تقریر کی اور جماعت رضائے مصطفےٰ کے پیش کردہ سوالات کا بالکل جواب نہ دیا، رُوئے سخن صرف سید صاحب کی طرف رکھا اور کہا کہ مجھ پر افترا ہے کہ میں نے ناگپور کے خطبۂ جمعہ میں گاندھی کو ستودہ صفات، مجسمہ ذات وغیرہ الفاظ کہے تھے ——— کس نے تشحیذ کی اجازت دی؟ ——— کس نے مہاتما گاندھی کی جے پکارنے کو کہا؟ ——— بلکہ میں تو خود مہاتما کے معنی تک نہیں جانتا کہ وہ کوئی تعظیم کا لفظ ہے (حالانکہ مہا کا معنی عظیم اور آتما کا معنی روح تو مہاتما کا معنی روحِ عظیم ہوا) آخر میں یہاں تک کہہ دیا:

"میں صاف کہتا ہوں کہ ہمارے ہندو بھائی بائیس کروڑ ہیں اگر وہ بائیسوں کروڑ گاندھی ہوں اور مسلمان ان کو پیشوا بنائیں اور ان کے بھروسہ پر رہیں،

---

[1] اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ، روداد مناظرہ ص ۶-۵

[2] محمد طفیل، نقوش (لاہور) شمارہ مئی ۱۹۶۵ء ص ۴۷

tnetwork.org

تو وہ بت پرست ہیں اور گاندھی اُن کا بت۔[1]

اُن کی تقریر کے بعد مولانا برہان الحق جبل پوری نے کہا کہ کانگریس کانفرنس کے ایک ماہ بعد زمیندار لاہور کے پرچے دیکھ لیجئے' اس میں دوسرے لیڈروں کے اقوال کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے خطبہ جمعہ میں گاندھی کی تعریف کی' اس پر ابوالکلام نے کہا:

"میں نے یہ پرچے نہیں دیکھے، اگر اس میں ایسا لکھا ہو تو کذب بحت (خالص جھوٹ) ہے' لعنۃ اللہ علی قائلہ"۔[2]

مولانا برہان الحق نے فرمایا آپ یہ تکذیب بھی شائع کرا دیجئے۔ نیز اخبار تاج کے حوالے سے کہا کہ آپ نے گنگا و جمنا کی سرزمین کو مقدس کہا۔ ابوالکلام آزاد نے اس کا بھی انکار کیا اور کہا لعنۃ اللہ علی قائلہ (ایسا کہنے والے پر خدا کی لعنت ہو)

غرض یہ کہ جس بلند بانگ دعاوی کے ساتھ جمعیۃ العلماء ہند نے بریلی میں اجلاس رکھا تھا' ان پر اوس پڑ گئی۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے سترہ سوالات کو بیسیم تقاضوں کے باوجود جواب نہ دیا گیا۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی تقریر کے جواب میں جان چھڑانے کا انداز نمایاں تھا۔ پھر یہ اقرار کرنے کے باوجود کہ ہر کافر سے موالات (دوستی) حرام ہے، غیر مسلم کو پیشوا بنانا حرام ہے، سابقہ رویئے میں کوئی تبدیل نہ لائے۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نبیرۂ اکبر امام احمد رضا خاں بریلوی نے اسی اجلاس میں فرمایا:

"حرمین شریفین و مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ کی حفاظت و خدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدر وسعت و طاقت فرض ہے' اس میں ہمیں

---

[1] اماکین جماعت رضائے مصطفےٰ، تودادِ مناظرہ ص ۸-۹

[2] ایضاً " " ص ۱۰-۱۱

Network.org

خلاف نہیں نہ تھا، اسی طرح سلطانِ اسلام، جماعتِ اسلامی کی خیر خواہی میں ہمیں کچھ کلام نہ ہے، نہ تھا۔ تمام کفار و مشرکین و نصاریٰ و یہود و مرتدین و غیرہم سے ترکِ موالات ہم ہمیشہ سے ضروری و فرض جانتے ہیں۔

ہمیں خلاف آپ حضرات کی اُن خلافِ شرع و خلافِ اسلام حرکات سے ہے، جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں اور جن کے متعلق جماعت کے ستر سوال بنام اتمام حجت تمام آپ کو پہنچے ہوتے ہیں۔ ان کے جواب دیجئے، جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنی رجوع نہ شائع کر دیں گے اور ان سے عہدہ برآ نہ ہو لیں گے ہم آپ سے علیحدہ ہیں اور اس کے بعد خدمت و حفاظت حرمین شریفین و مقاماتِ مقدسہ ممالکِ اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں۔[1]

اس عنوان پر تفصیلی مطالعے کے لیے ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست مرتبہ مولانا محمد سلال الدین قادری ملاحظہ کیجئے۔

جماعت انصار الاسلام

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ سلطنتِ ترکی کی امداد کے سلسلے میں امام احمد رضا نے کیا کیا؟ اس کی تفصیل کی تو اس وقت گنجائش نہیں، تاہم چند اشارات کیے جاتے ہیں:

امام احمد رضا نے ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں چار انتہائی سودمند تدبیریں تدبیر فلاح و نجات و اصلاح کے نام سے شائع کیں، انہیں اپنایا جاتا تو پوری قوم کا دینی اور معاشی نقشہ ہی بدل جاتا۔

---

[1] اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ: روداد مناظرہ، ص ۲۸

tratnetwork.org

۱۔ سوان باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہے، اپنے معاملات باہم فیصلہ کرلیں کہ کروڑوں روپے مقدمہ بازیوں میں نہ اڑائیں۔

۲۔ مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہے۔

۳۔ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہا کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بنک کھولیں، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے، مگر اور سو طریقے نفع کے حلال فرمائے ہیں۔

۴۔ سب سے اعظم دین کی ترویج و تحصیل [1]

پروفیسر محمد رفیق اللہ صدیقی نے ان تجاویز کے پیش نظر ایک تحقیقی مقالہ بعنوان "فاضل بریلوی کے معاشی نکات" لکھا ہے جو مرکزی مجلس رضا، لاہور نے شائع کر دیا ہے۔

مولانا شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری، امام احمد رضا کی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آج (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) سے برسوں پہلے جنگ بلقان (۱۲-۱۹۱۱ء) کے موقع پر انہوں نے سلطنتِ اسلامی اور مظلومین مسلمین کی اعانت و امداد کی مناسب صحیح شرعی تدابیر لوگوں کو بتائیں، عام طور پر شائع کیں، قولاً و عملاً ان کی تائید کی، خود چندہ دے کر عوام کو اس طرف رغبت دلائی ——— اور اب بھی لوگوں کو صحیح مفید شرعی طریقے اعانتِ اسلام و مسلمین کے بتاتے رہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب جو عملی کوششیں کر سکتے تھے، انہوں نے کیں، خود چندہ دیا اور اپنے زیر اثر لوگوں سے دلوایا، مسلمانوں کو اسلامی سلطنت کی امداد و اعانت پر توجہ و رغبت دلائی، تحفظ سلطنتِ اسلامی کی مفید و کارگر تدابیر بتائیں یہ عملی کوشش نہیں تو کیا ہے؟ ..... اپنی جماعت انصار الاسلام قائم کی جو [2]

---

[1] اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ ... وانع الکبیر ... ص ۲۸

[2] اولاد رسول محمد میاں قادری، مولانا ... برکات مارہرہ، مہمانان مارہرہ (مطبع حسنی، بریلی)، ص ۱۲-۱۳

network.org

تحریکِ شُدھی

امام احمد رضا بریلوی، صدسالہ فاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری اور دیگر علمائے اہلِ سنت کی مومنانہ بصیرت کی داد نہ دینا بے انصافی ہوگی۔ انہوں نے تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات کے دوران بار بار اس حقیقت کا اظہار کیا تھا کہ ہندو مسلمانوں کے دشمن ہیں اور مذکورہ تحریکوں میں ان کی شمولیت بھی ایک چال ہے۔

اس کا ہلکا سا اندازہ مولانا محمد علی جوہر کی ایک تقریر سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء کو پشاور کے ایک اجلاس میں کی:

> ہندو رہنما مہاتما گاندھی ہمیشہ خلافت کے سرمایہ سے دورہ کرتا رہا ہماری قید کے بعد بھی مہاتما جی نے دورہ کے مصارف خلافت کے سرمایہ سے لیے، حتیٰ کہ کانگریس کے لیے ایک کروڑ روپیہ جمع کرنے کے لیے آپ کے دوروں کے مصارف بھی خلافت نے ادا کیے۔ [1]

اس سے بڑھ کر قومِ مسلم کی بدقسمتی کیا ہوگی کہ ترکوں کی امداد کے نام پر حاصل ہونے والا چندہ گاندھی کے دوروں کی بھینٹ چڑھتا رہا اور قوم یہ سوچ کر مطمئن رہی کہ ہم اپنے ترک بھائیوں کی امداد کر رہے ہیں۔

صرف یہی نہیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے مال پر ہاتھ صاف کیا، بلکہ ان کے دین و ایمان پر ہاتھ صاف کرنے سے بھی نہیں چوکے۔

۱۹۲۵ء میں آریہ سماج کے بانی دیانند کی صد سالہ تقریب کے موقع پر ایک جلسہ میں ہندو لیڈر ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے جمع ہوئے اور مسلمانوں کو دینِ اسلام سے برگشتہ کرنے کی ایک خفیہ سازش تیار کی گئی کہ اپنی مذہبی تبلیغ تیز کر کے اسلام اور داعیِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] رئیس احمد جعفری، حیاتِ محمد علی جناح (بمبئی) ص ۱۰۵

zrathetwork.org

کے خلاف شکوک و شبہات پھیلا کر سیدھے سادے مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ نیز انہیں احساس دلایا جائے کہ تمہارے آباؤ اجداد ہندو تھے۔ یہ ملک ہندوؤں کا ہے اور اسلام تو دیارِ غیر سے آیا ہوا مذہب ہے۔ تمہیں دوبارہ ہندو مذہب اختیار کر لینا چاہیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں افراد دولتِ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

امام احمد رضا بریلوی وصال فرما چکے تھے۔ آپ کے تلامذہ، خلفاء اور ہم مسلک علماء نے پوری قوت کے ساتھ اس تحریک کا مقابلہ کیا، اسی طرح سنگھٹن تحریک کا دفاع کیا، جس کی بنیاد پر مسلمانوں کو زدوکوب کیا جا رہا تھا۔ یہ حضرات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں،

۱۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں
۲۔ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں
۳۔ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ
۴۔ مولانا غلام قطب الدین اشرفی برمچاری
۵۔ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
۶۔ مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی
۷۔ حضرت علامہ ابوالحسنات قادری
۸۔ مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی
۹۔ مولانا نثار احمد کانپوری
۱۰۔ مولانا محمد مشتاق کانپوری [1] ۱۱۔ مولانا غلام قادر اشرفی [2]

اس سلسلے میں علماء اہل سنت نے آگرہ، متھرا، بھرتپور، گوڑگانواں، گوبند گڑھ، مضافاتِ اجمیر، جے پور اور کشن گڑھ وغیرہ مقامات کے مسلسل دورے کئے۔ صدر الافاضل

---

[1] غلام معین الدین نعیمی، سید، حیات صدر الافاضل ص ۱۸۰
[2] محمد مسعود احمد، پروفیسر، تحریک آزادی ہند اور مسلمان، مکتبہ اعظم رضا پبلی کیشنز لاہور، ص ۱۲۸

Muftinetwork.org

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور امیر ملت سید پیر جماعت علی شاہ علی پوری نے آگرہ میں مرکز قائم کر کے عرصہ تک وہاں قیام کیا۔[1]

مجموعی طور پر ساڑھے چار لاکھ مرتد مسلمان ہوئے اور ڈیڑھ لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔[2]

شدھی تحریک کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی (شردھانند نے بدنام زمانہ کتاب ستیارتھ پرکاش میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دین اسلام پر اعتراضات کیے اور نہایت سوقیانہ زبان استعمال کی۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے اس کا مسکت جواب دیا جو احقاق حق کے نام سے چھپ چکا ہے۔[3]

شدھی تحریک کے دور میں جب ہندو مسلم فسادات شروع ہوئے تو مسلمان لیڈر عامۃ المسلمین کو امن پسند رہنے کی تلقین کر رہے تھے، جبکہ ہندو لیڈروں کا رویہ اس کے برعکس تھا:

> "گاندھی جی نے کہا تو یہ کہ "ہندو بزدل ہیں اور مسلمان دلیر" انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے شردھانند کے خلاف ایک حرف نہ کہا، مالوی جی کی امن سوزی اور اشتعال انگیزی پر چپ سادھ لی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امرتسر کے ایک جلسہ میں مولانا ظفر علی خاں نے پنڈت مدن مالوی کی تفرقہ انگیزی اور فتنہ پروری کے خلاف کچھ کہہ دیا تو گاندھی جی جو صدر جلسہ تھے بگڑ گئے اور انہوں نے کہا، آپ نے مالوی جی پر نکتہ چینی کر کے میرے سینہ پر گھونسہ مار دیا ہے۔"

---

[1] غلام معین الدین نعیمی، سید، حیات صدر الافاضل، ص ۱۰۳

[2] محمد مسعود احمد، پروفیسر، تحریک آزادیٔ ہند، ص ۱۲۸

[3] ایضاً، " " ص ۱۲۶

[4] رئیس احمد جعفری، حیات محمد علی جناح (بمبئی)، ص ۱۵۹

rathetwork.org

ان حقائق کے پیشِ نظر بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ علماءِ اہلِ سنت نے اس دورِ بلاخیز میں جو کچھ فرمایا تھا، وہ ؎

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

کا مصداق تھا اور آنے والے حالات نے اس کی حرف بحرف تصدیق کر دی تھی۔

فرانسس رابنسن کی بے خبری

امام احمد رضا بریلوی اور دیگر علمائے اہلِ سنت نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف جو جہاد کیا تھا، وہ ہندو اور ہندو نواز علماء کی ہمنوائی کا سبب تھا، پریس پر ہندو کا غلبہ تھا، اس لیے علمائے اہلِ سنت کو بدنام کرنے کی بھرپور مہم چلائی گئی۔

میاں عبدالرشید کالم نگار "نورِ بصیرت" نوائے وقت لکھتے ہیں:

"گاندھی کی آندھی نے جو خاک اڑائی تھی، اس میں بڑوں بڑوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بینائی زائل ہو گئی، مگر علامہ اقبال اور قائدِ اعظم کے علاوہ تیسری بڑی شخصیت جو اس شور و غوغا اور ہلڑ بازی سے قطعاً متاثر نہ ہوئی، حضرت احمد رضا خاں تھے۔ آپ نے ان دنوں بھی اس بات پر زور دیا کہ ہمیں اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھنی چاہیے۔ انگریز اور ہندو دونوں ہمارے دشمن ہیں۔ کانگرسی مسلمانوں نے صرف اپنی ایک آنکھ کھلی رکھی تھی۔ وہ صرف انگریز کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ان دنوں چونکہ تقریباً سارے پریس پر ہندوؤں کا قبضہ تھا، اس لیے حضرت احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کے خلاف سخت پروپیگنڈا کیا گیا اور بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی۔

لیکن تاریخ نے انہی حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اب باطل

rathetwork.org

پراپیگنڈے کا طلسم ٹوٹ رہا ہے اور حق کھل کر سامنے آرہا ہے۔[1]

اسی مہم کی صدائے بازگشت، پروفیسر فرانسس روبنسن، پروفیسر یونیورسٹی لندن کی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے۔

روبنسن لکھتا ہے:

احمد رضا خاں (۱۸۵۵ء ——— ۱۹۲۱ء)

"ان کا طریق کار انگریزی حکومت کی حمایت تھا، انہوں نے پہلی عالمی جنگ میں حکومت کی تائید کی، حکومت کی تائید و حمایت کا یہ سلسلہ تحریک خلافت ۱۹۲۱ء تک جاری رہا۔ انہوں نے بریلی میں ایک کانفرنس بلائی، جس میں ترک موالات کے مخالف اور ان علماء کو جمع کیا، جن کا عامۃ المسلمین علماء اور اساتذہ پر بڑا اثر تھا۔"[2]

علم اور تحقیق کا معیار اگر یہ ہے کہ انگریز مصنف نے اپنی انگریزی کتاب میں لکھ دیا ہو تو بلاشبہ مذکورہ بالا بیان تحقیق کا شاندار مرقع ہے اور اگر تحقیق کی بنیاد حقائق پر ہے تو کہنے دیجئے کہ یہ بیان قطعی غیر تحقیقی ہے۔

اس جگہ چند امور توجہ طلب ہیں:

۱۔ امام احمد رضا بریلوی کا سن پیدائش ۱۸۵۶ء ہے، جبکہ روبنسن نے ۱۸۵۵ء لکھا ہے۔

۲۔ یہ قطعاً غلط ہے کہ ان کا طریق کار حکومت کی حمایت تھا، وہ ہندو اور انگریز دونوں سے انتہائی نفرت رکھتے تھے۔

---

[1] عبدالرشید، میاں، پاکستان کا سیاسی منظر (مرتبہ تحقیقاتی پاکستان لاہور) ص ۱۲۰

(ا) [1] ظہیر، السیر علویہ، ص ۲۴

(ب) فرانسس روبنسن، سیرٹرم اینڈ انڈین مسلمز (کیمبرج یونیورسٹی پریس ۱۹۷۴ء) ص ۴۲۲

[2] افضل حق قرشی، قاضی، اقبال کے ممدوح علماء (مکتبہ محمدیہ، لاہور) ص ۱۸

tnetwork.org

مشہور مؤرخ اور ماہر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں،

"انہوں نے ثابت کیا کہ ہندوؤں کے ساتھ موالات بھی ایسے ہی حرام ہے جیسے انگریزوں کے ساتھ۔"[1]

خود امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں،

"اے ایمان والو! وہ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں، جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی (یہود و نصاریٰ) اور باقی سب کافر ان میں کسی سے اتحاد و داد (محبت، قادری) نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ (سکنہ آیت) اب کوئی مفتری کے اس بکنے کی گنجائش نہ رہی کہ یہ حکم صرف یہود نصاریٰ کے لیے ہے۔"[2]

۳- یہ بھی غلط ہے کہ انہوں نے پہلی عالمی جنگ میں انگریزی حکومت کی تائید کی، جس دور میں ان پر انگریز کی حمایت کا بہتان باندھا جا رہا تھا، اس وقت بھی ان کے مخالفین تسلیم کرتے تھے کہ وہ گورنمنٹ کو فوجی امداد دینے کے قائل نہ تھے۔

تحریک ترک موالات کے رہنما اور امام احمد رضا بریلوی کے سیاسی مخالف مولانا مسیح الدین اجمیری لکھتے ہیں،

"ترک موالات کی ایک تجویز نمبر ۵ ایسی بھی ہے، جس کو دونوں بزرگوں (مولوی اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی) نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ کہ گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد نہ دی جائے۔"

پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۸ء ——— ۱۹۱۴ء) میں یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ وہ گورنمنٹ

---

[1] محمد ریاست علی قادری سید، معارف رضا (مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء) ص ۲۳۸

[2] احمد رضا بریلوی، امام، فتاویٰ رضویہ (مبارک پور، انڈیا) ج ۶، ص ۱۲۰

[3] رئیس احمد جعفری اوراق گم گشتہ (مطبوعہ ۱۹۶۸ء) ص ۵۷۶

nzratnetwork.org

کے حامی تھے۔ اگر کسی شخص کو اس پر اصرار ہے تو وہ اس کا ثبوت فراہم کرے۔

۴۔ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ مارچ ۱۹۲۱ء میں جمعیۃ العلماء ہند نے بریلی میں کانفرنس بلائی تھی نہ کہ امام احمد رضا بریلوی نے، علماء اہل سنت نے اتمام حجت کے طور جمعیت کے رہنماؤں کا چیلنج قبول کیا تھا اور ان پر واضح کیا تھا کہ ہمارا اختلاف ہندو مسلم اتحاد اور اس کی بنا پر کئے جانے والے غیر شرعی افعال و اقوال سے ہے نہ کہ انگریز دشمنی سے۔

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے اپنی تقریر میں فرمایا:

"موالات ہر نصرانی و یہودی سے ہر حال میں حرام اور قطعی حرام،

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصاری الآیۃ

نصرانی اور یہودی خواہ فریق محارب ہوں یا غیر محارب، موالات ان سے حرام اور مطلقاً حرام۔

ہر کافر سے موالات حرام، خواہ محارب ہو یا غیر محارب، لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء، آپ حضرات انگریزوں سے تو موالات حرام بتاتے ہیں اور کافروں (ہندوؤں) سے موالات نہ صرف جائز، بلکہ عین حکم الٰہی کی تعمیل بتاتے ہیں۔ [1]

۵۔ روبنسن نے لکھا ہے کہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے مسجد کانپور کے بارے میں حکومت سے جو معاہدہ کیا تھا، اس کی مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مخالفت کی تھی۔ یہ بات خود روبنسن کے بیان کے مخالف ہے، کیونکہ جس شخص کا طریق کار ہی حکومت کی حمایت ہو، وہ حکومت کی پالیسی کی مخالفت کیوں کرے گا؟

ہوا یہ کہ ۱۹۱۲ء میں مچھلی بازار کانپور کی مسجد کا ایک حصہ سڑک کی تعمیر میں شامل کر لیا گیا، اس پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا، گولی چلی اور متعدد مسلمان شہید ہو گئے۔ ۱۶ اگست ۱۹۱۳ء

---

[1] اکابرین جماعت رضائے مصطفےٰ، روداد مناظرہ (قادری پریس بہرائچ) ص ۷

Nazrathetwork.org

کر مسلمانوں کا ایک وفد لیفٹیننٹ گورنر سے ملا جس میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی بھی شامل تھے۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو ان حضرات نے وائسرائے ہند سے چند شرائط پر صلح کر لی۔ اس معاہدے کے بارے میں ایک استفتاء کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی نے ایک رسالہ ابانۃ المتواری تحریر فرمایا جس میں اس معاہدہ پر سخت تنقید کی کیونکہ شریعت اسلامیہ میں وقف قابل انتقال نہیں اور اس سلسلے میں لیفٹیننٹ گورنر اور وائسرائے ہند کی کوئی پروا نہ کی۔ [1]

۶۔ روبنسن نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کا عامۃ المسلمین میں بڑا اثر و رسوخ تھا لیکن تعلیم یافتہ مسلمان انہیں پسند نہیں کرتے تھے۔

اہل علم کے نزدیک امام احمد رضا بریلوی کا مقام دیکھنا ہو تو پروفیسر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج حیدرآباد، سندھ کی تصانیف فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں اور امام احمد رضا اور عالم اسلام کا مطالعہ کیجئے۔ امام احمد رضا جن کو عرب و عجم کے علماء نے خراج تحسین و عقیدت پیش کیا اور علامہ اقبال، ڈاکٹر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ اور مولانا وصی احمد محدث سورتی جن کے مداح اور علم و فضل کے شیدائی ہوں، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری (والد ماجد ڈاکٹر مضاء الدین آرزو، علی گڑھ) مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی اور مفتی اعظم پاکستان ابوالبرکات سید احمد قادری ایسے آسمان علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب جن کے تلامذہ اور خلفاء ہوں، ان کے بارے میں روبنسن کا تجزیہ کوئی معقولیت نہیں رکھتا۔

۷۔ روبنسن نے نہ تو تاریخی شواہد کا مطالعہ کیا اور نہ ہی امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف ان کے پیش نظر ہیں۔ ان کی معلومات کا انحصار ۲۹ مئی ۱۹۶۸ء کے اس انٹرویو پر ہے جو انہوں نے مفتی رضا انصاری فرنگی محلی فرزند اکبر مولانا سلامت اللہ سے کیا۔ [2]

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر، گناہ بے گناہ (مرکزی مجلس رضا لاہور) ص ۳۲، ۳۱

[2] فرانسس روبنسن، سپرئم امنگ انڈین مسلمز ص ۴۴۲

azrathetwork.org

ہندو مسلم اتحاد کے خلاف امام احمد رضا نے جو جہاد کیا تھا اس کی بنا پر فرنگی محل کے علماء بھی ناراض تھے معلوم ہوتا ہے کہ اس ناراضی کے اثرات اب تک باقی ہیں جن کی بنا پر اس انسٹرولیو میں امام احمد رضا بریلوی پر گورنمنٹ کی حمایت کا الزام لگایا گیا ہے۔ اب جب کہ اس بے بنیاد الزام کی حقیقت عالم آشکار ہو چکی ہے۔ ایسے میں مفتی رضا انصاری کے انسٹرولیو اور رونلڈسن کے بیان میں کوئی وزن نہیں رہ جاتا۔

۸۔ رونلڈسن کا یہ حوالہ قاضی افضل حق قرشی نے اپنی تالیف اقبال کے ممدوح علماء میں نقل کیا تھا، جس میں انہوں نے اقبال کی آڑ لیں علماء اہل سنت پر تبرا کر کے اپنے ذوق سب و شتم کی تسکین کی تھی۔ انہوں نے رونلڈسن کی کتاب کے ص ۴۴۲ کا حوالہ دیا تھا۔ البریلویۃ کے مؤلف نے اصل کتاب کی طرف رجوع کئے بغیر اس عبارت کا ترجمہ کر دیا اور حوالہ ص ۴۴۲ کا دے دیا، حالانکہ یہ عبارت ص ۴۲۲ پر ہے۔ گزشتہ سطور میں اشارہ کیا جا چکا ہے کہ ایسی عبارات تحقیق کی دنیا میں کچھ وزن نہیں رکھتیں، جن کا دلیل و برہان سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہ ہو۔

۱

Raza Network.org

امام احمد رضا ــــ اور انگریز

انگریزی حکومت سے بے تعلقی امام احمد رضا بریلوی کو ورثے میں ملی تھی، اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں بریلوی کے اوصاف جمیلہ کے ضمن میں فرماتے ہیں،

"معاملات فقراء اور امرد بنی میں عدم مبالات باغنیاء، حکام سے عزلت، رزق موروث پر قناعت وغیرذالک۔" [1]

حکام وقت سے بے تعلقی امام احمد رضا کے صاحبزادوں، شاگردوں اور خلفاء کا بھی طرۂ امتیاز رہی ہے۔

تجارت کے بہانے آکر ہندوستان پر حاکم بن بیٹھنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور سوئی ہوئی مسلم قوم کو جگاتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

ٹوٹا جنگل رات اندھیری، چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو، چوروں کی رکھوالی ہے [2]

انگریزی دور میں مسلمانوں کے دین و ایمان کے غارت کرنے والے فتنوں کی کثرت تھی، عیسائی اور آریہ کھلم کھلا دین اسلام اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے اور غفلت کے مارے مسلمان ان کے لیکچر سنتے تھے۔ امام احمد رضا بریلوی ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء ایک فتویٰ بارق النور فی مقادیر ماء الطہور میں ایسے مسلمانوں کی سرزنش کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، تمہارن مصنف جواہر البیان (مکتبہ حامدیہ لاہور) ص ۶

[2] ایضاً، حدائق بخشش (مدینہ پبلشنگ کراچی) ج ۱، ص ۸۳

ziaahetwork.org

"آج کل ہمارے عوام بھائیوں کی سخت جہالت یہ ہے کہ کسی آریہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے فلاں مضمون کے رد میں فلاں وقت لکھ دیا جائے گا، یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہیں ——— پادری نے اعلان کیا کہ نصرانیت کے فلاں مضمون کے ثبوت میں فلاں وقت ندا ہوگی۔ یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہیں ———

بھائیو! تم اپنے نفع و نقصان کو زیادہ جانتے ہو یا تمہارا رب عزوجل تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان کا حکم تو یہ ہے کہ شیطان تمہارے پاس وسوسہ ڈالنے آئے، تو سیدھا جواب یہ دے دو کہ تو جھوٹا ہے ——— نہ یہ کہ تم آپ دوڑ دوڑ کر ان کے پاس جاؤ اور اپنے رب، اپنے قرآن، اپنے نبی کی شان میں کلماتِ طعن سنو۔" [1]

پھر مزید تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر ایمان سچا ہے، تو اب یہ فرمایئے کہ ان کے لکھروں، مذاقوں میں آپ کے رب و قرآن و نبی و ایمان کی تعریف ہوگی یا مذمت؟ ظاہر ہے کہ دوسری صورت ہی ہوگی اور اسی لئے تم کو بلاتے ہیں کہ تمہارے منہ پر تمہارے خدا و نبی و قرآن و دین کی توہین و تکذیب کریں۔

اب ذرا غور کر لیجئے! ایک شریر نے زید کے نام اشتہار دیا کہ فلاں وقت فلاں مقام پر میں بیان کروں گا کہ تیرا باپ ولد الحرام اور تیری ماں زانیہ تھی، للہ! انصاف، کیا کوئی غیرت والا، حمیت والا، انسانیت والا جبکہ اسے اس بیان سے روک دینے، باز رکھنے پر قادر ہو، اسے سننے جائے گا؟ حاشا للہ! یہ کسی بھنگی چمار سے بھی نہ ہو سکے گا، پھر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ کر

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام — فتاویٰ رضویہ (شیخ غلام علی، لاہور) ج ۱، ص ۲۱۵

azratnetwork.org

دیکھو کہ اللہ و رسول و قرآن عظیم کی توہین، تکذیب یا مذمت سخت تر ہے یا ماں باپ کی گالی؟ ایمان رکھتے ہو اسے اس سے کچھ نسبت نہ پاؤ گے۔ پھر کون سے کلیجے ہیں ان جگر خراش، ناپاک، ملعون بہتانوں، افتراؤں، شیطانی الکلوں، ڈھکر سلوں کو سنے جاتے ہو۔

بلکہ حقیقۃً انصاف فرماؤ جو کچھ بکتے اور اللہ و رسول و قرآن عظیم کی تحقیر کرتے ہیں۔ اس سب کے باعث یہ سننے والے ہیں۔ اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالیں، اپنے رب قرآن و رسول کی عزت و عظمت پیش نظر رکھیں اور ایکا کرلیں کہ وہ خبیث لکچر، گندی ندائیں سننے کوئی نہ جائے گا، جو وہاں موجود ہو، وہ بھی فوراً وہی مبارک ارشاد کا کلمہ پڑھ کر تو جھوٹا ہے چلا جائے گا تو کیا وہ دیواروں، پتھروں سے اپنا سر پھوڑیں گے؟ تو تم سن سن کر کہلاتے ہو، تم سنو ہی نہ وہ کہیں، پھر انصاف کیجئے کہ اس بکنے کا وبال کس پر ہوا؟ [1]

کیا جس شخص کے دل میں انگریزوں کے لیے ذرا بھی نرم گوشہ ہو، وہ ایسا شدید انداز گفتگو اختیار کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا انداز تکلم وہی شخص اختیار کرسکتا ہے جس کا دل و دماغ نور ایمان سے منور ہو اور مسلمانوں کی تباہی جس کے لیے ناقابل برداشت المیہ ہو، وہ نہ تو اتحاد اتحاد کی رٹ لگانے والوں کو خاطر میں لاتا ہے اور نہ ہی گورنمنٹ کی ناراضگی کی پرواکرتا ہے۔

زبان کی حد تک انگریزی سیکھنے میں حرج نہیں بلکہ بہت سے فوائد ہیں لیکن جب نصاب تعلیم غیر اسلامی مقاصد کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا ہو تو اس کے نقصان دہ ہونے میں شک نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی اس عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، فتاویٰ رضویہ ج ۱۴، ص ۲۱۷

atnetwork.org

"انگریزی اور وہ بے سود تضییعِ اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دُنیا میں بھی نہیں پڑتا، جو صرف اس لیے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے ان واہیات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیتِ دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو، وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے جیسا کہ عام طور پر مشہود و معہود ہے، جب تک یہ نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم و تکمیل عقائدِ حقہ و علومِ صادقہ کی طرف باگیں نہ موڑی جائیں، دہریت، نیچریت کی بیخ کنی ناممکن ہے، کیا لیڈر اس میں سامی ہیں؟ ہرگز نہیں۔" [1]

حضرت مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

"ایک دن بعد نمازِ عصر تفریح کے لیے بگھی پر گن کیریج فیکٹری کی طرف نکلے، فوجی گوروں کی پارٹی فیکٹری سے اپنے اپنے کوارٹروں کی طرف جا رہی تھی، انہیں دیکھ کر حضرت نے فرمایا:

کم بخت بالکل بندر ہیں" [2]

۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں پٹنہ عظیم آباد کے اجلاس میں امام احمد رضا بریلوی نے تقریر فرماتے ہوئے رُوئے سخن ندوۃ العلماء کی طرف موڑتے ہوئے فرمایا:

"سب کلمہ گو حق پر ہیں، خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے، اس کے معاملے کو دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔۔۔۔ یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہلِ ندوہ کی جو روداد ہے، جو متوالی ہے ایسی باتوں سے مالا مال ہے، سب صریح و شدید نکال و عظیم وبال و موجبِ غضب فی الحال [3]

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، رسائلِ رضویہ، ج ۲، ص ۹۳

[2] محمد برہان الحق، مفتی، اکرام امام احمد رضا (مجلس رضا، لاہور)، ص ۹۱

[3] ظفر الدین بہاری، مولانا، حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۲۷

rathetwork.org

امام احمد رضا انگریزی کچہریوں میں جانے کے قائل نہ تھے، بلکہ کچہری کو عدالت اور انگریزی جج کو عادل کہنے سے شدید ممانعت فرماتے تھے، ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں لکھنؤ سے ایک استفتاء آیا کہ نصاریٰ کی کچہریوں کو عدالت اور آج کل کے حکام کو عادل کہنا بہت سخت ہے اور فقہاء نے حکم کفر تک فرمایا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ یہ حکم کفر مسلکِ مفتیٰ بہا ہے؟ اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

"عدالت بطورِ علم راجح ہے معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے، لہٰذا تکفیر ناممکن، البتہ عادل کہنا ضرور کلمۂ کفر ہے، مگر محض بر وجہ خوشامد ہوتا ہے لہٰذا تجدید اسلام و نکاح کافی ہاں خلاف ما انزل کو اتفاداً عدل جانے تو قطعاً ہی کفر ہے کہ من شك في كفره فقد كفر"[1]

یہی وجہ تھی کہ جب ایک مسئلہ میں اختلاف نے شدت اختیار کی تو اہل بدایوں نے آپ کے خلاف اپنے شہر میں استغاثہ دائر کر دیا۔ کچہری سے سمن جاری ہوئے، مگر امام احمد رضا کسی صورت بھی کچہری نہ گئے۔[2]

"صرف یہی نہیں، بلکہ مسلمانوں کو بھی یہی تلقین فرماتے تھے کہ باستثناء ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔"[3]

امام احمد رضا نے مسلمانوں کی کامیابی کے لیے جو تجاویز پیش کی تھیں ان میں ایک تجویز یہ تھی:

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۱۲۶
[2] مرتضیٰ احمد چشتی، مولانا: حیاتِ رضا ص ۱۱۸
[3] غلام معین الدین نعیمی، مولانا: حیاتِ صدر الافاضل ص ۱۸۹

zratnetwork.org

"اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر میں رہتا، اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گراہت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔" [1]

انگریز نوازی کا الزام دینے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں:

"یہ کس کی خوشی کو تھا مولوی عبدالباری صاحب خدام کعبہ کی بانگی کے لیے مسجد کانپور کو عام سڑک اور ہمیشہ کے لیے جنب و حائض و کافر و مشرک کی پامال کرا آئے اور بکمال جرأت اسے مسئلہ شرعیہ ٹھہرایا اس کے رد میں ابانۃ المتواری لکھا گیا جس میں ان سے کہا گیا ہے

دانم نہ رسی بکعبہ اے پشت براہ!
کیں راہ کہ تو می روی بانگلستانست [2]

مختصر یہ کہ امام احمد رضا بریلوی انگریز کے مذہب، اس کی تعلیم، اس کی تعظیم، کچہری، وضع قطع اور اس کی محبت سے شدید نفرت رکھتے تھے، حد یہ کہ کارڈ اور لفافہ اُلٹا کر کے پتا لکھتے تاکہ ملکہ وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کا سر نیچے ہو جائے [3] خطوط پر زیادہ پیسوں کے ٹکٹ لگانے سے منع فرماتے کہ بلاوجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا ہے؟ جن کے ساتھ دوستی ہو، یوں اُن کی ایک ایک ادا سے نفرت نہیں کی جاتی۔

---

[1] غلام معین الدین نعیمی، مولانا — حیات صدر الافاضل — ص ۱۵۹
[2] احمد رضا بریلوی، امام — رسائل رضویہ — ج ۲، ص ۱۴۳
[3] مرید احمد چشتی، مولانا — جہانِ رضا — ص ۱۱۸
[4] نظام الدین بہاری، مولانا — حیاتِ اعلیٰ حضرت — ص ۱۴۱

Ahlehaqnetwork.org

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں،

"قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی — مجوس ہوں، خواہ یہود و نصاریٰ، خواہ ہنود اور سب سے بدتر مرتدانِ عنود۔" [1]

سید الطاف علی بریلوی ایسے ہی شواہد کی بنا پر لکھتے ہیں،

"سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلاشبہ حریت پسند تھے، انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی، شمس العلماء قسم کے خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں صاحب و مصطفےٰ رضا خاں کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔" [2]

جعفر شاہ پھلواری جو تحریک ترکِ موالات کے دور میں امام احمد رضا بریلوی کے مخالفین میں سے تھے لکھتے ہیں،

"ترکِ موالاتیوں نے ان کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ نعوذ باللہ وہ سرکارِ برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترکِ موالات کی مخالفت پر مامور ہیں۔" [3]

مگر فرق یہ کہ ایک طرف انگریز دوستی کا الزام دیا جاتا ہے اور دوسری طرف کہا جاتا ہے کہ

"بنود بریلوی نے کہا کہ جس نے انگریزی ٹوپی (ہیٹ) پہنی، وہ بلاشبہ کافر ہے۔" (ترجمہ) [4]

کیا دوستوں کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ان کے قومی شعار استعمال کرنے والے کو کفر کی وادی میں دھکیل دیا جائے؟

تحریک ترکِ موالات کے راہنما اور امام احمد رضا کے سیاسی مخالف مولانا معین الدین

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام — فتاویٰ رضویہ — ج ۶، ص ۱۹۲

[2] مرید احمد چشتی — جہانِ رضا — ص ۱۱۸

[3] ایضاً — " " — ص ۱۲۵

[4] تجلیات — المیزان — ص ۲۰۸

rathnetwork.org

اجمیری لکھتے ہیں:

"ترکِ موالات کی ایک تجویز نمبر ۵ ایسی بھی ہے جس کو دونوں بزرگوں (مولوی اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا خاں) نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ کہ گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد نہ دی جائے۔" [1]

بہت دُور کی سُوجھی

امام احمد رضا بریلوی کے پردادا حافظ کاظم علی خاں بدایوں کے تحصیل دار تھے۔ ان کے بارے میں مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں:

"وہ اس عہد و جہد میں تھے کہ سلطنتِ مغلیہ اور انگریزوں میں جو کچھ مناقشات تھے، ان کا تصفیہ ہو جائے، چنانچہ اسی تصفیہ کے لیے حضرت حافظ صاحب کلکتہ تشریف لے گئے تھے۔" [2]

صاف ظاہر ہے کہ وہ سلطنتِ مغلیہ کے نمائندہ اور سفیر ہونے کی حیثیت سے انگریزوں سے گفتگو کرنے کلکتہ گئے تھے، اس میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی، اس کا کوئی ذکر نہیں ہے اگر کامیابی ہوئی بھی ہوگی تو یہ مسلمانوں کی سلطنت کی سیاسی خدمت ہوگی نہ کہ انگریز کی، لیکن تاریخ سازی کی ناکام کوشش کرنے والوں کو یہ بھی انگریز کی پولیٹیکل خدمت دکھائی دیتی ہے،

"مولوی احمد رضا خاں کے پردادا حافظ کاظم علی خاں بریلوی نے انگریزی حکومت کی پولیٹیکل خدمات انجام دیں۔" [3]

کیا امریکہ اور برطانیہ وغیرہ ممالک میں متعین پاکستانی سفیروں کے بارے میں بھی یہی

---

[1] رئیس احمد جعفری، اور انگریز گمشدہ (مطبوعہ لاہور)، ص ۵۷۶

[2] ظفر الدین بہاری، مولانا، حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۳

[3] افضل حق قرشی، قاضی، اقبال کے ممدوح علماء (مکتبہ محمودیہ لاہور)، ص ۴-۵۱۳

athetwork.org

تاثر دیا جائے گا کہ وہ غیر ملکی سیاسی خدمات انجام دے رہے ہیں!

ہاں البتہ انگریزی حکومت کی سیاسی خدمات کی ہلکی سی جھلک دیکھنا چاہیں تو ایک اقتباس کا مطالعہ سود مند رہے گا۔

"۱۸۳۱ء تک سید احمد صاحب امیر خاں کی ملازمت میں رہے مگر ایک ناموری کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خاں کی صلح کرادی۔۔۔۔ لارڈ ولیم بنٹنگ، سید احمد صاحب کی بے لغزش کارگزاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس میں تین آدمیوں کا بیٹھنا ہوا، امیر خاں، لارڈ ولیم بنٹنگ اور سید احمد صاحب۔ سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اتارا تھا۔۔۔۔ اسی طرح متفرق رنگ رنگ کے لوگوں سے بڑی قیل و قال کے بعد انگریزوں سے دلوا کر پہلے پہلے غیر ملکی حکومت سے پنجرے میں بند کر دیا۔"[1]

اس اقتباس کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے کہ سید صاحب نے [illegible] کی شاندار خدمات انجام دیں اور کس طرح [illegible] انگریزی حکومت کے خطرات کا [illegible] کی دیوار تعمیر کرنے والے ایک طرح یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ ہوا سے باتیں کرنے والی چیز نہیں ہے، وہ تو بالو ریت کی دیوار کھڑی کرنے کی کوشش کرتے ہے

---

[1] حیات طیبہ، مرزا، حیات طیبہ (کتاب نما لاہور) ص ۱۳۰ ۱۳۱

[2] تفصیل کے لیے دیکھئے "کتابیات" مطبوعہ ماہنامہ کراچی تصنیف پروفیسر مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج ملتان، سنہ ۱۲ قادری

azlanetwork.org

وصال

تقریباً نصف صدی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی شمع مسلمانوں کے دلوں میں روشن کرنے اور ملتِ اسلامیہ کی دینی، علمی اور فکری راہنمائی فرمانے کے بعد ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ، جمعہ کے وقت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا وصال ہوا۔[1]

وصال سے کچھ دن پہلے ایک مجلس میں بطورِ وصیت فرمایا:

"تم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں، تمہیں فتنہ میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، اُن سے بچو اور دُور بھاگو! دیوبندی ہوتے، رافضی ہوتے، نیچری ہوتے، قادیانی ہوتے، چکڑالوی ہوتے، غرض کتنے ہی فرقے ہوتے، اور اب سب سے نئے گماذھوی ہوتے جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔"[2]

اس عبارت کو کیسے عجیب انداز میں نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو:

"بھیڑیے تمہارا ہر طرف سے احاطہ کیے ہوتے ہیں، تمہیں گمراہ اور فتنے میں واقع کرنا چاہتے ہیں اور تمہیں جہنم میں لے جانا چاہتے ہیں، ان سے بچو خصوصاً دیوبندیوں سے۔"[3]

امام احمد رضا بریلوی نے متعدد فرقوں کا ذکر کیا ہے، جن میں رافضی اور قادیانی کا بھی ذکر ہے۔ غور کیجیے اقتباس نقل کرتے وقت ان کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ دراصل البریلویۃ کے ص ۲۱ پر شیعہ ہونے، اور ص ۱۹ پر مرزا قادیانی کے بھائی کے شاگرد ہونے کا الزام دیا گیا ہے۔

---

[1] حسنین رضا خان، مولانا، وصایا شریف (مکتبہ شرفِ مدینہ کے)، ص ۲۷

[2] ایضاً، ص ۱۸

[3] نفسہٖ، البریلویۃ، ص ۴۵

Ahlehaqnetwork.org

اب اگر اس جگہ یہی عبارت نقل کر دی جاتی، تو گزشتہ صفحات کے الزامات غلط ہو جاتے، کیونکہ جس شخصیت نے اپنی وصیت میں ان فرقوں سے اجتناب کی تلقین کی ہو، اس کا ان فرقوں سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ پھر "خاصۃ الدیوبندیین" کس عبارت کا ترجمہ ہے؟ یہ خاص ایجادِ بندہ ہے، امام احمد رضا نے یہ تخصیص ہرگز نہیں کی۔

امام احمد رضا نے وصال سے دو گھنٹے ستر منٹ پہلے چند وصیتیں قلم بند کرائیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں،

- "شروع نزع کے وقت کارڈ، لفافے، روپیہ پیسے کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے۔"

ذی رُوح کی تصویر سے کس قدر نفرت اور اجتناب ہے! اور وہ بھی کس کی تصویر؟ انگریز حکمرانوں کی۔

- "مزار پر کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے ——— یوں ہی قبر پر" علماء ربانی کی یہی شان ہے۔
- "فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقراء کو دیں۔ اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر۔ غرض کوئی بات خلافِ سُنّت نہ ہو۔

اعزہ سے اگر بطیبِ خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں، ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں ——— دودھ کا برف خانہ ساز اگر پہ بھینس کے دودھ کا ہو ——— مُرغ کی بریانی، مُرغ پلاؤ ——— خواہ بکری کا شامی کباب ——— پراٹھے اور بالائی ——— فیرنی ——— اُرد کی کچوری ——— دال مع ادرک و لوازم ——— گوشت بھری کچوریاں ——— سیب کا پانی ——— انار کا پانی ——— سوڈے کی بوتل ——— دُودھ کا برف ——— اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے تو یوں کرو

ratnetwork.org

یا جیسے مناسب جانو ـــــــ مگر بطیبِ خاطر ـــــــ میرے لکھنے پر مجبور نہ ہو۔ [1]

سبحان اللہ! دنیا سے رخصت ہوتے ہوتے بھی غربا اور فقراء کا اس قدر خیال ہے کہ ان کے لیے ایسی ایسی چیزوں کا انتظام فرما گئے جو ان کے خواب و خیال میں بھی نہ آسکتی تھیں۔ علماء اہل سنت پر شکم پروری کا الزام لگانے والے غور کریں کہ یہ اپنے پیٹ کی فکر ہے یا نادار وں کے پیٹ کی!

امام احمد رضا بریلوی کی حیاتِ ظاہرہ میں غریب پروری کا عالم یہ تھا،

"کاشانۂ اقدس سے کبھی کوئی سائل خالی نہ پھرتا، اس کے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے تو کلا علی اللہ مہینے مقرر تھے اور یہ اعانت فقط مقامی ہی نہ تھی، بلکہ بیرونجات میں بذریعہ منی آرڈر رقوم امداد روانہ فرمایا کرتے تھے۔ [2]

جب کہ اُن کی اپنی خوراک کی مقدار یہ تھی،

"زیادہ سے زیادہ ایک پیالی شوربا بکری کا بغیر مرچ کا اور ایک یا دو ٹکڑہ بسکٹ سوجی کا اور وہ بھی روزانہ نہیں، بلکہ بسا اوقات ناغہ بھی ہوتا تھا۔ [3]

وصیت میں ایک شق یہ بھی تھی۔

"رضا حسین، حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباعِ شریعت و چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے، اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔" [4]

---

[1] حسنین رضا خاں، مولانا، وصایا شریف ص ۲۲ — ۲۲

[2] ظفر الدین بہاری، مولانا، حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ۲، ص ۵۲

[3] ایضاً، " " ص ۲۷

[4] حسنین رضا خاں، مولانا، وصایا شریف ص ۲۵

zratnetwork.org

ظاہر ہے کہ دین نام ہے اسلامی عقائد کا، جن پر قائم رہنا ہر حال میں ضروری ہے۔ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ (الآیۃ) "جبر و اکراہ کی صورت میں بھی تصدیق قلبی کا برقرار رہنا ضروری ہے" اور شریعت "عملی احکام کو کہتے ہیں، جن پر بقدر طاقت عمل کیا جائے گا، لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (الآیۃ، ۲۸۶- البقرۃ ۲)

بعض لوگ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ انہوں نے نیا دین ایجاد کیا تھا جس پر کاربند رہنے کی تاکید فرما رہے ہیں حالانکہ ان کی تصانیف موجود ہیں، کوئی بھی شخص مطالعہ کر کے معلوم کر سکتا ہے کہ انہوں نے دین اسلام کی صحیح ترجمانی کی ہے اور نت نئے اٹھنے والے فرقوں کا سختی کے ساتھ محاسبہ کیا ہے۔

وصال سے چند روز پہلے جو ارشادات بطور وصیت فرمائے، ان میں فرمایا:

"اللہ و رسول کی سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت ——— جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ ——— جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو ——— میں اپنے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں۔"[1]

سید الطاف علی بریلوی نماز جنازہ کی چشم دید روداد ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"حضرت کی میت ان کی جائے قیام، محلہ سوداگران سے شہر کے باہر تین چار میل کے فاصلہ پر دریائے رام گنگا کے کنارے واقع عیدگاہ، جہاں وہ عیدین کی نماز پڑھایا کرتے تھے، لے جائی گئی، اس وقت سخت گرمی اور دھوپ تھی، لیکن

---

[1] حسنین رضا خاں، مولانا — وصایا شریف — ص ۱۹

nazratnetwork.org

اس کے باوجود جلوس اور نماز میں کم از کم دس ہزار عقیدت مندوں کا ہجوم تھا ..... اس روز پورے شہر میں ہر شخص کو بے پناہ صدمہ تھا اور گھر گھر صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی۔" [1]

اس دور میں جبکہ ذرائع ابلاغ اور وسائل نقل و حمل محدود تھے۔ اس قدر اجتماع عمولی نہیں ہے۔

مبالغہ آرائی

"البریلویۃ" (ص ۵۱ — ۴۶) میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ امام احمد رضا کے عقیدت مندوں نے ان کے بارے میں بے جا مبالغہ سے کام لیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند اقتباسات مخالفین کی تصانیف سے پیش کر دیے جائیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مبالغہ آمیزی سے کس نے کام لیا ہے اور کس قدر؟

سید احمد بریلوی (رائے بریلی کی طرف منسوب) کے ہاتھ پر ایک شرابی بیعت کرتا ہے، سید صاحب نے کہا کہ ہمارے سامنے نہ پینا، وہ گھر جا کر پینے لگتا ہے، تو سید صاحب سامنے کوٹھڑی میں جا کر پینے لگا، تو پھر سامنے:

"آخر لاچار ہو کر پاخانہ میں شراب طلب کی، تو وہاں بھی حضرت کو سامنے کھڑا دیکھا۔" [2]

اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے عقیدے کو تو بریلویوں کے ان خصوصی عقائد میں شمار کیا جاتا ہے، جو عقل و نقل کے خلاف ہیں لیکن اپنے پیر و مرشد کی عظمت چمکانے کے لیے یہ قوت ثابت کی جا رہی ہے کہ وہ جہاں چاہیں حاضر و ناظر

---

[1] محمد مربا احمد چشتی، جہانِ رضا ص ۱۱۳

[2] محمد جعفر تھانیسری، حیاتِ سید احمد شہید (نفیس اکیڈمی کراچی) ص ۱۲۹

[3] ظہیر البریلویۃ ص ۱۰۶

azratnetwork.org

ہو جائیں، آخر عقل و نقل کے مخالف یہ شعبدہ بازی کیوں کر تسلیم کر لی گئی ہے؟

ایک طرف تو انبیاء و اولیاء کے لیے علم غیب کے اثبات کو کتاب و سنت اور فقہ حنفی کے مخالف قرار دیا جا رہا ہے[1] دوسری طرف سید صاحب کی شان میں دل کھول کر مبالغہ کیا جاتا ہے:

"سید صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی بصیرت عطا کی ہے کہ میں دیکھ سکتا ہوں کہ یہ بہشتی ہے یا دوزخی"[2]

یہ مبالغہ نہیں، تو اسے حقیقت کے کس خانے میں فٹ کیا جائے گا؟

ایک دل دہلا دینے والا مبالغہ بھی ملاحظہ ہو، سید صاحب کی زبانی یہ کہلایا گیا ہے:

"جب تک ہند کا شرک اور ایران کا رفض اور چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سنت زندہ نہ ہو جائے گی اللہ رب العزت مجھ کو نہیں اٹھائے گا، اگر قبل از ظہور ان واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے روبرو مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا، کیونکہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ وائق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مارے گا"[3]

آج تک ان امور میں سے کوئی بھی معرض ظہور میں نہیں آیا، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہوتا تو یقیناً پورا ہوتا، اس لیے یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ یہ خود ساختہ الہام ہے، الہام ربانی ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مولوی سخاوت علی جونپوری لکھتے ہیں:

"تفصیلش در معیار الحق مصنفہ مولانا حجۃ اللہ علی العالمین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

---

[1] ظہیر، البرہان ص ۸۵

[2] محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید ص ۱۷۲

[3] ایضاً، " " ص ۱۷۶

ratnetwork.org

مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب ادامت برکاتہ علی کافۃ الخلق مرقوم ہے[1]

مولوی عبدالجبار عمرپوری، میاں نذیر حسین کی شان میں لکھتے ہیں،

احیٰی طریق الحق بعد مماتہ
وجودہ من آیۃ الرحمٰن
احسن بہ من فائق اقرانہ
ماننداہ فی عالم الامکان[2]

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمالاتِ عالیہ میں نظیر ممکن مگر میاں صاحب کی نظیر ناممکن، ان کا وجود آیت الرحمٰن ہے، اس مبالغے کا کیا جواز ہے؟

قاضی غلام محمد پشاوری، میاں صاحب کی مدح میں لکھتے ہیں،

؎ شیخ اجل، چراغ اہل، صادق العمل
غوثِ زمیں، غیاثِ زماں، پیرِ باصفا

؎ بدرِ جلی، صفی و ولی، عشرۃ علی
دانائے ہر خفی و جلی، معدنِ سخا

؎ موقوف بر قبولِ تو احکامِ شرع و دیں
چوں بر اصولِ ہندسہ، برہانِ مدعا

؎ ہم فکر بے قرین، تو حلالِ مشکلات
ہم عقل پیش بین تو کشافِ مدعا[3]

انبیاء و اولیاء کے لیے غوثِ زمیں، غیاثِ زماں، دانائے ہر خفی و جلی اور حلالِ مشکلات

---

[1] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ (مکتبہ شعیب کراچی) ص ۵۲۳

[2] ایضاً، 〃 〃 ص ۴۹۷

[3] ایضاً، 〃 〃 ص ۴۹۹-۵۰۰

rathetwork.org

کے الفاظ استعمال کرنے والا فتوائے شرک سے محفوظ نہیں رہ سکتا، مگر میاں صاحب کے بارے میں سب کچھ روا، بلکہ احکام شرع و دین ان کے قبول کرنے پر موقوف اور اگر وہ قبول نہ کریں تو؟ ؎

ہر حکم بے رضائے تو مردود اہل دل،
ہر نکتہ بے قبول تو ناچیز چوں لغات[1]

ایک اور شعر ملاحظہ ہو، یوسف حسین صابری لکھتے ہیں:

کرامتے ست کہ تبدیل ماہیات نمود
مجال عقل شدہ پیش سعی او مجہور[2]

میاں صاحب کی کرامات کو اس بلند پایہ سے جانچا جائے تو وہ ماہیات و حقائق کو تبدیل کر سکتے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں اپنی بیگم نواب شاہجہان بیگم کی مدح و ثنا میں وادِ بلاغت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

واحیت السنن واماتت البدع ..... الی ان
سالت فیوضها العامة لکل حاضر وبادی وجالت
خیول جودها فی کل بادیة وواد ی . . . . جامعة
للفضائل التی قلما تجتمع فی رجل فضلا عن النسوان
حاویة للفواضل التی قصرودون تبیانها لسان الترجمان
وهذه ذرة من میدان مناقبها العلیة[3]

---

[1] فضل حسین بہاری، الحیاۃ لبعد المماۃ ص ۴۷۸

[2] ایضاً " " ص ۵۰۳

[3] صدیق حسن بھوپالی، نواب، ابجد العلوم ج ۲، ص ۲۸۶-۷

nazratnetwork.org

"اُس نے ملتوں کو زندہ کیا اور بدعتوں کو مار دیا، اُس کے فیض عام کا سیلاب ہر شہری اور دیہاتی تک پہنچے، اور اُس کی سخاوت کے گھوڑے ہر جنگل اور ہر وادی میں پہنچے، وہ ایسے فضائل کی جامع ہے جو عورتوں میں تو کجا مردوں میں بھی شاذ و نادر پائے جاتے ہیں، وہ ایسے کمالات کی حامل ہے، جن کے بیان سے ترجمان کی زبان عاجز ہے، اور یہ اس کے بلند مناقب کے میدان کا ایک ترجمہ ہے۔"

جس شخص کو معلوم نہ ہو کہ مبالغہ کسے کہتے ہیں، وہ اس عبارت کو پڑھ کر مبالغہ کی حقیقت معلوم کر سکتا ہے ——— خود نواب صاحب کی تعریف میں جو قلابے ملائے گئے ہیں، وہ بھی ایک نظر دیکھ لیجیے:

تمکن من اعنۃ البیان مالم یتمکن علیہ الاعیان
فجاء فی عصرہ عدیم النظیر فی مایکون وکان[1]

"وہ بیان کی اُن لگاموں پر قادر ہیں، جن پر بڑے بڑے قادر نہ ہو سکے، وہ اپنے زمانے میں بے نظیر ہیں، ان کی نظیر ماضی میں ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔"

مولوی عبدالباری سہسوانی، ان کی مدح میں لکھتے ہیں:

؎ ھُوَ حُجَّۃٌ لِلّٰہِ قَاھِرَۃٌ
ھُوَ بَیْنَنَا اُعْجُوبَۃُ الدَّھْرِ
؎ ھُوَ اٰیَۃٌ فِی الْخَلْقِ ظَاھِرَۃٌ
اَنْوَارُہٗ اَرْبَتْ عَلَی الْفَجْرِ

اس کے باوجود یہ تصریح کرتے ہیں:

وثنائی ھٰذا علیہ لیس من المبالغۃ فی شیٔ[2]

---

[1] عبدالباری سہسوانی، فاتحہ ایجاد العلوم ج ۲، ص ۲۹۱
[2] ایضاً، " " ج ۲، ص ۲۹۴-۵

azratnetwork.org

"وہ اللہ تعالیٰ کی حجت قاہرہ ہیں، وہ ہمارے درمیان زمانے کا عجوبہ ہیں، وہ مخلوق میں آیت ظاہرہ ہیں، جس کے انوار سمع صادق سے زیادہ ہیں ——— اس میں کچھ مبالغہ نہیں ہے

ارباب علم و فضل کے چند تاثرات

ذیل میں امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں چند اہل علم کے تاثرات پیش کیے جاتے ہیں، جن کی شخصیت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ ان مبنی بر حقیقت تاثرات کو غلو عقیدت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی سابق وزیر حقوق، بیروت، امام احمد رضا کی تصنیف لطیف الدولۃ المکیۃ پر تقریظ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں،

فوجدته من انفع الكتب الدينية واقواها حجة ولا يصدر مثله الا عن امام كبير، علامة نحرير فرضي الله عن مؤلفه وارضاه وبلغه من كل خير مناه[1]

"میں نے اسے کتب دینیہ میں نافع ترین اور دلیل کے اعتبار سے مضبوط تر پایا ایسی کتاب امام کبیر اور علامہ اجل ہی لکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف سے راضی ہو اور انہیں راضی کرے اور ان کی تمام پاکیزہ امیدوں کو بر لائے۔"

مولانا احمد ابو الخیر بن عبداللہ مرداد، مدرس مسجد حرام، مکہ مکرمہ فرماتے ہیں،

فقد نظرت فی هذه الرسالة نظر تدقيق وامعان فالفيتها فی غاية من الحسن والتحقيق قد شرح القلوب بيانها وسطع فی سماء التحقيق برهانها وكيف لا وهی

---

[1] المقدمۃ المکیۃ بحوالہ الدولۃ المکیۃ (المکتبۃ، کراچی) ص ۴۷۴

atnetwork.org

جمع العلامة الامام النبيل الذكي الهمام ورأس المؤلفين في زمانه وامام المصنفين بحكم اقرانه[1]

"میں نے اس رسالہ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تو اسے حسن، تحقیق اور بحث میں انتہا کو پہنچا ہوا پایا، اس کا بیان شرح صدر عطا کرتا ہے اور اس کے دلائل آسمانِ تحقیق پر درخشاں ہیں اور کیوں نہ ہو، یہ امام علامہ، فاضل، ذکی، بلند ہمت، اپنے زمانے کے مؤلفین کے رئیس اور معاصرین کے اعتراف کے مطابق مصنفین کے امام کی تصنیف ہے۔"

حضرت شیخ موسیٰ علی شامی، مدنی فرماتے ہیں:

امام الائمة المجدد لهذه الامة[2]

"اماموں کے امام اور اس امت کے مجدد"

ڈاکٹر ضیاء الدین، وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ریاضی کے ایک پیچیدہ مسئلے کے حل کے لیے جرمنی جانا چاہتے تھے۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کے مشورے پر بریلی حاضر ہوئے۔ امام احمد رضا بریلوی نے چند منٹ میں وہ مسئلہ حل کر دیا، واپسی پر ڈاکٹر صاحب کا تاثر یہ تھا:

"اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو، اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی اقلیدس، جبر و مقابلہ، توقیت (میں) اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی، حضرت نے چند منٹ میں حل کر کے رکھ دیا ——— صحیح معنی میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے۔"[3]

---

[1] الفیوضات المکیہ ص ۳۰

[2] ایضاً ص ۴۹۲

[3] محمد برہان الحق جبلپوری، اکرام امام احمد رضا (مجلس رضا لاہور) ص ۵۹-۶۰

atnetwork.org

تفصیل کے لیے دیکھئے پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ کی تصنیف فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں اور امام احمد رضا اور عالم اسلام ملاحظہ فرمائیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ علمائے اسلام نے امام احمد رضا کی بارگاہ میں کیسے کیسے گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں۔

تواضع زگردن فرازاں نکوست

شعر و سخن اور خاص طور پر اردو نعت کے میدان میں امام احمد رضا بریلوی کے مقام کو ایک عالم نے تسلیم کیا ہے متعدد دانشوروں اور ادیبوں کے تاثرات اس سے پہلے نقل کیے جا چکے ہیں خود انہوں نے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا ہے ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں[1]

علم و فضل اور نعت گوئی کے بلند ترین منصب پر فائز ہونے کے باوجود بارگاہ رسالت سے والہانہ لگاؤ اور ادب و احترام ان کے رگ و پے میں عبادت کیے ہوئے تھا یہاں تک کہ ان کے مخالفین بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ وہ واقعی عاشق رسول تھے، فرماتے ہیں،

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں[2]

اس شعر سے بارگاہ رسالت کے ساتھ جس گہری عقیدت و الفت اور اپنے مجرموں کا اظہار ہو رہا ہے اسے محبت آشنا قلوب ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ دیدہ و دل فرش راہ کرنے والے اس کیف کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ محروم محبت افراد کی اس سوز و گداز کی لذت تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام، حدائق بخشش مع تحقیقی ابواب مقدمہ و دیباچہ سلنگ کمپنی کراچی ص ۷۷

[2] ایضاً، ص ۷۶

athetwork.org

علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

وذی انصاری فی المنام فقیل لہ ما فعل اللہ بک قال غفر لی قیل بماذا قال بالشبہ الذی بینی و بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم قیل لہ انت شریف؟ قال لا، قیل فمن این الشبہ؟ قال کشبہ الکلب الی الرجل[1]

"ایک انصاری کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا، پوچھا کس سبب سے؟ فرمایا اس مناسبت کی بنا پر جو میرے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان ہے، پوچھا کیا آپ سید ہیں؟ فرمایا نہیں، پوچھا پھر مناسبت کونسی ہے؟ فرمایا، جو ایک کتے اور شبان کے درمیان۔"

سبحان اللہ! یہ تعلق اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ اسی کی بنا پر بخش دیا۔ مولانا محمد عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ جو عاشقانِ رسولِ مقبول میں نہایت بلند مقام رکھتے ہیں، عرض کرتے ہیں: ع

سگت را کاشش جامی نام بودے

کاش کہ آپ کے کتے کا نام جامی ہوتا"

حضرت قدس رحمہ اللہ تعالیٰ یوں عرض نیاز کرتے ہیں ؎

نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے اولی

"میں نے اپنی نسبت آپ کے کتے کی طرف کی اور شرمسار ہوں،
کہ آپ کی گلی کے کتے کی طرف نسبت بھی بے اولیٰ ہے"

---

[1] احمد بن حجر الہیتمی المکی، الامام: الصواعق المحرقہ (مکتبۃ القاہرۃ، مصر) ص ۲۴۲

thetwork.org

لیکن خیر سمت مند نگاہوں کو اس میں تضاد نظر آتا ہے، انہیں ہر طرف مبالغہ ہی مبالغہ نظر آتا ہے۔ [1]

امام احمد رضا بریلوی کے پہلے شعر کا ترجمہ کیا جاتا ہے،

انا ملك مملكة البيان ولا بد للناس من تسليم كل ما اقوله [2]

"میں مملکت بیان کا بادشاہ ہوں، اور میں جو کچھ کہوں لوگوں پر اسے تسلیم کرنا ضروری ہے۔"

خط کشیدہ عبارت خود ساختہ ہے، اس شعر میں ایسا کوئی نشان نہیں ہے ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے سکے بٹھا دیئے ہیں

تلامذہ اور خلفاء

ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ نے حرمین شریفین اور دیگر ممالک کے ۲۲ علماء اور پاک و ہند کے ۲۰ علماء کا تذکرہ کیا ہے، جنہیں امام احمد رضا نے خلافت و اجازت عطا فرمائی ہے۔ یہ تمام حضرات آسمانِ شریعت و طریقت کے آفتاب و ماہتاب گزرے ہیں جنہوں نے اپنے علم و فضل کی تابانیوں سے ایک جہان کو منور کیا۔

آج بحمدہ تعالیٰ پاکستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تنظیم المدارس سے وابستہ تقریباً چھ سو مدارس امام احمد رضا کے مسلک، مسلکِ اہل سنت و جماعت کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں سینکڑوں مدارس دین کی تعلیم و تبلیغ میں مصروف ہیں۔

---

[1] ظہیر البریلویۃ ص ۱ - ۵۰
[2] ایضاً ص ۵۰
[3] محمد مسعود احمد، ڈاکٹر فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں (مجلس رضا لاہور) ص ۹۰ - ۸۸

azratnetwork.org

تحریکِ پاکستان

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعد امام احمد رضا بریلوی نے دو قومی نظریہ کی بھرپور حمایت اور حفاظت کی۔ علامہ اقبال اور قائد اعظم کے اس نظریے کو اپنانے سے پہلے امام احمد رضا اور اُن کے ہم مسلک علماء پوری ثابت قدمی کے ساتھ اس نظریے کی حفاظت کے لیے جہاد کر چکے تھے۔

۲ر نومبر ۱۹۲۱ء کو روزنامہ پیسہ اخبار لاہور نے ایک اداریہ لکھا جس کا عنوان تھا:

آہ! مولانا احمد رضا خاں صاحب

اس عنوان کے تحت امام احمد رضا کے سیاسی موقف کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا:

"ترکِ مُوالات کے متعلق مرحوم کی رائے یہ تھی کہ جب مسلمانوں میں ترکِ موالات کا حکم صاف ہے تو اس میں استثناء کی ضرورت نہیں۔ وہ یہ کہ جب اسلام میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے ساتھ یکساں ترکِ موالات کا حکم ہے، تو جس طرح انگریزوں اور ان کی حکومت سے ترکِ موالات کیا جاتا ہے، ویسے ہی ہندوؤں سے بھی جو مشرکین شمار کیے جاتے ہیں، ترکِ موالات ہونی چاہیے۔ یہ منطق نہایت کمزور ہے کہ انگریزوں سے تو ترکِ موالات ہو۔ اور ہندوؤں سے محض سیاسی اتحاد کے لیے موالات روا رکھی جائے۔"[1]

امام احمد رضا کے وصال کے بعد اُن کے تلامذہ، خلفاء اور ہم مسلک علماء اسی راہ پر چلتے رہے اور ملتِ اسلامیہ کی بہتری اور کامیابی کے لیے تمام تر توانائیاں صرف کرتے رہے۔

---

[1] محمد عبدالحکیم شرف قادری، خیابانِ رضا (مکتبہ نعیمیہ، لاہور) ص ۲۶

pathetwork.org

انگریز حکمرانوں کی جانبداری اور ہندوؤں کی ہٹ دھرمی نے اصحاب فکر و نظر مسلمانوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ پُرامن اور باعزت زندگی گزارنے کے لیے مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے اہل سندھ کے ایک مفکر محمد عبدالقدیر نے ۱۹۱۵ء میں ایک رسالہ "مسلم اتحاد" کے نام سے لکھا[1] جس میں تقسیم ہند کے سلسلے میں تفصیلی تجاویز پیش کی گئیں اور یہ تجویز پیش کی کہ جس علاقے میں مسلمانوں کی اکثریت ہو وہ مسلمانوں کو دے دیا جائے۔ پھر انہوں نے ضلع وار ان علاقوں کی نشان دہی بھی کر دی اور جن علاقوں میں ہندو یا دوسری قومیں اکثریت میں ہوں، وہ انہیں دے دیے جائیں۔ یہ رسالہ ۱۹۱۷ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا تھا۔[2]

۱۹۳۰ء میں جب علامہ اقبال نے اپنے خطبۂ الٰہ آباد میں تقسیم ہند کی اس تجویز کو پیش کیا تو ہندوؤں نے اس پر بڑی برہمی کا اظہار کیا۔ طبقۂ علماء میں سب سے پہلے صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے اس تجویز کی پُرزور تائید کی اور فرمایا:

"ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار اور دوسرا مسلمانوں کے ——— ہندوؤں کو کس قدر ناگوار گزرا؟ یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔ کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی؟ مگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے فائدہ ملتا تھا ——— کیا چیز تھی جو اس رسالے کی مخالفت پر ہندوؤں کو برانگیختہ کرتی رہی اور انہیں اس میں اپنا کیا ضرر نظر آیا؟ بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بقا کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انہیں تھوڑا سا اقتدار مل جاتا تھا۔۔۔۔ اس حالت میں بھی مسلمان کہلانے والی جماعت جمعیۃ العلماء ہندو غیر ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹ کر یہ تو اس پر ہزار افسوس ہے"

---

[1] محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، تحریک آزادی ہند اور مسلمان (مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور) ص ۲۷۵

[2] ایضاً ص ۲۷۶-۷

azratnetwork.org

آل انڈیا سنی کانفرنس

مارچ ۱۹۲۵ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد (بھارت) میں چار روزہ کانفرنس ہوئی جس میں مجدد الاسلام مولانا حامد رضا خاں کو صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے خطبہ صدارت پڑھنا تھا۔ اسی کانفرنس میں الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کی داغ بیل ڈالی گئی۔ مولانا فاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس کے ناظم اعلیٰ اور امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری اس کے صدر منتخب کیے گئے۔ قائدین نے شبانہ روز کوشش سے متحدہ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں اس جماعت کی شاخیں قائم کیں۔ ایک طرف اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ کو منظم کیا تو دوسری طرف ہندوؤں اور کانگریسی علماء کی چالوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں:

"بریلوی مکتب فکر کی قیادت (بعد ازاں) مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے ہاتھ میں آگئی۔ جمعیۃ علماء ہند کے برعکس ۱۹۳۷-۱۹۳۸ء میں ہی اس بات پر یقین کر چکے تھے کہ انگریز زیادہ عرصے تک برصغیر پر اپنا اقتدار قائم نہیں رکھ سکیں گے ان کے لیے یہ سوال شدت اختیار کرتا جا رہا تھا کہ اس کے بعد ملک کا اقتدار کون سنبھالے گا؟ چنانچہ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں پر مشتمل مسلمانوں کی ایک الگ ریاست تشکیل دینی چاہیے۔ اس لیے جونہی قرارداد پاکستان (۱۹۴۰ء) منظور ہوئی اس مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء جنہوں نے اس سے قبل بھی کانگریس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کی مدد کی تھی۔ قیام پاکستان کے لیے جدوجہد کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے اپنی جماعت کے کام کو وسیع تر کر دیا اور ان کی ہر شاخ پاکستان کے قیام کی ضرورت کی تبلیغ میں مصروف ہو گئی۔ مولانا سید نعیم الدین نے بذات خود شمالی برصغیر کا دورہ کیا اور اس کے متعدد چھوٹے

sunnethetwork.org

اور بڑے شہروں اور قصبات میں تقریریں کیں۔ تنظیم کا نیا دستور تیار کیا گیا اور اسے نیا نام دیا گیا — آل انڈیا سُنّی کانفرنس سے اس کا نام "جمعیۃ الاسلامیہ" رکھ دیا گیا۔[1]

۱۹۴۰ء میں منٹو پارک (مینارِ پاکستان) لاہور میں جب قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تو اس اجلاس میں علامہ عبدالحامد بدایونی، علامہ عبدالغفور ہزاروی اور علامہ ابوالحسنات قادری بھی شریک تھے۔ علامہ بدایونی نے قرارداد کے حق میں خطاب بھی فرمایا۔[2]

قیامِ پاکستان سے اہلِ سنّت کے قلبی لگاؤ کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اہلِ سنّت کے ترجمان ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر کی پیشانی پر ۱۹۴۲ء میں ہی پاکستان لکھا ہوتا تھا جبکہ بدقسمتی سے امرتسر پاکستان میں شامل ہی نہ ہو سکا۔

۲ جون ۱۹۴۵ء کو وائسرائے ہند لارڈ ویول نے ایک منصوبے کا اعلان کیا کہ ہندوستان کی سیاسی جماعتوں کے مشورے سے نئی ایگزیکٹو کونسل کی تشکیل کی جائے گی۔ ۲۵ جون کو شملہ میں اس کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ قائدِ اعظم نے وائسرائے سے اس امر کی یقین دہانی چاہی کہ مسلمانوں کی طرف سے کونسل میں صرف مسلم لیگ کو نمائندگی دی جائے۔[3]

اس موقع پر مفتیِ اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں نے بریلی سے وائسرائے ہند کے نام مسلم لیگ کی حمایت میں تار ارسال کیا۔ یہ تار ۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء بمطابق ۲ شعبان ۱۹۴۵ھ کو روزنامہ انجام دہلی میں چھپی جسے اہلِ سنّت کے ترجمان ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر نے ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کے شمارے میں نقل کیا۔ الفقیہ کے تراشے کا عکس خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس

---

[1] ریاست علی قادری، مدیر، معارفِ رضا (مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء) ص ۲۳۸

[2] محمد صادق قصوری، اکابر تحریکِ پاکستان (نوری کتب خانہ، لاہور) ص ۱۴۹

[3] محمد جلال الدین قادری، خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس ص ۳۲

[4] رئیس احمد، خواجہ، قائدِ اعظم کے ۷۲ سال (مسعود اکیڈمی کراچی) ص ۳۰۲-۳۰۳

athetwork.org

ہیں چھپ چکا ہے۔[1]

۲۶ نومبر ۱۹۴۵ء کو مرکزی اسمبلی کا انتخاب ہوا۔ مسلمانوں کی تیس نشستوں پر مسلم لیگ کے نمائندوں نے انتخاب لڑا، اور بھاری اکثریت میں کامیابی حاصل کی۔ جمعیۃ علماء، دیگر احرار، خاکسار اور مسلم مجلس نے بھی اپنے نمائندے مختلف نشستوں کے لیے کھڑے کیے تھے ان میں سے کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا۔[2] فروری ۱۹۴۶ء میں صوبائی اسمبلی کے انتخاب میں بھی مسلم لیگ نے زبردست کامیابی حاصل کی۔

۱۵ دسمبر ۱۹۴۵ء کو وزیر ہند نے برطانیہ کے دارالامراء میں اعلان کیا کہ انتخابات کے بعد حکومت برطانیہ، ہندوستان میں دستور ساز اسمبلی قائم کرے گی اور ایک کیبنٹ مشن ہندوستان بھیجے گی تاکہ یہ ہندوستانی رہنماؤں سے ملاقات کر کے بحیثیت آزاد مملکت ہندوستان کے مستقبل کا فیصلہ کر سکے۔[3]

۲۴ مارچ ۱۹۴۶ء کو کیبنٹ مشن دہلی پہنچ گیا جو لارڈ پیتھک لارنس، سر اسٹیفورڈ کرپس اور اے وی الیگزنڈر پر مشتمل تھا۔ اسی دن پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مشن کے ایک رکن سر اسٹیفورڈ کرپس نے کہا:

"ہم کھلے دل کے ساتھ ہندوستان آئے ہیں، ہمارے پاس کوئی سکیم نہیں، ہم ہر سیاسی مسئلہ کے متعلق تحقیقات کریں گے۔"[4]

یہ وہ نازک ترین دور تھا، جس میں حکومت برطانیہ کو فیصلہ کرنا تھا کہ تقسیم ہند اور قیام پاکستان کو منظور کیا جائے یا نہیں؟ علماء اہل سنت نے پوری قوت کے ساتھ قیام پاکستان کی حمایت کی اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی جدوجہد عروج کو پہنچ گئی۔

---

[1] رئیس احمد جعفری، حیات محمد علی جناح، ص ۸۔۷۶۵

[2] رضی حیدر خواجہ، قائد اعظم کے ۷۲ سال، ص ۲۹۹

[3] ایضاً،

[4] ایضاً، ص ۷۔۴۰۶

zratnetwork.org

حضرت مفتی اعجاز ولی خاں، مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی نے اسی سال پاکستان کی حمایت میں فتویٰ جاری کیا۔[1]

۱۹۴۶ء میں علماء اہل سنت کا ایک فتویٰ شائع ہوا، جس میں کانگریس کی مخالفت اور مسلم لیگ کی تائید کی گئی تھی۔ ذیل میں وہ فتویٰ پیش کیا جاتا ہے،

"آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماء و مشائخین کا متفقہ فیصلہ،

مسلم لیگ کو ووٹ دے کر

کانگریس کو شکست دی جائے

آل انڈیا سنی کانفرنس، مسلم لیگ کے ہر اس طریقہ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش۔ اس میں مسلم لیگ جس مسلمان کو بھی اٹھائے، سنی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں، ووٹ دے سکتے ہیں، اور سروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں، مسلم پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔"

اس فتوے پر پچاس سے زیادہ اہل سنت کے جلیل القدر علماء کے دستخط ہیں جن میں سرفہرست مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں (جانشین و فرزند امام احمد رضا بریلوی) صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (خلیفہ امام احمد رضا) صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (خلیفہ امام احمد رضا) مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں (جانشین و فرزند حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں) ان کے علاوہ دار العلوم منظر اسلام بریلی کے مدرسین مولانا تقدس علی خاں، مہتمم محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد، صدر مدرس، مولانا سردار علی خاں، مدرس

---

[1] محمد صادق قصوری، تحریک پاکستان (لاہور: مکتبہ نذیر، ۱۹۶۷ء) ص ۲۱۰

atnetwork.org

مولانا وقار الدین پیلی بھیتی، مدرس۔ مولانا عبدالغفور، مدرس۔ مولانا احسان علی مظفر پوری، مدرس۔ مولانا انوار احمد، مدرس اور مولانا فضل حق، مدرس کے دستخط ہیں ـــــ یہ فتویٰ بصورت اشتہار شاہ آستانہ مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری پروپیگنڈہ سیکرٹری ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس، بدایوں، یوپی نے شائع کیا[1] اس کے علاوہ ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء کو اخبار دبدبہ سکندری ج ۴۸ شمارہ ۱۵ میں بھی یہ فتویٰ شائع ہوا[2]۔

۲۳ تا ۲۵ صفر مطابق ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء کو علی حضرت امام احمد رضا بریلوی کے عرس مبارک کے موقع پر متحدہ پاک و ہند کے اطراف و اکناف سے تشریف لائے ہوئے علماء و مشائخ جمع ہیں اور ہر شخص مسئلہ پاکستان کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ جذبات کے تلاطم کا یہ عالم کہ بازار میں قائم کیے جانے والے ہوٹلوں کے نام پاکستان کی نسبت سے رکھے جا رہے ہیں کسی ہوٹل کا نام حامدی پاکستان ہوٹل اور کسی کا رضوی پاکستان ہوٹل، یہ فضا صرف اسی وقت قائم ہو سکتی ہے، جب کسی مطالبے کی لہر ہر کس و ناکس کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہو۔

سٹیج پر جو مقرر آتا ہے، اس کا موضوع الیکشن اور پاکستان ہی ہے حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (خلیفہ امام احمد رضا) نے اپنے خطاب میں فرمایا:

کانگرس فتنۂ عظیمہ ہے، وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ کر چکی ہے ..... علمائے اہل سنت مسلمانوں کو اس جال میں پھنستا دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے، اس لیے ہم ملت سے اعلان کر رہے ہیں اور ہماری تمام سنی کانفرنسیں ہو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں۔ کانگریس کے مقابلہ میں پوری جد و جہد کر رہی ہیں، چنانچہ پچھلے الیکشن نومبر ۱۹۴۵ء مرکزی الیکشن

---

[1] عکس فتویٰ، قادیانی مرتد مجلس رضا، لاہور) ص ۴۴

[2] عکس فتویٰ، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۳۲۸

tnetwork.org

میں ان کانفرنسوں کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں۔ اس وقت (فروری ۱۹۴۶ء) میں ہونے والے صوبائی انتخابات کے لیے ہم پھر یہی اعلان کرتے ہیں۔" [1]

اس خطاب کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے تائید کرتے ہوئے فرمایا:

"الیکشن کے معاملہ میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کردیا جائے، ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الٰہی کے لیے انجام دیتے ہیں۔" [2]

مفتیٔ اعظم پاکستان

۱۹۴۶ء کے فیصلہ کن الیکشن میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں قبلہ نے مسلم لیگ کے امیدوار کے حق میں سب سے پہلا ووٹ ڈالا۔ لیگی رضاکار انہیں جلوس کی شکل میں مفتی اعظم پاکستان کے نعرے لگاتے ہوئے واپس آستانہ رضویہ تک لائے۔

حضرت مولانا نقدس علی خاں مظلہٗ پیر طریقت، سند فرماتے ہیں:

"حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں جس میں کانگریس اور مسلم لیگ کا سخت مقابلہ تھا اور یہ فیصلہ ہونا تھا کہ پاکستان بنے یا نہیں؟ اس میں اوّل ووٹ حضرت کا ہوا، امیدوار عزیز احمد خاں ایڈووکیٹ تھے عزیز احمد خاں مسلم لیگ کی طرف سے تھے، اور ووٹ ڈالنے کے بعد حضرت کو جلوس کی شکل میں مسلم لیگ کے رضاکار مفتی اعظم پاکستان کے نعروں کے ساتھ آستانہ خریدار پر لے گئے۔" [3]

---

[1] محمد جلال الدین قادری، مولانا، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس (کلکتہ، سکندری) ص ۹۸-۹۰

[2] ایضاً، ص ۳۱

[3] مکتوب بنام راقم الحروف، تحریر ۲۸ فروری ۱۹۸۵ء

zratnetwork.org

یہ واقعہ فروری ۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات کا ہے جس میں بریلی مسلم جمعیت شہری حلقے میں مولوی عزیز احمد خاں مسلم لیگ کے امیدوار تھے انہیں ۱۱۵۳۱ ووٹ ملے، ان کے مقابل عبداللطیف فاروقی قوم پرست تھے جنہیں ۶۰۹ ووٹ ملے تھے مسلم لیگ کے امیدوار بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے[1]

آل انڈیا سُنّی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ء

یوں تو آل انڈیا سنی کانفرنس کی متحدہ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی کثیر التعداد شاخیں اور ان سے وابستہ ہزاروں علماء اپنے حلقوں میں تحریک پاکستان اور اس کے مقاصد سے عوام و خواص کو روشناس کرا رہے تھے لیکن بنارس کا اجلاس اپنی جامعیت اور شان و شوکت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا، اہل سنت و جماعت کے پانچ ہزار علماء و مشائخ اور ہر اجلاس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ حاضرین کا اجتماع نیز کانگرس کے جنوں خیز ہندو اور پاکستان کے ساتھ گہرے قلبی لگاؤ کا امتزاج تھا۔ بلاشبہ یہ کانفرنس تحریک پاکستان کا وہ سنگ میل ہے جس کے تذکرے کے بغیر قیام پاکستان کی کوئی تاریخ مکمل نہیں کہلا سکتی۔

یہ کانفرنس ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو فاطمان باغ، بنارس میں منعقد ہوئی چاروں دن ہر اجلاس کی صدارت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے فرمائی تھی اس کانفرنس میں کیبنٹ مشن، مسٹر کرپس اور ان کے ساتھیوں کو بھی دعوت دی گئی تاکہ وہ پورے ملک کے نمائندہ اجتماع میں حاضر ہو کر بچشم خود، پاکستان سے متعلق مسلمانوں کے والہانہ جذبات کو دیکھ لیں۔ انہوں نے شمولیت کا وعدہ بھی کیا لیکن اپنی گوناگوں مصروفیات کے سبب مین

---

[1] ولی مظہر، ایڈووکیٹ، علیم قائد علیم تحریک (مطبوعہ ملتان ۱۹۸۱ء) ج ۱، ص ۲۴۶

[2] غلام معین الدین نعیمی، مولانا، حیات صدر الافاضل (مکتبہ نعیمیہ رضویہ، لاہور) ص ۱۸۹

[3] محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم ص ۳۰۲

tnetwork.org

آخر وقت میں بذریعہ تار اپنی معذرت کا اظہار کر دیا۔[1]

۲۹ اپریل ۱۹۴۱ء کو صبح نو بجے سے ایک بجے دوپہر تک منعقد ہونے والے کانفرنس کے تیسرے اجلاس میں متفقہ طور پر یہ قرارداد منظور کی گئی:

"آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پُرزور حمایت کرتا ہے، اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہ حنفی کے مطابق ہو۔"[2]

اسی اجلاس میں اسلامی حکومت کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل کی گئی جس میں حسب ذیل حضرات شامل تھے:

"مولانا سید محمد محدث اعظم کچھوچھوی، مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا عبدالحلیم صدیقی میرٹھی، مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (یہ تمام حضرات امام احمد رضا کے خلفاء میں) مولانا عبدالحامد بدایونی، دیوان سید آل رسول، اجمیر شریف۔ خواجہ قمرالدین سیالوی، سیال شریف۔ شاہ عبدالرحمٰن بمبر چوڑی شریف (سندھ) مولانا سید علی حسین اشرفی، کچھوچھہ شریف (سرحد) خان بہادر نجفی مصطفےٰ علی، مدراس۔ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، لاہور وغیرہ۔"

۲۷ اپریل ۱۹۴۱ء کو جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس کا دوسرا نام) کی مجلس استقبالیہ

---

[1] غلام معین الدین نسیمی، مولانا، حیات صدر الافاضل، ص ۱۸۹

[2] [illegible] خطبہ صدارت، جمہوریہ اسلامیہ، مطبوعہ مرادآباد ۱۹۴۶ء، ص ۲۹

[3] ایضاً " " " " ص ۲۹

tnetwork.org

کے صدر محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی نے ولولہ انگیز اور ایمان افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں انہوں نے فرمایا:

"آل انڈیا سنی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی خود مختار اسلامی حکومت ہے جس میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں، بلکہ اسلام کی حکومت ہو، جس کو مختصر یوں کہیے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو۔"[1]

آل انڈیا سنی کانفرنس اجمیر منعقدہ ۷ - ۸ جون ۱۹۴۶ء / ۱۳۶۵ھ میں خطاب فرماتے ہوئے محدث اعظم ہند کچھوچھوی نے فرمایا:

"ان پاکوں کا عزم یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ہندوستان کو پاکستان [illegible] یہی علماء و مشائخ اور ان کے برگزیدہ عزائم اور ارادے ہیں، جس کا نام آل انڈیا سنی کانفرنس یا جمہوریت اسلامیہ ہے اور جس میں اس وقت تک صرف علماء و مشائخ کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے ..... اب بحث کی لعنت چھوڑ دو ——— اب غفلت کے جرم سے باز آؤ ——— اٹھ پڑو ——— کمر بستہ ہو جاؤ ——— چلے چلو ایک منٹ بھی نہ رکو ——— پاکستان بنالو تو جا کر دم لو ——— کہ یہ کام اے سنیو! تم لوگ کا صرف تمہارا ہے۔"[2]

آل انڈیا سنی کانفرنس کی تنظیم میں سب سے زیادہ حصہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کا تھا۔ ان کے سوز و گداز اور حکیمانہ طریق کار کا اثر یہ تھا کہ تمام علماء و مشائخ اہل سنت کو ایک سٹیج پر لا کھڑا کیا۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی آل انڈیا سنی کانفرنس کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس کے ارکان پاکستان پر اس قدر اعتقاد رکھتے تھے کہ مولانا نعیم الدین

---

[1] مختصر رپورٹ خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ، مطبوعہ مرادآباد ۱۹۴۶ء ص ۴۲

[2] الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ (مطبوعہ مرادآباد) ص ۸ - ۷

zratnetwork.org

مراد آبادی نے جمہوریۃ الاسلامیہ پنجاب کے آرگنائزر مولانا ابوالحسنات کو ایک خط میں لکھا،

"جمہوریۃ الاسلامیہ کو کسی بھی صورتِ حال میں پاکستان کے مطالبہ سے دست بردار ہونا قبول نہیں خواہ جناح خود اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔ کیبنٹ مشن تجاویز سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔" [1]

بنارس کانفرنس کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں،

بنارس میں ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۹۴۶ء ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پانچ ہزار علماء نے شرکت کی اور حاضرین و مندوبین کے سامنے پاکستان کی ضرورت و اہمیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔ جب علماء اپنے اپنے علاقوں میں واپس گئے تو قیامِ پاکستان کی تحریک کو وسیع پیمانے پر پذیرائی حاصل ہوئی۔ [2]

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی مساعی کی ہمہ گیری اور سنی کانفرنس کی بے پناہ مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کے ممبران کی تعداد ایک کروڑ سے متجاوز ہو چکی تھی۔ [3]

حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی زبان میں قدرت نے ایسی تاثیر رکھی تھی کہ ان کی گفتگو سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی تحریکِ خلافت کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ صدر الافاضل، دہلی جا کر مولانا جوہر سے ملے اور انہیں ہندوؤں سے اتحاد کے نقصانات کی طرف توجہ دلائی، خدا کی شان کہ مولانا جوہر نے فرمایا،

---

[1] ریاست علی قادری، سید، معارفِ رضا (مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء) ص ۲۳۹

[2] ایضاً، " " " " ص ۲۳۹

[3] غلام معین الدین نعیمی، مولانا، حیاتِ صدر الافاضل ص ۱۸۸

azratnetwork.org

"مولانا آپ گواہ رہیں، میں اب توبہ کرتا ہوں، آئندہ کبھی ہنود و غیر مسلموں سے اتحاد و وداد نہ رکھوں گا۔ مولانا! میں نے ہندوؤں سے میل جول رکھ کر مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ مجھ فرمایئے کہ مابقی (باقی) عمر میں اس نقصان کی تلافی کر سکوں، اب میں گاندھی کے پاس جا رہا ہوں، آپ دیکھیں گے کہ میری اس سے آخری ملاقات ہوگی۔"[1]

مولانا جوہر، گاندھی کے پاس گئے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے چند فارمولے اس کے سامنے رکھے، اس نے صاف انکار کر دیا اور مولانا جوہر واپس آ گئے اور بیزاری کا اعلان کر دیا۔ اس واقعہ کے تین ماہ بعد گول میز کانفرنس، لندن کے موقع پر ان کا وصال ہو گیا۔

مولانا شوکت علی نے خود مراد آباد جا کر صدر الافاضل کے سامنے ہندو مسلم اتحاد کے سلسلے میں سرزد ہونے والے غیر شرعی افعال و اقوال سے توبہ کی۔[2]

مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، خلیفہ امام احمد رضا بریلوی نے بھی تحریک پاکستان میں نمایاں خدمات انجام دیں، ان کا بیان ہے:

"فقیر نے تحریک پاکستان میں جو نمایاں حصہ لیا اور مسٹر جناح کے مشن کو تقویت دینے کے لیے صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ کا پورا دورہ کیا اور اس سلسلے میں جو فقیر کی تقریریں ہیں وہ ایک علیحدہ موضوع ہے جو بعونہ تعالیٰ قلم بند ہے مگر فقیر اپنی شہرت کا نہ کبھی طالب ہوا نہ اس کی اشاعت ضروری سمجھی مسٹر جناح کے ایک شکریے کا خط بھی محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ میری کوششوں کو قبول فرمائے اور پاکستان کو ہر قسم کے شر و فساد اور پریشانی سے محفوظ فرمائے آمین و اللہ الموفق۔"[3]

---

[1] غلام معین الدین نعیمی، مولانا — حیات صدر الافاضل — ص ۱۷۳

[2] ایضاً — " — " — ص ۱۷۴-۱۷۳

[3] محمد برہان الحق جبل پوری، مفتی — بکرام امام احمد رضا و مجلس رضا (لاہور) — ص ۱۱۸

نوٹ: ۲۰ دسمبر ۱۹۸۰ء کو حضرت وصال فرما گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون، ۱۲ قادری

zratnetwork.org

امام احمد رضا بریلوی کے ہم مسلک علماء و مشائخ نے تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔ مشائخ میں سے حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مانکی شریف زکوڑی شریف، گولڑہ شریف، جلال پور شریف، سیال شریف، تونسہ شریف، بھرچونڈی شریف وغیرہم کے سجادہ نشین اور دیگر مشائخ کرام نے ہر طرح تحریک کا ساتھ دیا۔

علماء کرام میں سے مولانا عبدالحامد بدایونی، شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، شاہ عارف اللہ قادری، علامہ الحاج حسنات قادری، علامہ عبدالغفور ہزاروی، مولانا غلام الدین، لاہور۔ مولانا غلام محمد ترنم، مولانا محمد بخش مسلم، علامہ عبداللطیف ازہری، مفتی محمد عمر نعیمی، علامہ محمد سید کاظمی، مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار نیازی وغیرہم نے اس تحریک میں اہم کردار ادا کیا۔

اس موضوع پر تفصیلات جاننے کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ مفید رہے گا۔

۱۔ تحریک آزادی ہند اور اسٹوارٹ بائرم	پروفیسر محمد مسعود احمد	مطبوعہ لاہور
۲۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات	〃 〃	〃
۳۔ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس	محمد جلال الدین قادری	〃
۴۔ ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست	〃 〃	〃
۵۔ اکابر تحریک پاکستان (۲ جلد)	محمد صادق قصوری	〃
۶۔ پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر	مہاں عبدالرشید	〃
۷۔ حیات صدر الافاضل	سید غلام معین الدین نعیمی	〃
۸۔ معارف رضا	سید ریاست علی قادری	مطبوعہ کراچی

قیام پاکستان کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، محدث اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی، مفتی محمد امجد نعیمی اور مولانا غلام معین الدین نعیمی مارچ ۱۹۴۸ء میں پاکستان تشریف لائے اور دستور اسلامی کے مسئلے پر لاہور اور کراچی

zratnetwork.org

کے علماء سے مذاکرات کیے، طے پایا کہ صدر الافاضل دستور اسلامی کا مسودہ تیار کریں، کوشش کی جائے گی کہ پاکستان کی قومی اسمبلی سے اسے منظور کرایا جائے۔ اسی اثناء میں صدر الافاضل سخت علیل ہو گئے۔ اس لیے انہیں واپس جانا پڑا۔ مراد آباد جا کر ابھی دستور کی گیارہ دفعات تحریر کر پائے تھے کہ پیام اجل آ پہنچا اور ۱۸ ذی الحجہ ۲۲ اکتوبر ۱۳۶۷ھ/ ۸/ ۱۹۴۸ء کو وصال فرما گئے۔ [1]

جمعیۃ العلماء پاکستان

تقسیم ملک کے بعد مارچ ۱۹۴۸ء میں مدرسہ انوار العلوم، ملتان میں علماء اہل سنت کا اجتماع ہوا، جس میں طے پایا کہ پاکستان میں سنی کانفرنس کا نام تبدیل کر کے جمعیۃ العلماء پاکستان رکھا جائے کیونکہ دونوں ملکوں میں سنی کانفرنس کے نام سے کام کرنے سے مختلف دشواریاں پیش آسکتی ہیں۔

حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ پنجاب سنی کانفرنس کو جمعیۃ العلماء پاکستان کا صدر اور حضرت علامہ احمد سعید کاظمی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ [2]

علامہ ابو الحسنات قادری کے بعد علامہ عبد الحامد بدایونی، صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ آلو مہاروی، علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، قمر الدین سیالوی یکے بعد دیگرے جمعیت کے صدر رہے۔ ان دونوں قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی صدر اور مجاہد ملت حضرت مولانا عبد الستار خان نیازی جنرل سیکرٹری ہیں۔

---

[1] محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، تحریک آزادی ہند اور مسلمان، ج ۱، ص ۵۵

[2] غلام معین الدین نعیمی مولانا، حیات صدر الافاضل، ص ۱۹۶

anazrathetwork.org

باب دوم

غیر مقلدین کی انگریز نوازی تاریخ کے آئینے میں

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوارِ آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

ratnetwork.org

شیشے کے گھر

علماء اہل سنت و جماعت کا یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ وہ ارباب اقتدار کی چوکھٹ پر جبہہ سائی کو اپنے دینی منصب اور مقام کے خلاف سمجھتے ہوئے کبھی اس سے مجتنب رہے۔ وہ غیر مسلم حکمران تو کجا مسلمان سلاطین اور نوابوں سے بھی تعلق خاطر رکھنے کے روادار نہ ہوئے۔ ایک دفعہ امام احمد رضا خاں بریلوی سے ریاست ٹانک کے نواب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی گئی تو آپ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک نعت لکھی اور مقطع میں فرمایا

کروں مدح اہل دول رقم پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

ایسے بے نفس اور بیکر ورع و تقویٰ حضرات کا انگریزی حکومت سے راہ و رسم رکھنے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خوشامد اور تملق سے کام لینے کا کوئی انصاف پسند دیانت دار تصور بھی نہیں کر سکتا، یہی روایت آج تک جاری ہے۔

پیش نظر مقالہ میں علماء اہل حدیث کی فکری اور سیاسی تاریخ کا ایک حصہ پیش کیا گیا ہے احسان الٰہی ظہیر کی طرح خود ساختہ نتائج اخذ نہیں کئے گئے بلکہ ان کی کتابوں کے اقتباسات من و عن پیش کر دیئے گئے ہیں۔ مقام حیرت ہے کہ اتنا کمزور اور نازک ماضی رکھنے کے باوجود غیر مقلدین علماء اہل سنت پر انگریز نوازی کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگاتے ہوئے نہیں شرماتے

network.org

کچھ عرصہ سے انہوں نے اقتحام پردازی کی مہم چلا رکھی ہے اس لیے انہیں آئینہ دکھانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس مقالہ کے مطالعہ کے بعد قارئین یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے کہ ان پر شیشے کے مکان میں بیٹھ کر کلوخ اندازی" کی مثال کس قدر صحیح صادق آتی ہے ؎

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوارِ آہنی پہ، حماقت تو دیکھئے

اہل حدیث کی وہابیت سے نفرت

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اہل حدیث آج تک وہابیت سے نفرت اور بیزاری کا اعلان کرتے رہے ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے گورنمنٹ برطانیہ سے بڑی کوششوں کے بعد وہابی نام کی بجائے اہل حدیث منظور کرایا۔ ذیل کے چند اقتباسات اس حقیقت کو عیاں کرنے کے لیے کافی ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں،

"ہند کے لوگوں کو وہابیہ نجدیہ سے نسبت دینا کمال نادانی اور نہایت بے وقوفی اور صریح غلطی ہے۔" [1]

اس الزام کو رد کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں،

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن و حدیث پر عامل ہیں ان کا نام اہل سنت و جماعت ہے نہ وہابی — اور ہندوستان کے اکثر مسلمان حنفی مذہب رکھتے ہیں نہ مذہب جنبلی — اور علماء اسلام نے جہاں تعداد بہتر فرقوں اس امت اسلام کی لکھی ہے اور نام بنام ان کو گنا ہے، ان میں کہیں کسی جگہ کسی فرقہ کا نام وہابیہ نہیں لکھا

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی نواب، ترجمان وہابیہ، ص ۱۴

rathetwork.org

اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین قدیم اسلام میں کوئی نئی راہ و طریقہ یا جدید مذہب و فساد کی بات نکالے، اس کا نام بدعتی اور ہوائی ہے اور وہ دوزخیوں میں ہے، پھر کس طرح کوئی سچا مسلمان کسی نئے طریقہ نکالے ہوئے پر عمل کر سکتا ہے اور وہ کب کسی لقب جدید کو اپنے لیے پسند کرے گا۔[1]

غور کیجیے نواب صاحب کتنی صراحت کے ساتھ کہہ گئے ہیں کہ وہابی نجدی سچے مسلمان نہیں، بلکہ دوزخی ہیں، اس کے علاوہ حنبلیوں کے سُنی ہونے کی بھی نفی کر گئے ہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کی ادارت میں شائع ہونے والا جریدہ "اشاعۃ السنۃ" تمام اہل حدیث کا ترجمان رہا ہے، اس میں لکھا ہے:

"اہل حدیث کو وہابی کہنا لاطائل (مزعل چیشیت) ہے۔"[2]

نیز لکھا:

"وہابی باغی و خارجی حرام زادے"[3]

غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

"وہابی کا لفظ اس لیے بھی غلط تھا کہ یہاں کے اہل حدیث کو نجد کے وہابیوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اہل نجد حنبلی ہیں۔ اہل حدیث کسی امام کے مقلد نہیں، لیکن مگر یہ دل نہیں مانتا بدبختی وہابی کہنا شروع کیا، اس کے خلاف جتنی کوششیں ہوئیں، وہ بالکل درست تھیں کہ"[4]

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب، ترجمان وہابیہ، ص ۱۴

[2] اشاعۃ السنۃ، ج ۱۰، شمارہ اول، ص ۱۰ (حاشیہ)

[3] ایضاً، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۳۴

[4] غلام رسول مہر، اقتباس از مہر (مرتبہ ڈاکٹر شریف بہادر خاں بنی) شیخ غلام علی، لاہور، ص ۲۳۶

azrathetwork.org

مگر آج کے اہل حدیث بڑے فخر سے اپنا تعلق و نسبت اور محمد بن عبدالوہاب نجدی سے جوڑ رہے ہیں، آخر کیوں؟ سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ نجدی ریالوں کی چمک دمک اپنی جانب کھینچ رہی ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ

فداافراد عقیدت دیکھے، مجدد الدعوۃ السلفیۃ فی شبہ الجزیرۃ وامام اھل التوحید محی السنۃ قاطع الشرک والبدعۃ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی ایک ایک لفظ میں ریالوں کی کھنک محسوس کی جا سکتی ہے۔

۷ ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ
۲۶ جولائی ۱۹۸۵ء

شرف قادری

لہ تکبیر

hazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انگریزی دور — زمانۂ ترقی

مقدمہ پاک و ہند میں انگریز کی آمد تک تمام مسلمان سُنّی حنفی مسلک سے وابستہ تھے۔ سلاطین بھی اکثر و بیشتر حنفی تھے، البتہ بعض بادشاہوں نے نئی راہیں اپنانے کی کوشش کی مگر انہیں عامۃ المسلمین کی تائید و حمایت حاصل نہ ہو سکی۔ بعض مقامات پر فقہ جعفری سرکار بھی پائے جاتے تھے۔ کہیں کہیں فقہ شافعی پر عمل کرنے والے بھی موجود تھے، بہ اکثریت احناف ہی کی تھی۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں،

"خلاصۂ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے، چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں — اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔" [1]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں،

"اور ہند کے اکثر حنفی اور بعض شیعے اور کتر اہل حدیث ہیں۔" [2]

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب، ترجمان وہابیہ، ص ۱۰

[2] ایضاً، " ص ۵۷

atnetwork.org

جب سے اس سرزمین پر انگریز کے منحوس قدم آئے، تو دین و مذہب سے آزادی اور بے راہروی کی وبا بھی پھیل گئی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اہل حدیث لکھتے ہیں:

"اے حضرات! یہ مذہب سے آزادی اور خود سری و خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان رہنے نہیں دیا حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے۔"[1]

آزاد روی کی یہ ہوا اتفاقاً نہیں چلی تھی، بلکہ اس میں انگریزی حکومت کی منشا بھی شامل تھی۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

"فرمانروایانِ بھوپال کو ہمیشہ آزادگی مذہب میں کوشش رہی جو خاص منشا گورنمنٹ انڈیا کا ہے ..... دولتِ عالیہ برٹش نے اس معاملہ میں قدیماً و حدیثاً ہر جگہ انصاف پر نظر رکھی ہے، کسی جگہ مجرد تہمت و افترا پر کارروائی خلافِ واقع نہیں فرمائی، بلکہ اشتہارِ آزادی مذہب جاری کیے۔"[2]

مزید لکھتے ہیں:

"اگر کوئی بدخواہ و بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادگی مذہب کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہبِ خاص پر جو باپ دادوں کے وقت سے چلا آتا ہے، جما ہوا ہے۔"[3]

خاص طور پر حنفی، شافعی وغیرہ مذاہب سے آزادی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ آزادگی ہماری مذاہب جدیدہ سے ہیں مراد قانونِ انگلشیہ ہے یعنی

---

[1] محمد حسین بٹالوی: اشاعۃ السنۃ ج ۱۹، شمارہ ۸، ص ۲۵۵

[2] صدیق حسن خاں بھوپالی: ترجمان وہابیہ (مطبع محمدی لاہور) ص ۳

[3] ایضاً، ص ۵

[4] ایضاً، ص ۲۰

Pathetwork.org

ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی پر غیر مقلدین کی طرف سے جو ایڈریس (سپاسنامہ) پیش کیا گیا اُس کی ایک شق یہ تھی،

"وہ خصوصیت ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اس سلطنت میں حاصل ہے۔ بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل نہیں ہے۔"[1]

مولوی محمد حسین بٹالوی، حکومت کے "وہابی" کی بجائے اہل حدیث نام الاٹ کرنے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فرقہ اہل حدیث گورنمنٹ کے اس حکم سے اپنی کامل حق رسی کا معترف ہے اور اپنے ہر دل عزیز اور مسلمانوں کے خیر خواہ وائسرائے لارڈ ڈفرن اور اپنے پیارے اور رحم دل اور فیاض لیفٹیننٹ گورنر سر چارلس ایچی سن کا تہ دل سے شکر گزار ہے اور بعوض و شکریہ اس احسان اور احسانات سابقہ گورنمنٹ کے (جو شمول دیگر رعایا خصوصاً اہل اسلام اس فرقہ پر مبذول ہیں) علی الخصوص احسان آزادی مذہبی کے (جس سے یہ فرقہ عام اہل اسلام سے بڑھ کر ایک خصوصیت کے ساتھ فائدہ اٹھا رہا ہے)"[2]

ایک جگہ تو پوری صراحت کے ساتھ غیر مقلدین کی آزاد روی کو انگریزی حکومت کے اشارہ ابرو کا مرہون منت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ لوگ (غیر مقلدین) اپنے دین میں وہی آزادگی برتتے ہیں، جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا ہے، خصوصاً دربار دہلی میں جو سب دربار کا سردار ہے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ آزادگی سرکار برٹش کو یا اُن کو جو اس حکومت میں اظہار

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ ج ۹ شمارہ ۷، ص ۲۰۶

[2] ایضاً، ص ۲۰۳

zratnetwork.org

اپنی آزادگی مذہب خاص کا کرتے ہیں مبارک رہے۔ اب تامل کرنا چاہیے کہ دشمن سرکار کا وہ ہوگا جو کسی قید میں اسیر (مقلد) ہے یا وہ ہوگا جو آزاد و فقیر (غیر مقلد) ہے۔[1]

محمد حسین بٹالوی اپنے فرقے کا تعلق تمام سلف صالحین سے قطع کر کے صرف نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقلد ہونا ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ فرقہ اہل حدیث بجز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی (ابوبکر، عمر فاروق، علی مرتضیٰ، عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کسی تابعی (حسن بصری، زہری، سعید بن المسیب وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کسی امام (ابوحنیفہ، شافعی، مالک، احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کسی صوفی (جنید بغدادی، شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کسی مولوی زندہ یا مردہ کا محض مقلد نہیں ہے اور اسی وجہ سے اس گروہ کا نام ان کے مخالفوں نے لامذہب و غیر مقلد رکھا ہوا ہے۔[2]

گویا صِرَاطَ الَّذِينَ أَنعَمتَ عَلَيهِم والا صراط مستقیم فرسودہ ہو چکا تھا اس لیے نئے راستے کی ضرورت پیدا ہوئی۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اس فرقہ کے نو پیدا ہونے کی شہادت دیتے ہیں:

فقد نبتت فی هذا الزمان فرقة ذات سمعة وریاء تدعی لانفسها علم الحدیث والقرآن والعمل بهما علی العلات فی کل شان مع انها لیست فی شیئ من اصل العلم والعمل والعرفان[3]

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمان وہابیہ، ص ۳

[2] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۹، شمارہ ۳، ص ۷۲

[3] صدیق حسن خاں بھوپالی، الحطہ (اسلامی اکیڈمی لاہور) ص ۱۵۲

network.org

اس زمانہ میں نمائش اور ریاکاری کا عادی فرقہ پیدا ہوا ہے جو اپنے علاتی بھائیوں (احناف) کے مقابل حدیث و قرآن کے علم اور ہر معاملے میں قرآن و حدیث پر عمل کا دعویٰ کرتا ہے، حالانکہ علم، عمل اور معرفت میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔

میاں نذیر حسین دہلوی کے استاذ اور خسر مولانا عبدالخالق فرماتے ہیں،

"سو بانی مبانی اس طریقہ احداث (غیر مقلدین) کا عبدالحق ہے جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے۔"[1]

مولوی محمد شاہ شاہجہانپوری جو خود غیر مقلد ہیں، لکھتے ہیں،

"کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں، مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔

اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں، مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔"[2]

تقلید ائمہ اور اجماع کا انکار

ہندوستان کے مسلمانوں کی عظیم اکثریت مذہب حنفی سے وابستہ تھی۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں،

---

[1] عبدالخالق، مولانا، تنبیہ الضالین (مطبع ریاض ہند، آگرہ) ص ۲

[2] بشیر احمد قادری، اہل حدیث اور انگریز (ابوحنیفہ اکیڈمی فقیر والی) ص ۱۶-۱۵
بحوالہ الارشاد الی سبیل الرشاد، ص ۱۳

nazratnetwork.org

"اور سند کے اکثر حنفی اور بعض شیعے اور کتر اہل حدیث ہیں۔" [1]

ایسے عالم میں تشکیک کی فضا قائم کرنا اور عامۃ المسلمین کو ائمہ دین کی پیروی سے منع کرنا، وحدتِ ملی کے عدم کرنے کی جانب پہلا قدم تھا، غیر مقلدین کے پہلے امام شاہ اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

"اس زمانے میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں کتنے پہلوؤں کی رسوں کو پکڑتے ہیں۔ کتنے قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں اور کتنے مولویوں کی باتوں کو جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی اجتہاد سے نکالی ہیں، سند پکڑتے ہیں اور سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ و رسول کے کلام کو اصل رکھے اور اس کی سند پکڑتے۔" [2]

حالانکہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ مقلدین قرآن و حدیث کے ان احکام پر عمل کرتے ہیں جو ائمہ دین نے بیان کیے جن کے علم و فضل اور تقویٰ و دیانت پر تمام دنیا کے مسلمان متفق ہیں، جبکہ غیر مقلدین براہ راست قرآن و حدیث سے احکام حاصل کرنے اور اجتہاد کے مدعی ہیں، ان غیر مقلدین کو قرآن و حدیث کے فہم میں ائمہ مجتہدین سے کیا نسبت؟ جن کی جلالت اور ثقاہت پر دنیا کے تمام مسلمان متفق ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فاذا کان جاهل فی بلاد الهند او بلاد ما وراء النهر ولیس هناك عالم شافعی ولا مالکی ولا حنبلی ولا کتاب من کتب هذه المذاهب وجب علیه ان یقلد لمذهب ابی حنیفة ویحرم علیه ان یخرج من مذهبه لانه حینئذ یخلع ربقة الشریعة ویبقی سدا مهملا۔ [3]

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمان وہابیہ، ص ۵۷

[2] اسمٰعیل دہلوی، تقویۃ الایمان (اخبار محمدی دہلی) ص ۲

[3] ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ، الانصاف (مکتبہ الشیخ استانبول) ص ۲۲

zratnetwork.org

"جب ہند اور ماوراء النہر کے شہروں میں کوئی بے علم شخص ہو اور وہاں کوئی شافعی، مالکی اور حنبلی عالم نہ ہو اور ان مذاہب کی کوئی کتاب بھی نہ ہو تو اس پر امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقلید واجب ہے اور اس پر حرام ہے کہ امام کے مذہب کو ترک کرے کیونکہ وہ اس وقت شریعت کا قلادہ (گلے سے) اتار پھینکے گا اور بے کار اور مہمل رہ جائے گا۔"

چھوٹا منہ اور بڑی بات

نواب صدیق حسن خاں اپنے زمانہ کے مدعیانِ علم کے بارے میں لکھتے ہیں، اس سے واضح ہو جاتے گا کہ عالم کون ہے اور بے علم کون؟

ان قصاری نظر ابناء هذا الزمان فی علم الحدیث فی مشارق الانوار فان ترفعت الی مصابیح البغوی ظننت انها تصل الی درجة المحدثین وما ذاك الا لجهلهم بالحدیث بل لو حفظهما عن ظهر قلب وضم الیهما من المتون مثلهما لم یکن محدثا رحتی یلج الجمل فی سم الخیاط وانما الذی یعده اهل الزمان بالغا الی النهایة ویناهونه محدث المحدثین وبخاری العصر من اشتغل بجامع الاصول لابن الاثیر مع حفظ علوم الحدیث لابن الصلاح او التقریب للنووی الا انه لیس فی شیئ من رتبة المحدثین لہ

لہ صدیق حسن خاں بھوپالی، الحطہ، ص ۱۵۲

ahazratnetwork.org

"علم حدیث میں ہمارے معاصرین کی نظر زیادہ سے زیادہ مشارق الانوار تک ہے اور اگر وہ امام بغوی کی مصابیح تک پہنچ جائیں تو اس زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ درجۂ محدثین تک پہنچ گئے ہیں، حالانکہ وہ اگر ان دونوں کتابوں کو زبانی یاد کر لیں اور ان کے علاوہ دیگر متون بھی حفظ کر لیں تو وہ محدث نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے۔

ہمارے معاصرین جسے انتہا کو پہنچا ہوا شمار کرتے ہیں اور اسے محدثوں کا محدث اور بخاری عصر کہتے ہیں وہ ہے جو ابن اثیر کی جامع الاصول (کے پڑھنے پڑھانے) میں مصروف ہو اور ابن صلاح کی علوم الحدیث یا امام نووی کی تقریب اسے یاد ہو حالانکہ اسے محدثین کا کوئی مرتبہ حاصل نہیں ہے۔"

خود نواب صاحب نے ائمۂ مجتہدین کی راہ پر چلنے سے جا بجا انکار کیا ہے اور دنیا بھر کے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مسلمانوں کے اجماع کو قبول کرنے سے گریز کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں،

"ہم ایک خدا کے ماننے والے اور ایک نبی برحق کی چال چلنے والے اپنے تئیں کسی اگلے بڑے اماموں کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ نہ اپنے تئیں حنفی اور شافعی کہتے ہیں اور نہ حنبلی اور مالکی کہنے سے راضی ہوتے ہیں۔" [1]

اس سے چند سطر بعد اجماع کو نظر انداز کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب و سنت (اجماع کا کوئی ذکر نہیں) کی دلیلوں کو اپنا دستور العمل ٹھیراتے ہیں اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں۔" [2]

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمان وہابیہ، ص ۱۹

[2] ایضاً، ص ۲۰

athetwork.org

ائمہ مجتہدین کے اجتہادات کو مکر و فریب اور امت مسلمہ کی غالب اکثریت کو خرابیوں کے جال میں گرفتار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں،

"اور یہ ظاہر ہے کہ سرچشمہ سارے جھوٹے حیلوں اور مکروں کا اور کان تمام فریبوں اور دغابازیوں کی علم والے (اجتہاد) ہے جو مسلمانوں میں بعد پیغمبر برحق کے پھیلا ہے اور مہاجال ان سب خرابیوں کا بول چال ضہار اور مقلدین کی ہے۔"[1]

چند سطر بعد اس سے بھی آگے کی خبر دیتے ہیں اور لکھتے ہیں،

"غرض یہ کہ اگر غور سے دیکھو اور خوب خیال کرو، تو سارے عالم کا فساد اور تمام خرابیوں کی بنیاد یہی گروہ ہے جو اپنے آپ کو کسی مذہب وغیرہ کا مقلد کہتا ہے۔"[2]

نواب وحید الزمان جو خود بھی غیر مقلد ہیں اپنے بھائیوں کو تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں، انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین اور صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر، صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں، حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے، اس کو بھی نہیں سنتے ہیں۔"[3]

غیر مقلدین کی تقلید

لطف کی بات یہ کہ اکثر مجتہدین کی تقلید کو عار جاننے والے، ابن تیمیہ، ابن قیم اور قاضی شوکانی کے اقوال کے آگے مقلدانہ سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ نواب وحید الزمان صاحب

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمان وہابیہ، ص ۲۴

[2] ایضاً، ص ۲۴

[3] محمد عبد الحلیم چشتی، حیات وحید الزمان (طبع محمد کراچی) ص ۱۰۲ از کلمہ وحید اللغات، مادہ شرشب)

tnetwork.org

پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب شہید نور اللہ مرقدہم کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے۔ جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا بس اس کے پیچھے پڑ گئے، برا بھلا کہنے لگے۔

بھائیو! ذرا تو غور کرو اور انصاف کرو، جب تم نے ابو حنیفہ اور شافعی کی تقلید چھوڑی، تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟"[1]

اسی لیے میاں نذیر حسین دہلوی کے استاذ اور خسر مولانا عبدالخالق لکھتے ہیں،

"جیسے یہ نئے مذہب والے (غیر مقلدین) ہیں کہ کسی مذہب کو نہیں مانتے تو وہ مقرر اجماع امت مرحومہ کا مخالف ہے، اس کو محمدی خالص جاننا عین ضلالت ہے۔"[2]

مولانا عبدالحی لکھنوی اس قسم کے نو پید افرقوں کے ظہور اور ان کے پیدا ہونے کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

ولعمری افساد هؤلاء الملاحدة وافساد اخوانهم الاصاغر المشهورين بغير المقلدين الذين سموا انفسهم باهل الحديث وشتان مابينهم وبين اهل الحديث قد شاع فی جميع بلاد الهند وبعض بلاد غير الهند فخربت به البلاد ووقع النزاع والعناد فالی الله

---

[1] محمد عبدالحلیم چشتی، حیات وحید الزماں (بحوالہ وحید اللغات) ص ۱۰۲

[2] عبدالخالق، مولانا، تنبیہ الضالین (مطبع ریاض ہند، آگرہ) ص ۳۹

etwork.org

المشتکیٰ والیہ المتضرع والملتجیٰ بدأ الدین غریبا وسیعود غریبا فطوبیٰ للغرباء۔

ولقد کان حدوث مثل ھؤلاء المفسدین والملحدین فی الازمنۃ السابقۃ فی ازمنۃ السلطنۃ الاسلامیۃ غیر مرۃ فقابلتھم اساطین الملۃ وسلاطین الامۃ بالصوارم المنکیۃ واجروا علیھم الجوائر المفنیۃ فاندفعت فتنتھم بھلاکھم ولما لم تبق فی بلاد الھند فی اعصارنا سلطنۃ اسلامیۃ ذات شوکۃ وقوۃ عمت الفتن وامتحنت عباد اللہ فی المحن فانا للہ وانا الیہ راجعون[1]۔

"ملحد شیرینیوں کے چھوٹے بھائی غیر مقلدین ہیں جنہوں نے اپنا نام اہل حدیث رکھا ہوا ہے، حالانکہ ان کے اور اہل حدیث کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ان دونوں فرقوں کا فساد ہندوستان کے تمام شہروں اور بیرون ہند کے بعض شہروں میں پھیل گیا ہے، چنانچہ شہر خراب ہو گئے اور جھگڑا اور عناد پیدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں شکایت، عاجزی اور التجا ہے، دین کی ابتدا غربت میں ہوئی اور وہ پھر غریب ہو جائے گا پس غربا کے لیے خوشخبری ہے۔

ایسے مفسدین اور ملحدین گزشتہ ادوار میں اسلامی سلطنت کے زمانے میں کئی دفعہ پیدا ہوتے رہے، ملتِ اسلامیہ کے سلاطین تلواروں سے ان کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کے خاتمہ کے لئے احکام صادر کرتے رہے چنانچہ ان کی

---

[1] عبدالحی لکھنوی، مولانا: الآثار المرفوعۃ (مکتبہ قدوسیہ، لاہور) ص ۹۰

azratnetwork.org

ہلاکت کے ساتھ ان کا فتنہ سرد ہوتا رہا اور جب ہمارے زمانے کے ہندوستان میں قوت و شوکت والی اسلامی سلطنت باقی نہ رہی تو فتنے عام ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو مصیبتوں میں ڈال دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں،

"راقم کو اگر کوئی ملنسر سے وہابی کہتا ہے تو تردید کی ضرورت نہیں سمجھتا لیکن اگر کوئی اہل حدیث کے نام سے یاد کرے تو اس سے برأت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اہل حدیث سے تحزب اور گروہ بندی کی بو آتی ہے۔" [1]

فرقہ قلیلہ

پاک و ہند میں غالب اکثریت سُنّی حنفی مسلمانوں کی رہی ہے۔ غیر مقلدین ہمیشہ تعداد میں کم رہے ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف خود انہیں بھی رہا ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے ہم خیال علماء کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"پھر خاص اپنے گروہ جو عام مسلمانوں کی نسبت ایسے ہیں جیسے آٹے میں نمک کی قلت پر اور عام مسلمانوں کی نظروں میں ان کی حقارت اور ذلت پر ترس کھائیں اس قلت اور ذلت کو اور نہ بڑھائیں۔" [2]

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں،

"خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔" [3]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں،

---

[1] مسعود عالم ندوی، حاشیہ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک (اظہار و مطبوعات سلیمانی ظاہر) ص ۲۹

[2] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۷، شمارہ ۱۲، ص ۳۷۰

[3] صدیق حسن بھوپالی، ترجمان وہابیہ ص ۱۰

network.org

حنفیہ نہیں ہے یہ ایک نئی جماعت ہے[1]

ان کا یہ قول بھی قابل لحاظ ہے:

اور سندھ کے مسلمان اکثر حنفی اور بعض شیعہ اور کثیر اہل حدیث ہیں[2]

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

امرتسر میں مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے،

اسی سال قبل پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے[3]

مگر فرمائیے کہ اس تمام ترقیت اور ترقی کے دور میں ہم پر یہ الزام

سواد اعظم احناف کو دینے سے باز نہیں آتے اور سراسر سیاہ کہہ دیتے ہیں،

اگر غور سے دیکھو اور غور خیال کرو تو سارے عالم کا فساد اور تمام فتنوں

کی بنیاد یہ ہے کہ ہر ایک آپ کو کسی مذہب حق کا مقلد کہتا ہے[4]

مطلب یہ ہوا کہ ہندوستان میں اسلام کی آمد سے آج تک کی جماعت غالب اکثریت

کے ساتھ موجود رہی وہ حنفی ہے اور جو فرقہ ہے وہ اٹھارویں صدی کے بعد پیدا ہوا

فیا للعجب!

مولوی بشیر احمد قادری دیوبندی لکھتے ہیں:

سارے عالم اسلام میں غیر مقلدین کا فرقہ اقلیت بھی نہیں ہے

پہلے تھا اور نہ ہی اب موجود ہے۔ صرف ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمان وہابیہ ص ۱۵

[2] ایضاً ص ۵۷

[3] ثناء اللہ امرتسری، نظم توحید (مطبوعہ سرگودھا) ص ۴

[4] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمان وہابیہ ص ۲۴

ahazratnetwork.org

یہ فرقہ کہیں کہیں پایا جاتا ہے، لیکن ہندوستان میں انگریز کی حکمرانی سے قبل اس گروہ کا کہیں بھی نام و نشان تک نہ تھا۔ ہندوستان میں اس فرقہ کا ظہور و وجود، انگریز کی نظرِ کرم اور چشم التفات کا رہینِ منت ہے۔" [1]

فتنوں کا سرچشمہ

سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کا راستہ اور طریقہ، صرف صراط الذین انعمت علیہم کا مصداق ہے، بلکہ ان حضرات کی پیروی وہ بابرکت قلعہ ہے جس کے اندر رہنے والا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نئے نئے فتنوں سے محفوظ اور مامون رہتا ہے اور جب کوئی شخص ان حفاظتی حدود کو پھلانگ جاتا ہے، تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کس گڑھے میں جا گرے گا۔

غیر مقلدین نے اتباعِ ائمہ کی رسّی اپنی گردن سے کیا اتاری کہ جو شخص جس شکاری کی زد میں آیا، اسی کے جال میں گرفتار ہو گیا۔

غیر مقلد عالم قاضی عبدالاحد خانپوری لکھتے ہیں،

"پس اس زمانہ کے جملہ فرقے اہل حدیث مبتدعین، مخالفین، سلف صالحین جو حقیقت ما جاء بہ الرسول سے جاہل ہیں، وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں، شیعہ و روافض کے، یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دلیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف، یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دلیز اور مدخل ہیں، ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہٖ مثل اہل تشیع۔" [2]

محمد سعید الرحمٰن علوی دیوبندی لکھتے ہیں،

---

[1] بشیر احمد قادری، اہل حدیث اور انگریز (ابو حنیفہ اکیڈمی، فقیر والی)، ص ۲

[2] ایضاً، غیر مقلدین اپنے اکابر کی نظر میں (مطبوعہ فقیر والی)، ص ۳

network.org

"دعویٰ تو اہل حدیث ہونے کا ہے لیکن حالت یہ ہے کہ نیچریت، انکار حدیث، قادیانیت سمیت اکثر و بیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے پیدا ہوئے۔"[1]

محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

"سر سید کا مذہب اسلامی دنیا کو معلوم ہے کہ عقلی تاویلات اور ملاحدۂ یورپ کے خیالات تھے، چند روز انہوں نے اہل حدیث کہلایا۔"[2]

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں،

"سید احمد خاں سی ایس آئی وہابی وہابیت کا کرتے ہیں۔"[3]

محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

"قادیان میں مرزا پیدا ہوا تو اس کو بھی اہل حدیث کے مولوی حکیم نور الدین بھیروی، بھونی اور مولوی احسن امروہوی بھوپالی نے وعلیکم یا لبیک کہا۔"[4]

فتنۂ انکار حدیث (چکڑالوی مذہب) نے مسجد چینیانوالی میں جو اہلحدیث کی مسجد ہے، جنم لیا اور چنڈو محکم الدین وغیرہ (جو اہل حدیث کہلاتے تھے) کی گود میں نشوونما پایا اور یہی مسجد بانی مذہب چکڑالوی کا ہیڈ کوارٹر بنایا گیا۔[5]

آج کل احسان الٰہی ظہیر اسی مسجد کے خطیب ہیں۔

مولوی بشیر احمد قادری دیوبندی لکھتے ہیں،

"اس مقصد کے لیے بھی غیر مقلدین نے اس (انگریز) کو جس نہایت موزوں افراد فراہم کیے۔ یہ تھے لاہور کی چینیانوالی مسجد کے خطیب عبداللہ چکڑالوی"

---

[1] بشیر احمد قادری، اہل حدیث اور انگریز (مقدمہ) ص ۲

[2] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۹ شمارہ ۸، ص ۲۵۲

[3] صدیق حسن بھوپالی، ترجمان وہابیہ ص ۵۷

[4] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۹ شمارہ ۸، ص ۲۵۲

thenetwork.org

غیر مقلد ہونا آسان

"غیر مقلد ہونا تو بہت آسان ہے، البتہ مقلد ہونا مشکل ہے، کیونکہ غیر مقلدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کر لیا، جسے چاہا بدعت کہہ دیا، جسے چاہا سنت کہہ دیا کوئی معیار ہی نہیں، مگر مقلد ایسا نہیں کر سکتا، اس کو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں۔ اس کھیت میں منہ مارا، اُس کھیت میں منہ مارا، نہ کوئی کھونٹا ہے نہ تھان ہے۔"[1]

ادب و تہذیب سے دُور

اکثر پکے محب دنیا ہیں، بزرگوں سے بدگمانی اس قدر بڑھی ہوئی ہے جس کا کوئی حد و حساب نہیں اور اس سے آگے بڑھ کر یہ ہے کہ بدزبانی تک پہنچے رہتے ہیں۔ ادب اور تہذیب ان کو چھو بھی نہیں گئے۔ ہاں بعض محتاط بھی ہیں۔ وقلیل ماھم[2] (اور وہ بہت تھوڑے ہیں)

نیت پر بھی شبہ

بعض غیر مقلدوں میں تشدد بہت ہوتا ہے۔ عصبیت میں بتلا ہوتا ہے اور مجھے تو الا ماشاء اللہ ان کی نیت پر بھی شبہ ہے۔ سنت سمجھ کر شاید ہی کوئی

---

[1] محمد اشرف علی تھانوی، افاضات یومیہ، ج ۴، ص ۲۹۴

[2] ایضاً، ج ۱، ص ۲۲۲

[3] ایضاً، ج ۱، ص ۲۲۳

zratnetwork.org

عمل کرتے ہوں، مشکل ہی سا معلوم ہوتا ہے۔[1]

ابطالِ سنّت

"آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تو سوءِ ظن کا خاص مرض ہے۔ کسی کے ساتھ بھی حسنِ ظن نہیں رکھتے۔ بڑے ہی جری ہوتے ہیں، جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں جو چاہیں کہہ ڈالتے ہیں۔ ایک سنّت کی حمایت میں دوسری سنّت کا ابطال کرنے لگتے ہیں۔"[2]

فتنوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے

ہفت روزہ نظام الدین لاہور کے سابق مدیر، محمد سعید الرحمٰن علوی لکھتے ہیں،

"دعویٰ اہلِ حدیث ہونے کا ہے لیکن حالت یہ ہے کہ نیچریت، انکارِ حدیث، قادیانیت سمیت اکثر و بیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں۔"[3]

انگریز کی نظرِ کرم کا ثمرہ فرقہ

مولوی بشیر احمد قادری دیوبندی، مدرس مدرسہ قاسم العلوم، خیر والی لکھتے ہیں،

"ہندوستان میں اس فرقے کا ظہور و وجود، انگریز کی نظرِ کرم اور چشم التفات کا ثمرہ منت ہے۔ ہندوستان میں جب انگریز نے اپنے منحوس قدم جمائے تو اُس نے مسلمانوں میں انتشار و نفاق، اختلاف و افتراق اور تشتت و امر کو

---

[1] محمد اشرف علی تھانوی، افاضاتِ یومیہ ج ۱۱، ص ۳۰۹

[2] ایضاً، ج ۲، ص ۳۲۲

[3] محمد سعید الرحمٰن علوی، تقدیم اہلِ حدیث اور انگریز (ہینڈ بل) خیر والی، ص ۳

alahazratnetwork.org

مگر اہل حدیث انہیں کن القاب سے یاد کرتے ہیں) مولوی نور محمد[1] کی تصنیف شہباز شریعت کا مطالعہ کیجیے، وہ لکھتے ہیں،

اپ جامی کتھ سبھو کیا اندر تحفے کفراں والے
جو جامی رُومی دے پھلگ وہ کافر ٹرن منہ کالے
مثنوی رُومی دے وچہ جامی شارح چک چلایا
ہلکیاں گتیاں والے چکوں رکھیں شرم خدایا

یاد رہے کہ علامہ اقبال، پیر رومی کے اس قدر عقیدت مند ہیں کہ اپنے کلام میں جابجا اُن کے ارشادات کا تذکرہ کرتے ہیں اور مولانا جامی کی منظومات کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ؎

گشتہ انداز کلاجامیم
نظم و نثر او علاج خامیم

اللہ تعالیٰ بزرگان دین کی بے ادبی اور گستاخی سے محفوظ رکھے۔

عامۃ المسلمین کو بات بات پر مشرک قرار دینا تو اس قوم کا دل پسند مشغلہ ہے۔ ذیل کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو، کس بے دردی سے تمام اُمت مسلمہ کو مشرک قرار دیا ہے اور غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو بھی اسی زمرے میں داخل کر دیا ہے۔ ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں،

"پھر اللہ ایک ایسی باؤ (ہوا) بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مر جائیں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں رہے گی اللہ کی تعظیم، نہ رسول کی راہ پر چلنے کا شوق، بلکہ باپ دادوں کی رسموں کی سند پکڑنے لگیں گے اسی طرح سے شرک میں پڑ جائیں گے ..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے

---

[1] نور محمد، مولوی: شہباز شریعت (مطبع محمدی لاہور) ص ۲-۱۲۲

ratnetwork.org

موافق ہوا۔[1]

ان چند حوالوں کے پیش کرنے کا مقصد اس ذہنیت کی نشان دہی کرنا ہے جو اہل حدیث کا امتیازی وصف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے:

تحقیق الفتویٰ	علامہ فضل حق خیر آبادی
اطیب البیان	مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
الکوکبۃ الشہابیہ	امام احمد رضا بریلوی
مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان	مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی

تبدیلیٔ عنوان

سید احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل دہلوی نے اگر اربعہ کے طریقے پر چلنے کو غیر ضروری قرار دیا اور کہا کہ ان چاروں مسالک سے جو کتاب و سنت کے قریب ہو اس پر عمل کر لیا جائے اور کسی درپیش مسئلہ میں کسی بھی امام کے قول پر عمل کر لینا چاہیے۔ کسی ایک معین امام کی تقلید ضروری نہیں ہے۔ اس فرقے کا نام سید صاحب کی نسبت سے "احمدی" رکھا گیا۔[2] سید صاحب کی وفات کے بعد ان کے متقدین میں مزید شدت پیدا ہو گئی اور انہوں نے اپنے افکار کے ساتھ ساتھ نئے نئے نام تجویز کرنا شروع کر دیئے۔ پہلے محمدی پھر موحد اور آخر میں اہل حدیث نام تجویز کیا۔ مولوی محمد شاہجہانپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے"

(الارشاد الی سبیل الرشاد، ص ۱۳)[3]

---

[1] محمد اسمٰعیل دہلوی، تقویۃ الایمان (دہلی) ص ۵۲

[2] محمد علی قصوری، مشاہدات کابل و افغانستان (انجمن ترقی اردو کراچی) ص ۱۰۶

[3] بشیر احمد قادری، غیر مقلدین اپنے اکابر کی نظر میں ص ۱۷

zratnetwork.org

غیر مقلدین کے مخالفین انہیں وہابی کے نام سے یاد کرتے تھے، حکومت کے کاغذات میں بھی یہی نام استعمال ہوتا تھا۔ غیر مقلدین کے مشہور راہنما مولوی محمد حسین بٹالوی نے باقاعدہ درخواست دے کر انگریزی حکومت سے اپنا نام "اہل حدیث" الاٹ کرایا اور حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو درخواست حکومت کو دی، اس کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں،

- لفظ وہابی ایسے دو برے معنوں میں مستعمل ہے جن سے گروہ اہل حدیث کی برات و نفرت ثابت ہے ..... لہٰذا اہل حدیث اپنے حق میں اس لفظ کی استعمال جائز نہیں جانتے اور اس کو لائبل (رمزیل چسپیت) لفظ خیال کرتے ہیں۔ جیسا کہ مومن، لفظ کا ذکر کر یا مسلمان، لفظ حلال خور کو۔

اور اپنی مہربان گورنمنٹ اور خواص ملک سے وہ اصرار کے ساتھ یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس لفظ سے اس گروہ کو مخاطب نہ کیا کریں۔

- یہ فرقہ گورنمنٹ کا دلی خیر خواہ، گورنمنٹ سے اس درخواست کرنے کی جرأت کرتا ہے کہ گورنمنٹ اپنی خیر خواہ رعایا کی نسبت ایسے لفظ کا استعمال قطعاً ترک کرے۔

یہ درخواست ۱۹ جنوری ۱۸۸۷ء کو منظور ہوئی۔ بٹالوی صاحب نے اس کا تذکرہ تمام تر معنویت کے ساتھ کیا، لکھتے ہیں،

اس درخواست کو ہمارے رحم دل اور فیاض لفٹیننٹ گورنر پنجاب سر چارلس ایچی سن صاحب بہادر بالقابہ نے معرض قبول میں جگہ دی اور بڑے زور کے ساتھ گورنمنٹ ہند کی خدمت میں اس کی قبولیت کے لیے سفارش کی۔

مسلمانوں کے حال پر رحم فرما دہر دل عزیز وائسرائے و گورنر جنرل لارڈ

nzratnetwork.org

ڈفرن یا لکھا رہنے بھی سر چارلس لیپل صاحب بالقابہ کی رائے نظر سے
اتفاق رائے ظاہر فرمایا اور سرکاری کاغذات میں اس لفظ کے استعمال سے
ممانعت کا حکم فرمایا ہے۔

نام کی تبدیلی کا اہم فائدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

منجملہ ان نتائج کے جو ۱۹۱۱ء میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک عمدہ نتیجہ یہ ہے
کہ اس رسالہ (اشاعۃ السنۃ) نے گورنمنٹ پر اہل حدیث کی وفاداری
ثابت کردی اور ان کے حق میں لفظ وہابی کا (جو نادانستہ قصوں کے ذریعہ میں ان کی
وفاداری میں شبہ انداز تھا) استعمال حکماً موقوف کرادیا۔ [1]

اگست ۱۹۱۲ء میں مولوی محمد حسین بٹالوی مشمولہ گئے تو رپورٹ مردم شماری میں
بعض جگہ اہل حدیث کے لیے لفظ وہابی لکھا ہوا دیکھا۔ چنانچہ انہوں نے سپرنٹنڈنٹ مردم شماری
پنجاب، آئی۔ اے نوٹ کو ایک درخواست دی جس میں تین لکھتاں کے بل زیر گئے
"از راہ مہربانی واقعات پر دین اس لکھ نیم (بنام) کو اپنے شمار میں
دیا جائے۔ جو اس لقب کو اپنے حق میں کوئی اہل حدیث استعمال
نہیں کرتا بلکہ
کے روز بعد یہ درخواست اپنے سفارشی ریمارک کے ساتھ گورنمنٹ پنجاب
کو بھیج دی۔ بٹالوی صاحب لفٹیننٹ گورنر پنجاب کو خط لکھ کر اس معاملہ کی طرف
توجہ دلائی۔

"جس پر ہمارے بیدار مغز جزو رس تاجور لفٹیننٹ گورنر سر چارلس ریوز صاحب

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۹، شمارہ ۷، ص ۹-۱۹۷
[2] ایضاً، ج ۱۰، شمارہ ۱، ص ۷
[3] ایضاً، ج ۱۹، شمارہ ۹، ص ۱

azratnetwork.org

بہادر نے حکم صادر فرمایا کہ جن کا غذاتِ مردم شماری میں لفظ "وہابی" لکھا گیا، ان کو ردی کر کے از سرِ نو کاغذات چھپائے جائیں۔"[1]

ہندوستان کی برطانوی حکومت نے ۱۸۸۱ء کی مردم شماری رپورٹ میں اس فرقے کا اندراج "وہابی" کے تحت کیا ہے۔[2]

لیکن بعد کی رپورٹوں میں ان کی درخواست پر ان کے فرقہ کو اہل حدیث کے عروف تحت لا سے ہیں۔

روز نے اس فرقہ کے عقائد کی تفصیلات تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے:

اس فرقے کے پیرو دیگر تمام مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں۔[3]

They call the rest of the Muhammadans Mushrik

ان تفصیلات سے اس فرقہ کی حکومت سے وفاداری، حکومت کی نگاہ میں قدر و منزلت اور بٹالوی صاحب کی شبانہ روز تگ و دو کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

مستند خیر خواہ

نام کی اس تبدیلی کے فائدے پر اس انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے:

اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ پنجاب سے ایک سرکلر جاری

---

[1] محمد حسین بٹالوی: اشاعۃ السنۃ ج ۱۹، شمارہ ۶ ص ۲

[2] Robertson, D.C. : Census Report for the Panjab, Lahore, 1882, pp. 147-48.

[3] Rose, H. R : A Glossary of the Tribes and Castes of the Punjab and North West Frontier Province, Lahore, 1978, Vol. II p. 8

nazratnetwork.org

کرادیا کہ اہل حدیث کو وہابی کہنا لائبل (مزیل حیثیت) ہے خود گورنمنٹ پنجاب اور اس کے اعلیٰ حکام نے اپنی چٹھیوں میں اعتراف کیا ہے کہ اہل حدیث برٹش گورنمنٹ کے بدخواہ نہیں ہیں، بلکہ خیر خواہ ہیں۔[1]

اہل حدیث ——— اور انگریز

اس میں شک نہیں کہ غیر مقلدین سیاست جدیدہ سے بخوبی واقف واقع ہوئے ہیں، زمانے کے نشیب و فراز اور اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے گُر سے واقف ہیں، چاہے اس کے لیے کیسے ہی جائز اور ناجائز طریقے اختیار کرنا پڑیں۔

شاہ اسمٰعیل دہلوی خاندان ولی اللّٰہی میں امتیازی شخصیت کے حامل تھے علمی ماحول میں پیدا ہوئے، پلے بڑھے اور مروجہ علوم دینیہ حاصل کیے۔ گھڑ سواری اور تیراکی کے خاص طور پر شائق تھے۔ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں،

"اس کثرت سے پانی میں رہنے سے آپ کو جل مانس کا لقب دلوا دیا تھا"[2]

شاہ اسمٰعیل دہلوی کے مزاج میں ابتدا ہی سے آزادروی پائی جاتی تھی دہلی میں جب انہوں نے اپنے حنفی آباء و اجداد اور اساتذہ کے برعکس رفع یدین شروع کیا، تو ان کے چچا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے انہیں کہلا بھیجا کہ رفع یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ فتنہ پیدا ہوگا، انہوں نے جواب میں فوراً یہ حدیث پڑھ دی،

من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله اجر مائة شهيد

جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو اپنائے اس کے لیے سو شہید کا اجر ہے

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، جلد ۱۰، شمارہ ۱، ص ۱

[2] مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ (مکتبۃ السلام، لاہور) ص ۶۱

azratnetwork.org

اس پر شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے فرمایا،

"بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلافِ سنت ہو اور مانحن فیہ (زیرِ بحث مسئلہ) میں سنت کا مقابل خلافِ سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے اسی طرح ترکِ رفع بھی سنت ہے"[1]

اسی آزاد روی کا نتیجہ تھا کہ تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھی جس میں انبیاء و اولیاء کے حق میں ایسی زبان استعمال کی گئی جو قطعاً ان کے شایانِ شان نہ تھی۔ حافظ المسلمین کو بدعتی، مشرک اور اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ محمد اعظم بیگ لکھتے ہیں،

"اور انبیاء و اولیاء سو غیرہ بزرگوں کے لئے میں گستاخانہ کلام بیشتر ان سے ہوا ہے بموجب شان اس عظیم الشان گروہ کے ہے چنانچہ تقویۃ الایمان وغیرہ کے ان کے رسالوں نظم و نثر میں بہت جگہ اشارہ اس طرف ہے اور بہت عقائد جو متفق علیہ ہیں ان پر بڑے شد و مد سے یہ لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں اور تقلیدِ مذہب کو پسند نہیں کرتے تھے"[2]

اس ملفوظ کا خود انہیں بھی اعتراف تھا چنانچہ ایک مجلس میں شاہ اسمٰعیل دہلوی نے کہا،

"میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ بداحتیاطی الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے، مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے، شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہو گی مگر اس سے شورش ہو گی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے"[3]

---

[1] اشرف علی تھانوی، حکایاتِ اولیاء (دارالاشاعت کراچی) ص ۱۲۰-۱

[2] محمد اعظم بیگ، تواریخ حبیب الٰہ (کتور پریس لاہور، ۱۹۱۸ء) ص ۷۳۷

[3] روئداد جلسہ اڑ... حکایاتِ اولیاء ص ۱۰۳-۴

ahazratnetwork.org

حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی بدولت وہ شورش پیدا ہوئی جو کبھی ختم نہ ہو سکی اور مسلمانوں میں ایسی فرقہ وارانہ خلیج حائل ہو گئی کہ بعد میں اس کے پاٹنے کی کوئی سبیل پیدا نہ ہو سکی۔ انگریز کو ایسے ہی افراد کی ضرورت تھی جو مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کر دیں اور کبھی متحد نہ ہونے دیں۔ شاطر فرنگی کی سیاست کی بنیاد ہی یہ ہے کہ "لڑاؤ اور حکومت کرو"۔ اس مقصد کے لیے وہ لوگ قطعاً موزوں نہ تھے جو قدیم طریقوں پر سختی کے ساتھ قائم رہنے میں ہی اپنی بقا تصور کرتے ہوں۔ پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ شرکِ خفی کو شرکِ جلی قرار دینے کا اختیار کہاں سے حاصل ہو گیا؟ یہ تو خود شارع بننے کے مترادف ہے۔

انگریزوں نے تقویۃ الایمان کو اس قدر اہمیت دی کہ اس کا انگریزی ترجمہ کرا کر شائع کیا، ظاہر ہے کہ بلاوجہ اتنی اہمیت نہیں دی گئی۔ سر سید لکھتے ہیں:

"جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے، ان میں ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے، چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ٹرانزیکشنز آف سوسائٹی (لندن) کے رسالہ (جلد ۱۲، ۱۸۵۲ء) میں چھپا تھا"[1]

یہ انگریزی ترجمہ منشی شہامت علی نے کیا تھا جو ۱۸۵۴ء میں لندن سے شائع ہوا۔ شہامت علی نے دہلی کالج میں انگریزی تعلیم حاصل کی اور مختلف اوقات میں انگریزوں کے ترجمان کے عہدہ پر کام کرتا رہا۔ خاص طور پر اس نے سر سی۔ ایم وڈ (Wade) کے ساتھ منشی کے طور پر کام کیا تھا۔[2]

سید احمد بریلوی ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء میں رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں خاموشی پسند اور علم و تعلیم سے بے تعلق واقع ہوئے تھے۔ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

---

[1] (ا) سید احمد خاں، سر — مقالاتِ سر سید، مجلس ترقی ادب، لاہور، ج ۱۹، ص ۱۷۸

(ب) ایضاً — ج ۹، ص ۱۳۱

[2] منظور الحق صدیقی، پروفیسر — تاریخ حسن ابدال (طبع دوم) مکتبہ پاکستان (لاہور)، ص ۱۲۶

hazratnetwork.org

"یہ تعجب سے نظر کیا جاتا ہے کہ بزرگ سید بچپن میں اپنے غیر معمولی سکوت کی وجہ سے پرلے درجے کا غبی مشہور ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ اسے تعلیم دینا بے سود ہے، کبھی کچھ آئے جائے گا نہیں۔" [1]

"قرآن پاک پڑھنے کے بعد کریما پڑھنے کی باری آئی تو حال یہ تھا کریما کا پہلا مصرع خاصہ دشوار تھا، مگر یہ بھی بزرگ سید کو تین دن میں یاد ہوا تھا اس پر بھی کبھی کریما کو بھول گئے تو کبھی برجستہ ما کو دل سے محو کر دیا۔" [2]

بیس سال کی عمر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے پاس دہلی پہنچے اور دو سال اُن کے پاس رہے۔ ۲۳ سال کی عمر میں امیر خاں پنڈاری کے پاس مالوہ میں جا کر سواروں میں ملازم ہو گئے، پھر باڈی گارڈ افسر بنا دیے گئے۔ اسی دوران انہوں نے ایک اہم کارنامہ انجام دیا اور وہ یہ کہ امیر خاں جو انگریزوں سے برسرِ پیکار رہتا تھا، اس کی صلح انگریز سے کروا دی۔

"لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خاں، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب — سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشے میں اتارا تھا۔ آپ نے اسے یقین دلا دیا تھا کہ انگریزوں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا بھڑنا اگر تمہارے لیے بڑا نہیں ہے، تو تمہاری اولاد کے لیے سمِ قاتل کا اثر رکھتا ہے۔" [3]

ایک عرصہ بعد امیر خاں کی ملازمت ترک کر کے پھر دہلی پہنچے۔ شاہ اسمٰعیل دہلوی اور مولوی عبدالحی بلگرامی ایسے علماء سید صاحب کی اقتدا میں دو رکعت نماز ادا کر کے اتنا متاثر

---

[1] مرزا حیرت دہلوی — حیاتِ طیبہ — ص ۴۸۵
[2] ایضاً — ص ۴۸۶
[3] ایضاً — ص ۵۱۳

ratnetwork.org

ہوئے کہ حلقۂ بیعت میں داخل ہو گئے۔ [1]

کیا یہ تحریک انگریز کے خلاف تھی؟

سید صاحب کی صوفیانہ وضع قطع اور شاہ اسمٰعیل کا علم اور زور خطابت جمع ہوئے تو ایک قیادت کا سامان فراہم ہو گیا۔ طے پایا کہ جگہ جگہ دھنگہ کے سکھوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے چندہ اور افرادی قوت جمع کی جائے، چنانچہ اس پروگرام پر پورے زور شور سے عمل کیا گیا۔ جہاد سے پہلے مناسب معلوم ہوا کہ حج کر لیا جائے۔ ۱۲۳۶ھ میں ایک قافلہ کے ہمراہ سفر حج پر روانہ ہوئے۔ [2]

انگریزی قلمرو میں اس تمام کارروائی اور سفر حج کا تذکرہ کرتے ہوئے نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں:

"ان کو فضیل رسول بدایونی نے وہابی اور سرکار کا دشمن بتلایا، حالانکہ وہ کلکتہ تک گئے تھے اور ہزاروں مسلمان فوج انگریزی کے ان کے مرید ہوئے تھے، مگر انہوں نے کبھی یہ ارادہ (جہاد) ساتھ سرکار انگریزی کے ظاہر نہیں کیا اور نہ سرکار نے ان سے کچھ تعرض فرمایا، حالانکہ خاص کلکتہ سے سات سو آدمی اپنے ہمراہ لے کر حج کو گئے اور مدت دراز تک ہزاروں مریدوں کو ہمراہ لے کر ہندوستان کے شہروں میں وعظ و نصیحت کرتے پھرے۔" [3]

حج کے بعد زور شور سے سکھوں سے جہاد کے وعظ کہے گئے اور روانگی سے پہلے انگریزی حکومت سے باقاعدہ اجازت حاصل کی گئی۔

---

[1] محمد علی، سید: مخزن احمدی (مطبع مفید عام، آگرہ) ص ۲۵

[2] مرزا حیرت دہلوی: حیات طیبہ ص ۵۱۸

[3] صدیق حسن خان بھوپالی: ترجمان وہابیہ ص ۴۵

azratnetwork.org

سید صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمال کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرتے ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے۔ لفٹیننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں آپ سے کچھ سروکار نہیں۔ نہ ہم ایسی تیاری میں مانع ہیں۔[1]

اس وقت تک پنجاب اور موجودہ سرحد پر انگریز کا تسلط نہیں ہوا تھا۔ پنجاب سے ہری پور تک سکھوں کی حکومت تھی، ایسے میں سکھوں کے خلاف کارروائی کو انگریز ناپسندیدگی کی نگاہ سے کیوں دیکھتے؟ اس طرح تو اُن کی راہ کا ایک سنگِ گراں خود بخود دور ہو رہا تھا۔

سبط الحسن ضیغم لکھتے ہیں:

"تحریکِ مجاہدین کا قیام پنجاب کی سکھ حکومت کے خاتمے کے لیے عمل میں لایا گیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے اربابِ بست و کشاد بجا طور پر یہ سمجھتے تھے کہ اس تحریک سے ان کے دو مقاصد پورے ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ وادیٔ گنگ و جمن کی مسلم اشرافیہ کے ذہین نوجوان ترکِ وطن کر کے ان کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں اور دوسرے یہ کہ پنجابی (سکھ) حکومت کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں، جس سے دونوں قوتیں کمزور ہو رہی ہیں۔"

ضیغم صاحب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی تصنیف "برصغیر پاک و ہند کی ملتِ اسلامیہ" ص ۲۶۸-۲۶۹ کے حوالہ سے مزید لکھتے ہیں:

"اسی بنا پر کمپنی کے زیرِ تسلط علاقوں میں سید احمد اور شاہ اسمٰعیل کو کئی سہولتیں فراہم کی گئیں۔ انہیں نہ صرف ہر جگہ عوام سے خطاب کرنے کے مواقع فراہم کیے گئے۔ بلکہ ان کی تحریک کے لیے چندے کی فراہمی میں بھی انگریزوں نے تعاون

---

[1] مرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ ص ۵۲۳

nazratnetwork.org

کیا یہاں تک کہ ان مقامی ساہوکاروں پر انگلیسی عدالتوں میں مقدمہ چلانے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی جو اس روپے کو مجاہدین تک پہنچانے میں کوتاہی برستے تھے جو انہیں اس مقصد کے لیے دیا جاتا۔ علاوہ ازیں تیل کے کارخانوں اور دوسرے کاروباری اداروں کے مقامی مزدوروں کے جہاد میں حصہ لینے کے لیے مختلف مراعات حاصل کی گئیں۔"[1]

اس تفصیل سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ تحریک انگریزی حکومت کے خلاف قطعاً نہ تھی، اس سے تو گورنمنٹ کے مقاصد کی تکمیل ہو رہی تھی، سرحدی مسلمان اگر اس قسم کے خدشات کا اظہار کرتے تھے، تو ان کو بے بنیاد نہیں کہا جا سکتا:

"خلیفہ سید احمد پر شک کرتے تھے کہ یہ شاید انگریز کے مشورہ سے واسطے فتح اس ملک کے آیا ہے، جہاد کا نام فقط منی مقرر کیا ہوا ہے۔"[2]

اس تحریک کے ہندوستان میں رد عمل بابت ۱۸۲۷ء میں میٹکاف نے گورنر جنرل کو جو رپورٹ پیش کی، اس میں لکھا ہے:

"سید احمد، مولوی اسمٰعیل اور ان کے پیروکار ساتھیوں نے ہماری مسلمان رعایا کے قلب و ذہن پر جو گرفت کی ہے، لیکن ایک وسیع اثر انگیزی ضرور ترقی کی ہے رنجیت سنگھ کے زیر عملداری علاقوں پر ان (مجاہدین) کی عالیہ یلغار نے دہلی کی مسلم آبادی کے دلوں میں ان کی کامیابی کے لیے مطمئن بانہ جذبات موجزن کر دیئے ہیں، چنانچہ عام لوگوں کی کثیر تعداد اپنے گھر بار چھوڑ کر لشکر مجاہدین میں جا شامل ہوئی ہے اور فوجی ملازمین مستعفی ہو کر ان سے جا ملے ہیں کہا جاتا ہے کہ شاہ دہلی (بہادر شاہ ظفر) نے لوگوں میں اس جوش و جذبہ کے فروغ کی حوصلہ افزائی کی ہے۔"

---

[1] سید الحسن ضیغم، سید، ماہنامہ المعارف لاہور (فروری ۱۹۸۳ء) ص ۷۱

[2] محمد اعظم سہگل، تذکرہ مشاہیر سرحد، کوہاٹ، ۱۹۷۶ء، ص ۲۷۲

lahazratnetwork.org

Metcalfe reported the repercussions in India to the governor general in the following words: "Syed Ahmed, Maulvi Ismail, and their colleagues have established a very extensive, if not universal, influence over the minds of our Mohammedan subjects. During the period of their recent attack on Ranjit Singh's territories, the most fervent anxiety for their success pervaded the Mohammedan population of Delhi. Numbers quitted their homes and marched to join them, including some who resigned their employments in the Company's service, both the military and the civil branches, for that purpose. It is said that the King of Delhi encouraged this spirit." (FC 38 of 22.1.1827.) [1]

اس تحریک کے بارے میں تحقیق و دیانت کا فیصلہ یہی ہے کہ یہ انگریزوں کے خلاف ہرگز نہ تھی۔ اردو ادب کے مشہور محقق اور سید صاحب کے عقیدت مند حافظ محمود شیرانی نے ہنٹر کے نقطۂ نظر کی مدلل تردید ان الفاظ میں کی ہے:

"یہاں لفظ باغی پر میرا اعتراض ہے۔ سید صاحب (سید احمد) کے سرحد پہنچنے کے وقت پنجاب و سرحد میں انگریز کا نام و نشان تک نہ تھا۔ پھر سید صاحب نے انگریز سے کدھر بغاوت کی۔ سید صاحب کی تحریک ہندوستان میں شروع ہوئی اور ہندوستان میں پروان چڑھی اور یہ سب کچھ انگریز کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا تھا، چونکہ تحریک سکھوں کے خلاف تھی، اس لیے کمپنی نے دانستہ اغماض کیا اور اپنے علاقے میں اس تحریک کے دبانے کی کوشش نہیں کی اس لیے سید صاحب کو ہنٹر کا باغی لکھنا، اس لفظ کا غلط اور جلد بازانہ استعمال ہے۔"[2]

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

"یہ تمام بیّن ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز مخاصمت نہ تھی۔"[3]

---

[1] Khushwant Singh : History of the Sikhs, Delhi, Oxford University Press, 1977, Vol. I p. 272 F.n.

[2] مجلۂ تحقیق، حافظ محمود شیرانی نمبر (جلد ۲، شمارہ ۲-۳) پنجاب یونیورسٹی لاہور، ص ۲۴۸

[3] مرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ، ص ۵۲۲

سرسید لکھتے ہیں،

"جب صاحب کمشنر اور صاحب مجسٹریٹ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے گورنمنٹ کو اطلاع دی۔ گورنمنٹ نے ان کو صاف لکھا کہ تم کو اس معاملہ میں ہرگز دست اندازی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان کا ارادہ کچھ گورنمنٹ انگریز کے مقاصد کے خلاف نہیں ہے۔" [1]

خط کشیدہ الفاظ خاص طور پر توجہ طلب ہیں کہ کمپنی اس تحریک کو اپنے حق میں نہ صرف بے ضرر سمجھتی تھی، بلکہ اپنے مقاصد کے مطابق قرار دیتی تھی۔

کلکتہ میں جہاد کے موضوع پر تقریر ہو رہی تھی۔ سکھوں کے مظالم بیان کیے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ شاہ اسماعیل دہلوی نے جواب دیا،

"ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے، ایک تو اُن کی رعیت ہیں۔ دوسرے ہمارے مذہبی امکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے ——— بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور انہی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔" [2]

مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

"ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں اور اب پھر کہتے ہیں کہ مولانا اسمٰعیل شہید کا جہاد سکھوں سے تھا جو مسلمانوں کے مذہب سے تعرض کرتے تھے، نہ انگریزوں سے جن کو کسی مذہب سے

---

[1] سید احمد خاں، سر، مقالات سرسید (مجلس ترقی ادب، لاہور) ج ۹، ص ۱۴۲

[2] مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ (مطبع فاروقی، دہلی) ص ۲۹۴

تعرض نہیں ہے، بلکہ انگریزوں سے جہاد کرنے کو وہ برملا ناجائز کہتے تھے۔"

مشہور سکھ مؤرخ خوشونت سنگھ (Khushwant Singh) لکھتا ہے

The British government made no attempt to check this crusade against a state with which it had signed a treaty of friendship.

برٹش سرکار نے جس (سکھ) ریاست کے ساتھ تحریری معاہدہ دوستی کیا تھا اس کے خلاف ہونے والے جہاد کی راہ میں کوئی مزاحمت نہیں کی۔

مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

"جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔"

گرداب حیرت

مولوی محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں "مجاہدین" انگریزوں سے جہاد کرنے کو برملا ناجائز کہتے تھے۔" خوشونت سنگھ کہتا ہے: "برطانوی حکومت نے دوستوں کے خلاف مجاہدین کی کارروائی پر پابندی عائد نہ کی۔" مدنی صاحب کہتے ہیں کہ "انگریزوں نے جنگی سامان کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔" مقام حیرت ہے کہ آخری جنگ میں ایک انگریز ——— الیگزینڈر گارڈنر بھی مجاہدین کے شانہ بشانہ لڑ رہا تھا اور صرف شریک ہی نہیں بلکہ ایک دستے کا کمانڈر بھی تھا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انگریزوں نے مجاہدین کو کس حد تک امداد فراہم کی تھی اور اس

پروپیگنڈے کی حقیقت بھی بے نقاب ہوجاتی ہے کہ اس تحریک کا اصل مقصد انگریزی حکومت کا خاتمہ تھا۔ گارڈنر، سید صاحب تک کس طرح پہنچا؟ اس کی تفصیل خود اس نے بیان کی ہے:

"امیر (امانی کابل) دوست محمد خاں، نے مال غنیمت کو تو بخوشی منظور کیا، لیکن سونے جھوٹے لباس والے اہل سیف کے لشکر کو اپنی ملازمت میں قبول نہ کیا، یہ لوگ اپنے برخود غلط اعتماد سے پشیمان اور پریشان ہو کر ولایت باجوڑ کی طرف روانہ ہوئے تھے، وہاں انہیں میر عالم خاں نے اپنی ملازمت میں (سید احمد غازی کی امداد کے لیے) بھرتی کر لیا۔

سید صاحب اُس وقت سکھوں کے خلاف اپنی آخری لڑائی لڑ رہے تھے مذکورہ لشکر کی نفری دو سو پچاس تک کیسے پہنچ گئی؟ یہ امر واضح نہیں ہوتا۔

جونہی گارڈنر، سید صاحب کی صف آرائی کے مقام پر پہنچا اُس نے فتح کے ہاتھوں ان کی شکست و ہزیمت کا نظارا کیا، چنانچہ طالع آزما گارڈنر نے کسی معرکہ کے بغیر لوٹ مار کے مال سے اپنا حصہ وصول کیا اور اپنے زیر کمان فوجیوں کو برطانت کرتے ہوئے انہیں واپسی کا حکم دیا۔ اسے مال غنیمت کی بابت کن ذرائع سے اور کس طور ہوئی؟ یہ امر واضح نہیں۔

لے جنرل وینٹورا (Ventura) وہ پہلا غیر ملکی جنرل تھا جس نے رنجیت سنگھ کی فوج کو مغربی طرز پر تربیت دی، وہ ایک اطالوی تھا جو نپولین کی فوج میں جنرل رہ چکا تھا۔ وہ ۱۸۲۲ء میں لاہور پہنچا، اسے رنجیت سنگھ نے ملازم رکھ لیا، بہت بڑی تنخواہ اور جاگیریں دیں اور بڑی بڑی مہمات اس کے سپرد کی گئیں — ۳-۱۸۳۱ء میں (مجاہدین کے خلاف) جو مہمات روانہ کی گئیں، یہ اُن میں بھی شریک تھا، پھر اسے لاہور کا قاضی اور گورنر بنا دیا گیا۔

اصل عبارت یہ ہے:

The Amir gracefully accepted the booty, but declined the swords of "the men in buckram," who, doubtlessly repenting of their misplaced confidence, drifted into the Bajour country, and accepted service with Mir Alam Khan, who hired the band, swollen in some unexplained manner to 250 men, to Syad Ahmad Ghazi, then making his last stand against the Sikhs. Gardiner reached the Syad just in time to see him routed by Ventura, whereupon the adventurer retired, and sharing out the booty, dismissed his band. Where this booty came from is also unexplained.

اس تحریک کا مطالعہ کرنے والا یہ معلوم کرکے حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ یہ تحریک جو سکھوں کے خلاف تھی، اس کا ابتدائی تصادم مسلمانوں سے ہوا،

"سید صاحب نے پہلا جہاد سنی یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا جو ۱۸۳۰ء کا واقعہ ہے، اس کے بعد پائندہ خاں کو دعوت دی کہ سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرلو، وہ بیعت پر آمادہ نہ ہوا، تو اس پر کفر کا فتویٰ لگا کر اس پر چڑھائی کردی۔ پائندہ خاں جو تمام زندگی سکھوں کے خلاف برسرپیکار رہا، اس نے وقتی طور پر سکھوں سے صلح کرلی اور اپنا بیٹا جہاں داد خاں بہ طور ضمانت گروی رکھ کر دو پلٹن فوج حاصل کی..... اور مجاہدین سے اپنا علاقہ خالی کرالیا، بعد میں سکھوں کے ساتھ پائندہ خاں کی جنگیں بدستور ہوتی رہیں۔"[1]

---

[1] Grey : European Adventurers in Northern India, Lahore, 1929. pp. 224

الیگزنڈر گارڈنر جو بعد میں پنجاب آرمی میں کرنل کے عہدے پر فائز ہوا اور مجاہدین کی معیت میں تھا، اس نے اس لڑائی کا چشم دید بیان ان الفاظ میں کیا ہے،

"سید احمد اور مولوی عبدالحی اپنے بقیۃ السیف ہندوستانی پیروکاروں کی معیت میں سکھ فوج کے جنونی اکالیوں کا مقابلہ دست بدست جنگ میں نہایت بے جگری سے کر رہے تھے، انہیں اچانک یہ صورت پیش آئی کہ وہ اپنے لشکروں کی مجموعی قوت بازو سے کٹ کر رہ گئے۔ سید صاحب کا بڑا لشکر جو ان سے فاصلے پر تھا، اپنے قائد کے بغیر کسی اچھی جنگی مہارت کا مظاہرہ نہ کر پایا، جونہی میری نظر سید احمد اور مولوی عبدالحی کی جانب اٹھی، تو میں نے دیکھا کہ انہیں سینکڑوں ہتھیاروں سے چھید ڈالا گیا تھا۔ ان دونوں قائدین کے اردگرد جتنے لوگ تھے، ایک ایک کر کے قتل ہوئے (اور سید صاحب کی فوج کا بڑا حصہ اطراف و جوانب میں منتشر ہو گیا)

جس دم سید صاحب زخمی ہو کر گرے تو میدان سے صرف چند سو گز کا فاصلہ تھا، میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی فرشتہ نازل ہوا ہو اور روح کو بہشت کی طرف اٹھا کر لے گیا ہو اگرچہ ان کے بہت سے مریدوں نے بعد میں اپنی یادداشت سے یہ بیان کیا کہ انہوں نے حقیقتاً اس کا مشاہدہ کیا تھا۔"

اصل عبارت ملاحظہ ہو:

Alexander Gardner, who later became a colonel in the Punjab army and was with the crusaders at the time, gave an account of this skirmish in the following words:

لہ اس واقعہ میں غوثیت مشکوک کا مغالطہ واقع ہوا ہے، مولوی سے گارڈنر کی مراد مولوی اسماعیل دہلوی

'Syed Ahmed and the Maulvi (Abdul Haye), surrounded by his surviving Indian followers, were fighting desperately hand to hand with the equally fanatical Akalis of the Sikh army. They had been taken by surprise and isolated from the main body of the Syed's forces, which fought very badly without their leader. Even as I caught sight of the Syed and Maulvi they fell pierced by a hundred weapons. Those around them were slain to a man, and the main body dispersed in every direction. . . . I was literally within a few hundred yards of the Syed when he fell, but I did not see the angel descend and carry him off to paradise, although many of his followers remembered afterwards that they had seen it distinctly enough.'

[illegible] Gerson, pp. 171-

گارڈنر کون تھا؟

اس کا مختصر تعارف یہ ہے کہ وہ ایک مہم جو تھا۔ امریکہ میں ۱۷۸۵ء میں ایک ڈاکٹر کے ہاں پیدا ہوا۔ ۱۸۱۲ء میں مسراد ایران ہوتا ہوا افغانستان پہنچا اور امیر دوست محمد خاں کی افغانستان کے نتیجے امیر حبیب اللہ خاں کے ہاں ملازم ہوا۔ وہ چونکہ افغانستان کے سیاسی معاملات میں ملوث تھا، اس لیے قندھار میں گرفتار ہوا اور نو ماہ قید رہا۔ وہ موجودہ صوبہ سرحد میں اس وقت پہنچا جب مجاہدین سکھوں پر آخری حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے، اس نے اپنے آپ کو سید احمد بریلوی کے سامنے پیش کیا اور مجاہدین میں شامل ہو گیا۔ مجاہدین کی شکست کے بعد وہ رنجیت سنگھ کی فوج میں کرنل آف آرٹلری بنا دیا گیا۔ اس نے رنجیت سنگھ کی موت ۱۸۳۹ء تک اس کے لیے مہمات میں اہم خدمات انجام دیں۔ ۱۸۴۶ء میں گلاب سنگھ والی جموں و کشمیر کا ملازم ہو گیا اور اپنی موت ۱۸۷۷ء تک اسی خدمت پر مامور رہا۔ وہ سیالکوٹ میں دفن کیا گیا۔

تفصیل کے لیے دیکھیے،

Buckland, C. E. : Dictionary of Indian Biography, London,

Grey, C. :- European Adventurers of Northern India, ed. by Qureshi, Lahore, 1929, p. 278, 265-291.

Khushwant Singh :- Ranjit Singh, London, 1962, p. 164-66.

انوکھا معیارِ تحقیق

اس جماعت کے کارناموں کو منظرِ عام پر لانے میں مشہور مؤرخ غلام رسول مہر کا بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے تاریخ کی بنیاد حقائق پر رکھنے کی بجائے عقیدت پر رکھی ہے، خود اُن کا بیان ہے:

"میں مجاہدین کی شان و آبرو بہر حال قائم رکھنے کا قائل ہوں۔ اگر چہ وہ بعض سابقہ بیانات یا توجیہات سے میں مطابق نہ ہو۔" [1]

اب اگر کوئی شخص خالص تاریخی نکتہ نگاہ سے حقائق سے آگاہی حاصل کرنا چاہے تو اُسے اصل ماخذ کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ عقیدے اور عقیدت کے بنیاد پر تاریخ لکھنے والوں سے اطمینان میسر نہ ہو سکے گا۔

مقصدِ جہاد

کسی بھی کام کی خوبی یا خرابی میں اس کے مقصد کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ سید صاحب کی تحریک کا تمام تر زور سکھوں کی طرف تھا یا سرحدی مسلمانوں کی طرف انگریزوں کی طرف نہ تھا جیسا کہ اس سے پہلے باور کیا گیا۔ اس تحریک کے مقصد کا ایک دوسرا پہلو بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ مولوی سین احمد مدنی لکھتے ہیں:

"سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط و اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو شرکت کی دعوت دی اور اس میں صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ

ہوں گے۔ ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں کی حکومت کریں گے۔"[1]

اس پر علامہ ارشد القادری نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا:

"آپ ہی انصاف سے بتایئے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی میں سید صاحب کے اس نظریہ کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگریس کے رضا کاروں کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لادینی حکومت) قائم کرنے کے لیے اُٹھا تھا۔"[2]

زلولہ پر تبصرہ کرتے ہوئے عامر عثمانی، ایڈیٹر ماہنامہ تجلی، دیوبند نے علامہ ارشد القادری کے اس تبصرہ پر داد دینے میں کسی بخل سے کام نہیں لیا، وہ بطور اعتراف حقیقت لکھتے ہیں:

"ہم کتنی ہی جانبداری سے کام لیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس ریمارک [illegible] ہے لیکن معنوی اور منطقی اعتبار سے بھی اس میں کوئی نقص ہے، کوئی افتراء ہے، کوئی زیادتی ہے؟

کوئی شک نہیں اگر استاد محترم حضرت مدنی کے ارشادِ گرامی کو درست مان لیا جائے تو حضرت اسمٰعیل کی شہادت محض افساد بن جاتی ہے — ماذی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لیے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین نہیں، اس نصب العین میں کافر و مومن سب یکساں ہیں، اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا اُس شہادت سے بھلا کیا تعلق رکھے گا جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجہ میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا اجرِ آخرت کا موجب کیوں ہوگا؟"[3]

---

[1] خطبہ [illegible] ص ۲۰۷ [illegible] نقشِ حیات ص ۱۹۴

یہ کسی بریلوی کے رشحاتِ قلم نہیں ہیں، جنہیں تعصب قرار دے کر رد کر دیا جائے، یہ ان کے ایک عقیدت مند کا اعتراف ہے، جو بے ساختہ صفحۂ قرطاس پر منتقل ہو گیا ہے۔

دراصل اختلاف عقائد کے سبب، سید صاحب عامۃ المسلمین کو منافق قرار دیتے تھے اور ان کا خاتمہ بھی تحریک کے مقاصد میں اہم مقصد کی حیثیت رکھتا تھا۔ کون نہیں جانتا کہ سرحد اور افغانستان کے مسلمان کٹر سُنّی حنفی تھے۔ ان کے بارے میں سید صاحب، رئیس قلات، خان خاناں غلجائی کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں،

"جناب والا! خود غرضیں کے نواح میں منافقین پر چھاپے مارنا شروع کر دیں ..... اور میں بھی ادھر سے پشاور کے منافقوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ جب منافقین بدکار کی موجودگی سے وہ مقام پاک ہو جائے، تو میں ہلال آباد پہنچ جاؤں گا۔ اور اسی طرح پھر وہاں سے کابل جاؤں گا۔ اس طرح مردود منافقین جو پشاور سے قندھار تک پھیلے ہوئے ہیں، ان کے پاؤں ایسے اکھڑ جائیں گے۔" [1]

یہ کون سے لوگ ہیں جنہیں منافقین کہا جا رہا ہے اور جن کے استیصال کے لیے ایسے چوڑے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ سر سید کی زبانی سنیے،

"مجھ کو صدہا پہاڑی لوگوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، لیکن میری نظر سے آج تک کوئی پہاڑی پٹھان ایسا نہیں گزرا جو سوائے حنفی مذہب کے اور کسی مذہب کا پیرو ہو یا وہابیت کی جانب ذرا بھی میلان رکھتا ہو۔" [2]

تاریخ بنانے والے اہل قلم، سرحدی پٹھانوں کو غدار قرار دیتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ نظریاتی اور اعتقادی اختلاف کو برداشت کرنے کی بجائے جب تشدد کی راہ اختیار کی گئی، سیدھے سادے مسلمان پٹھان کو منافق قرار دیا گیا [illegible]

ان پر چھاپے مارے گئے ان کی بیوہ خواتین سے شادی کی گئی تو ان سے خیر خواہی کی توقع کس طرح کی جا سکتی تھی وہ بجا طور پر مجاہدین کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھا سکتے تھے۔

"ان کی سختیاں حد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں اور بعض اوقات بیوہ خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ ان سے نکاح کر لیں۔ اکثر بیوائیں جو بعض حالات میں نکاح ثانی کو ناپسند نہ کرتیں زبردستی مسجد میں لے جا کر نکاح پڑھا جاتا۔ . . . . . ان پاکباز مجاہدین سے اگر کوئی ناجائز فعل سرزد نہ بھی ہوتا تو ان کا یہ کام کہ رانڈ بیوہ کی عدت گزر جانے پر ان کا نکاح جبراً کر دینا خواہ اُن کی مرضی نہ بھی ہو اُن کو بدنام کرنے کے لیے کافی تھا۔"[1]

پھر پٹھانوں پر اپنے مذہبی عقائد ٹھونسنے کی بھی کوشش کی گئی جس میں کامیابی نہ ہو سکی۔

"پہاڑی قومیں ان کے عقائد کے مخالف تھیں اس لیے وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے۔"[2]

اس تشدد کا نتیجہ سوائے تباہی کے کچھ نہ نکلا،

"پھر کہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے، اس سبب سے اس قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دفاع کے سختوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کر دیا۔"[3]

اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ مفید رہے گا،

۱۔ سید احمد شہید کی صحیح تصویر	وحید احمد مسعود بدایونی
۲۔ امتیاز حق	راجا غلام محمد

---

[1] مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ (مطبوعہ لاہور) ص ۳۵۵

۳۔ حقائقِ تحریکِ بالاکوٹ — شاہ حسین گردیزی

۴۔ تاریخ ستادلیاں — سید مراد علی

۵۔ حقیقت افسانہ جہاد — سید نور محمد قادری

واقعۂ بالاکوٹ کے بعد

اس واقعہ کے بعد مجاہدین کی قیادت صادق پور کے علماء کے ہاتھ آئی، مولوی عنایت علی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ راجہ گلاب سنگھ والیٔ کشمیر سے برسرِ پیکار رہے۔ ان کے بڑے بھائی اور سید صاحب کے خلیفہ مولوی ولایت علی اس علاقہ میں پہنچے تو قیادت اُن کے سپرد کر دی گئی۔

ادھر ۱۸۴۹ء میں انگریزی تسلط پنجاب کو لپیٹ میں لے کر سرحد تک پہنچ چکا تھا انگریز جو اس سے پہلے اس تحریک کے پہنچنے کے مواقع فراہم کرتا رہا تھا، پنجاب سے سکھوں کا کانٹا نکل جانے پر اس نے مجاہدین کو مزید کام کرنے سے منع کر دیا کیونکہ اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں،

"کہنا یہ ہے اور صاف صاف کہ جب تک مجاہدین سکھوں سے الجھے رہے کمپنی کی حکومت خاموش اور غیر جانب دار رہی "سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے" پر ترکوں نے عمل کیا تھا" اُن کے اُستادوں نے اس فارمولے پر یہاں عمل کیا مقصود یہ تھا کہ مجاہدین اور سکھوں کی آویزش میں سرکارِ عالی کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہو رہے گا، لیکن جونہی پنجاب کا الحاق عمل میں آیا (۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء) کمپنی اور سرکار کی نظر میں مجاہدین سے بُرا کوئی نہیں تھا۔" [1]

عبدالرحیم نظیم آبادی لکھتے ہیں،

"اس اثنا میں ملکِ پنجاب گورنمنٹ برطانیہ کے تصرف میں آگیا تھا جب

گلاب سنگھ کا اکثر ملک مجاہدین کے قبضے میں آگیا اور وہ تاب مقابلہ کی نہ لا سکا۔
مایوس ہو کر سرکار انگریزی سے اعانت کا خواہاں ہوا۔"

اس وقت گورنمنٹ انگریزی نے ایک خط بنام مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی علیہما الرحمۃ کے لکھا کہ گلاب سنگھ نے سرکار انگریزی سے معاہدہ کیا ہے اور بموجب اس معاہدہ کے اب وہ گورنمنٹ کی حمایت میں ہے۔ اب اس سے لڑنا ہمیں گورنمنٹ سے لڑنا ہے، لہٰذا تم کو چاہیے کہ اب اس سے مت لڑو۔ . . . تب بڑے حضرت (مولوی ولایت علی) نے اس ملک کو چھوڑ کر سوات کے ملک میں ہمارا پانچ بالاکوٹ سے سوات جاتے ہوئے راستہ میں انگریزی فوج نے گھیر لیا۔ اس کے بعد کی تفصیل مولوی عبدالرحیم عظیم آبادی کی زبانی سنیے:

اس وقت مجاہدین و جملہ فوج لڑنے کو تیار تھی مگر جناب مولانا (ولایت علی) نے اپنی عادل گورنمنٹ سے لڑنا مصلحت نہ سمجھ کر اطاعت افسران انگریزی کر لی۔ ان افسروں نے مولانا کو بجائے جانے سوات کے مع لشکر طرف لاہور کے روانہ کر دیا۔ یہ دونوں حضرات مع فوج و توپ خانہ و جمیع سامان جنگ زیر نگرانی افواج انگریزی لاہور میں پہنچے۔ ان ایام میں جان لارنس صاحب بہادر چیف کمشنر پنجاب کے تھے، صاحب بہادر استقبال کر کے مولوی صاحب کو لاہور میں لائے اور بعد بیعت گلنگر کے یہ بات قرار پائی کہ یہ دونوں حضرات مع ہندوستانی مجاہدین کے اپنے وطن کو واپس جائیں اور کل اسلحہ مع توپ خانہ گورنمنٹ کے ہاتھ فروخت کر کے اس کی قیمت سے فوج کی بقایا تنخواہ دے کر برخاست کر دیں۔ اس وقت صرف پانچ سو مجاہدین آپ کے ساتھ رہ گئے تھے۔ سر جان لارنس صاحب بہادر

ممدوح نے خود اپنے ہی سے دعوت دی۔ تیسرے روز مولوی رجب علی صاحب نے جو میر منشی کمشنری پنجاب کے تھے، دعوت کی۔

بعد اس کے یہ لوگ بہ اعزاز و اکرام تمام علی مراحل کرتے ہوئے مع فوج مجاہدین پشاور پہنچے ..... پھر آپ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر تشریف لائے اور بدستور سابق وعظ و نصائح و مراقبہ و مشاہدہ میں مصروف ہوئے۔

اس طویل اقتباس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہ تحریک جو سرحد کے سکھوں اور وہاں کے مسلمانوں کے خلاف چلائی گئی تھی، اپنے متعلق انجام کار پہنچ کر ختم ہو گئی تھی۔

چند سال بعد مولوی ولایت علی اور عنایت علی وغیرہ اپنی جائدادیں فروخت کر کے ستانہ (سرحد) چلے گئے اور وہیں گوشہ نشین ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ستانہ اور سوات میں یہ لوگ کافی تعداد میں موجود تھے۔ ان کے نام ہندوستان سے مالی امداد اور متعلقین کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ انگریز نے جب سرحد میں اپنا تسلط جمانا چاہا، تو اس امداد کے سلسلے کو سختی سے بند کر دیا۔ ممانعت کے باوجود جن لوگوں نے یہ سلسلہ جاری رکھا، ان پر مقدمات چلائے گئے اور انہیں کڑی سزائیں دی گئیں۔ اس معاملہ میں صادق پور کے علماء سرفہرست تھے۔ یہ کہنا قطعاً درست نہیں ہے کہ ان حضرات نے انگریز کے خلاف جہاد میں حصہ لیا تھا اس لیے انہیں نشانۂ ستم بننا پڑا۔

سید طفیل احمد منگلوری جو سید صاحب کی تحریک کے دل و جان سے مداح ہیں لکھتے ہیں،

"یہ معاملہ متعدد بار گورنمنٹ ہند کے علم میں مقامی حکام کی طرف سے لایا گیا، جس پر کوئی باز پرس نہ کی گئی اور صرف نگرانی کا حکم دیا گیا۔

مگر ۱۸۶۳ء میں جب گورنمنٹ ہند نے سرحد میں پیش قدمی شروع کی تب اس

امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ہندوستان سے سرحد کے تعلقات بالکل قطع کر دیے جائیں، چنانچہ ۱۸۶۳ء سے ۱۸۷۰ء تک سرحدی محاربات کے دوران میں باشندگانِ ہند پر یکے بعد دیگرے پانچ مقدماتِ بغاوت چلائے گئے۔ ان مقدمات میں سب سے بڑے ملزمان پٹنہ کے خاندان کے لوگ اور ان کے دینی معتقدین تھے۔ مولوی ولایت علی کے بڑے صاحبزادے مولوی عبداللہ اپنے والد کے ساتھ ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ ان کے حقیقی چچا زاد بھائی مولوی عبدالرحیم اور آخر الذکر کے حقیقی ماموں مولوی یحییٰ علی اور مولوی احمداللہ سب کے سب ۱۸۶۴ء میں اس جرم میں ماخوذ ہوئے کہ انہوں نے اپنے عزیزوں سے خط و کتابت رکھی اور انہیں مالی امداد بھیجی۔ یہ سلسلہ ۱۸۴۷ء سے جاری تھا جبکہ حکام گورنمنٹ خود مجاہدین کی جمعیتوں کا روپیہ انہیں وصول کرا دیتے تھے۔ مولوی عبداللہ اور مولوی یحییٰ علی پٹنہ کے بڑے رؤسا میں سے تھے اور اول الذکر (مولوی عبداللہ) گورنمنٹ کے مسلم خیر خواہ تھے۔[۱]

۱۸۲۴ء اور اس کے بعد عرصہ تک سرمایہ کے سرحد منتقل کرنے پر انگریز نے کوئی پابندی نہ لگائی، بلکہ معاونت کی اور ۱۸۶۴ء کے بعد کیوں پابندی لگا دی؟ وجہ ظاہر ہے کہ انگریز کے مقاصد پورے ہو چکے تھے اور اب انگریز کی نظر میں ان لوگوں کے سرحد میں قیام کا کوئی جواز نہ تھا، لہٰذا اس نے ہندوستان سے سرحد آنے والی مالی امداد کا پوری سختی سے دروازہ بند کر دیا جس کے نتیجے میں سرحد میں بھڑپیں بھی ہوئیں۔

۴

گورنمنٹ سے روابط

مولوی محمد حسین بٹالوی، ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ، اہل حدیث کے فاضل اور فعال عالم اور اُن کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے، انہوں نے اپنے فرقہ کا رابطہ عقیدت و وفاداری برٹش گورنمنٹ سے قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

"کسی قوم کی ترقی (جس میں مذہبی ترقی بھی شامل ہے) دنیاوی اسباب سے قطع تعلق کرنے سے نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے اور موجودۃ الوقت سلطنت سے ارتباط اور اس کی پالیسی کی مراعاۃ اور اس کے عنصر عقیدت و انقیاد اور ارکانِ سلطنت سے رابطہ محبت و اتحاد اسبابِ دنیاوی سے ایک عمدہ اور قوی التاثیر سبب ہے۔"[1]

یہ خیال کسی کو پیدا نہ ہوا کہ مذہب بلا استعانت اسبابِ حسنِ معاشرت چل نہیں سکتا اور سلطنتِ وقت کے حضور میں اظہارِ عقیدت اور ارکانِ سلطنت سے ارتباط و موالات، اسبابِ دنیاوی سے اعلیٰ سبب ہے۔ اسی بے خیالی میں وہ (اہل حدیث) اپنی مسجدوں میں صحیح بخاری کا درس کرتے رہے یا کسی حجرہ میں خلوت گزیں ہو کر یا حی یا قیوم پڑھتے رہے اور کسی سے منجملہ احیان ملک یا ارکانِ سلطنت ارتباط و اتحاد کا تعلق پیدا نہ کیا اور نہ کسی کے آگے اپنی عقیدت و اطاعتِ سلطنت کا اظہار کیا۔"[2]

اشاعۃ السنۃ کا کہنا کہ یہ لوگ گورنمنٹ کے مخالف ہیں،

"ان کا اور ان کے عزیزوں کا یہ حال دیکھ کر اس قوم کے خادم و وکیل ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کو یہ تعجب انگیز و دلگیر خیال پیدا ہوا کہ ہندوستان کے تمام طبقات رعایا سے غریب یہی ایک فرقہ اہل حدیث ہے جو اس سلطنت کے زیر سایہ رہنے کو بلحاظ امن و آزادی اسلامی سلطنتوں کے زیر سایہ رہنے سے بھی بہتر جانتا ہے کیونکہ اس فرقہ کو بجز اس سلطنت کے کسی اور سلطنت میں اسلام کیوں نہ ہو پوری آزادی حاصل نہیں ہے۔" [1]

یہ وہ حالات تھے جن کی بنا پر بٹالوی صاحب نے جماعت اہل حدیث کا خصوصی رابطہ گورنمنٹ سے قائم کیا اور تمام وفاداریاں حکومت کو پیش کر دیں۔

"ادھر اپنی مہربان گورنمنٹ سے ارتباط اور ارکان سلطنت سے رابطہ ملاقات پیدا کیا، قوم (اہل حدیث) کے وفادارانہ و مطیعانہ خیالات کو گورنمنٹ تک پہنچایا اور گورنمنٹ کی نظر عنایت شاملہ کو قوم کی طرف متوجہ کیا۔" [2]

پھر اپنی قوم کے تمام افراد اور طبقات کو پُرزور اپیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"اس تمہید کو پڑھ کر امید ہے ہمارے اخوان اہل حدیث خصوصاً ان کے اکابر و رہبر اس ضرورت کا بڑھ کر ہونا تسلیم کریں گے، بلکہ خود بھی اشاعۃ السنۃ کی تقلید اختیار کر کے جا بجا اسی قسم کی کارروائیاں شروع کر دیں گے۔ واعظین و مدرسین اپنی مجالس وعظ و درس میں اور مصنفین اپنی کتب و رسائل میں اس قسم کے مضامین شائع کریں گے اور قولاً و عملاً گورنمنٹ پر اپنے سچے اور وفادارانہ خیالات ظاہر کرنے میں سرگرمی سے کوشش کریں گے۔" [3]

اس کارروائی کا ایک حصہ اہل حدیث نام الاٹ کرانے کی کوشش اور درخواست تھی (جس کا مختصر تذکرہ گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے) اس درخواست کی توثیق پورے ہندوستان کے اہل حدیث نے کی اور تین ہزار ایک سو چھتیس اعیان و اشخاص نے دستخط کیے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بٹالوی صاحب کی کارروائی سے تمام اہل حدیث متفق تھے۔

ہدیۂ تشکر

مولوی محمد حسین بٹالوی کی درخواستوں اور پے در پے کوششوں سے انگریزی حکومت نے اس فرقہ کا نام اہل حدیث تسلیم کر لیا۔ اس احسانِ عظیم کا شکریہ دل و جان سے ادا کیا گیا اور ہدیۂ تشکر کے اظہار کے لیے کوئی موقع ہاتھ سے نہ دیا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

اس فرقہ اہل حدیث گورنمنٹ کے اس حکم سے اپنی کامل حق رسی کا معترف ہے اور اپنے ہر دلعزیز اور مسلمانوں کے خیر خواہ وائسرائے لارڈ ڈفرن اور اپنے پیارے رحم دل اور فیاض لفٹیننٹ گورنر سر چارلس ایچی سن کا تہ دل سے شکر گزار ہے اور بعوض و شکریہ اس احسان اور احسانات سابقہ گورنمنٹ کے (جو بشمول دیگر رعایا خصوصاً اہل اسلام اس فرقہ پر بمنزل ہیں) علی الخصوص احسان آزادی مذہبی کے (جس سے یہ فرقہ عام اہل اسلام سے بڑھ کر ایک خصوصیت کے ساتھ فائدہ اٹھا رہا ہے) اہل حدیث لاہور نے جشن جوبلی کی تقریب پر کمال مسرت ظاہر کی اور قیصرۂ ہند کی پچاہ سالہ حکومت کی خوشی میں اہل اسلام کی مکلف ضیافت کی جس میں رؤسا، شرفاء، علماء و عام اہل اسلام رونق افروز ہوئے۔ [1]

تعداد اہل حدیث کا ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں ہو سکا مگر ناظرین حاضرین

۲۔ اس دعوت میں گورنر پنجاب اور اس کے سیکریٹریوں سے بھی شمولیت کی درخواست کی گئی تھی۔ انہوں نے فرصت نہ ہونے کے سبب معذرت کر دی تاہم انہیں ہدیۂ نیاز پیش کرنے کے لیے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا۔

اس دعوت کے مقام (مولوی الٰہی بخش کی کوٹھی) کے مین دروازہ کے سامنے سے رات کے وقت ملاحظہ روشنی کے لیے نواب لیفٹننٹ گورنر بہادر کا گذر کرنا مقرر تھا۔ اس جگہ اہل حدیث نے ایک بلند اور وسیع دروازہ بنایا جس پر سنہری حرفوں میں ایک طرف انگریزی میں یہ کلماتِ دعائیہ مرقوم تھے۔

THE AHL-I-HADIS WISH EMPRESS ALONE LIF

(اہل حدیث چاہتے ہیں کہ قیصرِ ہند کی عمر دراز ہو)

دوسری طرف لاجوردی رنگ سے یہ بیت اردو سے

دل سے ہے یہ دعا تے اہل حدیث
جشنِ جوبلی مبارک ہو

اس دروازہ سے لیفٹننٹ گورنر اور ان کے مصاحبوں اور رئیسوں کی سواریوں کا گذر ہوا تو سب کی نگاہیں ان کلماتِ دعائیہ کی طرف (جو لیمپ جھاڑ اور مہتابیوں کی روشنی سے روز روشن کی طرح نمایاں تھی) لگی ہوئی تھی اور اکثر کی زبان سے کلمۂ اہل حدیث جاری تھا۔

۳۔ اسی خوشی و مسرت و فتحیت سلطنت کے اظہار کے لیے اسی رات دس بجے اہل پنجاب کی مختلف سوسائٹیوں کے ایڈریس مبارکباد پیش ہوئے۔ ان میں سونے کے پترے پر اہل حدیث کا ایڈریس جس کی نقل حاشیہ میں ہے بذریعہ ڈپوٹیشن پیش ہوا۔ اس

یہ سپاسنامہ بھی ملاحظہ ہو، اس کے ایک ایک حرف سے عقیدت و نیاز کے فوارے پھوٹتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں،

ایڈریس گروہ مسلمانانِ اہلِ حدیث

بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ ملکہ گریٹ برٹن

و قیصرۂ ہند بارک اللہ فی سلطنتہا

(۱) ہم ممبرانِ گروہ اہلِ حدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمتِ عالی میں جشنِ جوبلی کی دلی مسرت سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

(۲) برٹش رعایائے ہند میں کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں مبارک تقریب کی مسرت جوش زن نہ ہوگی اور اس کے بال بال سے صدائے مبارکباد نہ اٹھتی ہوگی۔ مگر خاص کر فرقۂ اہلِ اسلام جس کو سلطنت کی اطاعت اور فرماں روائی وقت کی عقیدت اس کا معتقد مذہب سکھاتا ہے اور اس کو ایک فرضِ مذہبی قرار دیتا ہے۔ اس اظہارِ مسرت اور اعلانِ مبارکباد میں دیگر مذاہب کی رعایا سے پیش قدم ہے

علی الخصوص گروہِ اہلِ حدیث من جملہ اہلِ اسلام اس اظہارِ مسرت عقیدت اور دعائے برکت میں چند قدم اور بھی سبقت رکھتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جن برکتوں اور نعمتوں کی وجہ سے یہ ملک تاجِ برطانیہ کا حلقہ بگوش ہو رہا ہے ازاں جملہ ایک بے بہا نعمت مذہبی آزادی ہے یہ گروہ ایک خصوصیت کے ساتھ اپنا نصیبہ اٹھا رہا ہے۔

(۳) وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اسی سلطنت

کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ تعرو زن ہیں۔

ہم بڑے جوش سے یہ دُعا مانگتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ حضور والا کی حکومت کو اور بڑھائے اور تادیر حضور والا کی رعایا کا نگہبان رہے تاکہ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی وسیع حکومت میں امن و تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اُٹھائیں۔[1]

۱۸۸۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کی حکومت کا جشن پنجاہ سالہ (گولڈن جوبلی) سرکاری طور پر منایا گیا تھا جس میں جماعت اہل حدیث، لاہور نے مذکورہ بالا سپاسنامہ پیش کیا تھا۔[2]

۱۸۸۸ء میں ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے اس ایڈریس کی منظوری کا پروانہ جاری کیا گیا جسے اشاعۃ السنۃ میں ان الفاظ میں شائع کیا گیا۔

ملکہ معظمہ کی طرف سے اہل حدیث کو خطاب

ہم اس مژدہ کے سنانے سے بھی نہیں رہ سکتے کہ ہماری مہربان ملکہ معظمہ انگلینڈ و قیصر ہند نے اہل حدیث کے ایڈریس موقعہ جوبلی کو کمال مسرت کے ساتھ قبول فرمایا ہے اور ازراہ عنایت خسروانہ گروہ اہل حدیث کا شکریہ ادا کیا ہے اس شکریہ میں اس گروہ کو اُسے اہل حدیث خطاب "اہل حدیث" سے مخاطب کیا گیا ہے جو ان کے کمال امتیاز و اعزاز کا موجب ہے۔ اس اعزاز شاہانہ و اکرام خسروانہ ملکہ معظمہ قیصر ہند پر اہل حدیث ہند کمال ادب و انکسار کے ساتھ اپنی مہربان ایمپرس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اُن کی درازی عمر و ترقی توفیق و اقبال کے لیے دست بدعا ہیں۔[3]

---

[1] اشاعۃ السنۃ، ج ۱۰، شمارہ ۱۰، صفحہ ۲۰۵-۲۰۶

www.alahazratnetwork.org

اس کے بعد دو مکتوب پیش کیے گئے ہیں، جن میں ایڈریس کی قبولیت کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ ذیل میں ایک مکتوب کی نقل پیش کی جاتی ہے،

نمبر ۱۴۶۷ - ہوم ڈیپارٹمنٹ (پبلک)

از طرف: جے۔ پی۔ ہیوٹ صاحب - انڈر سیکرٹری گورنمنٹ ہند

بنام: ممبران اہل حدیث پنجاب

مقام شملہ ۱۱ جون ۱۸۸۷ء

صاحبان شرفا! مجھے یہ کہنے کی ہدایت ہوئی ہے کہ صاحب سکرٹری آف اسٹیٹ نے اطلاع دی ہے کہ ہز میجسٹی ملکہ معظمہ قیصرہ ہند نے بالطاف خسروانہ اس ایڈریس وغیرہ کو قبول فرمایا ہے جو آپ صاحبان نے ہز میجسٹی کی خدمت میں جوبلی کے موقعہ پر پیش کیا تھا اور ارشاد فرمایا ہے کہ ہز میجسٹی کا خاص شکریہ آپ لوگوں کو اس خیر خواہانہ نذرانہ کے لیے پہنچایا جائے۔

مجھے اے صاحبان آپ کا نہایت فرمانبردار ملازم ہونے کی عزت حاصل ہے

جے۔ پی۔ ہیوٹ

انڈر سکرٹری گورنمنٹ ہند[1]

ملکہ برطانیہ کی گولڈن جوبلی کے موقع پر اہل حدیث نے جس خوشامدانہ اظہار عقیدت و وفاداری کا اظہار کیا، وہ صرف ظاہرداری کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ دلی جذبات کی ترجمانی تھا نیز اس پر انہیں کبھی ندامت نہیں ہوئی، بلکہ اس طرز عمل کے جواز پر انہوں نے شریعت کے حوالے سے دلائل بھی پیش کیے، محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

اس مضمون میں دلائل کتاب وسنت کا بیان دو غرض سے ہوتا ہے، ایک یہ کہ گورنمنٹ کو یہ یقین ہو کہ اس موقع پر مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے، سچے دل سے کیا ہے

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۴۷

azratnetwork.org

اور اپنے مقدس مذہب کی ہدایت سے کیا ہے۔ صرف ظاہرداری اور جھوٹی خوشامد سے کام نہیں لیا۔

دوسری یہ کہ ناواقف مسلمانوں کو مسلمانوں کے اس فعل میں عدم جواز اور مخالفتِ شریعت کا وہم و گمان پیدا نہ ہو۔" [1]

مزید لکھتے ہیں،

پس واضح ہو کہ جو کچھ اس مرقع پر اہل حدیث نے کیا ہے، وہ امور ذیل ہیں،

(۱) ملکہ معظمہ کی تعظیم کرنا اور تعظیمی الفاظ سے اس کو پکارنا۔

(۲) ملکہ معظمہ کی حکومت پنجاہ سالہ پر خوشی کرنا اور اس خوشی میں مسلمانوں کو کھانا کھلانا۔

(۳) برٹش سلطنت کی اطاعت و عقیدت کو ظاہر کرنا اور اس کو فرضِ مذہبی جتانا۔

(۴) اس سلطنت کی برکات و احسانات (امن آزادی وغیرہ) کا معترف ہونا اور اس پر ملکہ معظمہ اور سلطنت کی تعریف کرنا اور شکر گذار ہونا۔

(۵) ملکہ معظمہ اور اس کی سلطنت کے لیے دعاءِ سلامت و حفاظت و برکت کرنا

وعلیٰ ہذا القیاس ان امور میں کوئی امر بھی ایسا نہیں ہے جس کے جواز پر شریعت کی شہادت پائی نہ جاتی ہو۔" [2]

لارڈ ڈفرن کے حضور

غالباً ۱۸۸۸ء میں ہندوستان کے گورنر جنرل اور وائسرائے لارڈ ڈفرن کے حضور، جماعتِ اہلِ حدیث نے اس کی وطن واپسی کے موقع پر ایک سپاسنامہ پیش کیا۔ سپاسنامہ کیا ہے عقیدت و وفاداری کا پلندہ پیش کر دیا گیا ہے اور بقول بٹالوی صاحب،

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۹، شمارہ ۸، ص ۲۲۸

[2] ایضاً، ص ۲۲۹

lahazratnetwork.org

"ڈیپوٹیشن وہوم وہام کا تعاقب"

سپاسنامہ فارسی میں تھا، اس کا ترجمہ مع تلخیص پیش کیا جاتا ہے،

حضور والا!

ہم فرقہ اہل حدیث کے چند اکابر اور پنجاب اور ہندوستان کے دیگر اسلامی فرقوں کے چند اشخاص اپنی طرف سے اصالۃً اور اپنے دیگر ہم مشربوں کی طرف سے وکالۃً، اس والا درجات کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے اور اس ذات ستودہ صفات کی مفارقت پر اظہار غم کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں ـــــ تحیر اندیشوں اور جاں نثاروں کے مذہب کے مطابق کمال عجز و انکسار کے ساتھ عرض مدعا کی اجازت چاہتے ہیں ـــ اس کرم گستر اور عدل پرور کے عہد سعادت مہد کی برکتیں اور احسانات، بارانِ رحمت، نسیم البرکت کی طرح اس اطاعت شعار علاقہ کے تمام لوگوں اور تمام قوموں پر برسے ہیں (جیسے مملکت میں قیام امن و سلطنت کا استحکام، پبلک سروس کمیشن کا تقرر اور لیڈی ہارڈنگ فنڈ کی تجویز وغیرہ) ہندوستان کے مسلمانوں نے دوسری قوموں کی طرح اور ان کے برابر ان سے کافی و وافی حصہ حاصل کیا ہے۔ حضور پُرنور کے بعض انعامات اور احسانات ایسے ظاہر ہوئے ہیں جن سے استفادہ کرنے میں اہل اسلام عموماً اور اہل حدیث خصوصاً سبقت لے گئے ہیں اور ایک قسم کی خصوصیت پیدا کی ہے۔

خاص طور پر فرقہ اہل حدیث کے لیے جو عظیم مہربانی اور گراں قدر احسان روا رکھا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے حق میں لفظ وہابی کا استعمال سرکاری دفاتر میں ممنوع قرار دے دیا ہے جو ان کی دل آزاری کرتا تھا اور ان کی وفاداری اور جاں نثاری جو نازک وقتوں میں پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور سرکار والا کے نزدیک بھی مسلم ہے،

۱۔ محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۴۲

hazratnetwork.org

ناواقفوں کی نظر میں مشکوک بنا دیتا تھا، اس طرح بے خبروں کی بدگمانیوں کو ختم کر دیا۔

اہلِ اسلام عموماً اور اہلِ حدیث پر خصوصاً ان انعامات عامہ و خاصہ پر نظر کرتے ہوئے ہزار زبان سے اس والا و دودمان کے احسان کا شکریہ دل سے بجا لاتے ہیں اور اس منظورِ جود و احسان کی قبل از وقت مفارقت پر اشکِ حسرت بہاتے ہیں اور دلی رنج کو اس آرزو کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ کاش ہمارا ہم پلہ سایہ مقررہ میعاد تک ان کے سروں پر پھیلا رہتا اور حکومت کی مدت دوگنا ہو جاتی تاکہ فوائد و منافع مسلمانوں کا نصیب ہو کر بارِ احسان ان کے کندھوں پر رکھ دیتے۔

آخر میں حضور موفور السرور کی ناگزیر مفارقت پر فراق گزیدہ بے چارے صبر و سکون کا دامن پکڑ کر اس دعائے خیر کے ساتھ اپنے آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ خداوندِ عالم، ذات مکرمت صفات کو امن و عافیت کے ساتھ وطنِ مالوف تک پہنچاتے اور اس جگہ روز افزوں ترقی اقبال عطا فرما کر اہلِ اسلام کے فائدے اور بہتری کے لیے سرچشمہ بناتے۔

اور تاج و تخت برطانیہ جس کی نیابت کا شرف جناب والا کو حاصل ہے کو تمام تر قیام و استحکام عطا فرما کر ملک کے لیے موجبِ امن و برکت اور مسلمانوں کی حفاظت و حمایت کا باعث بناتے۔

ہم ہیں حضور کی وفادار اور جاں نثار رعایا [1]

اگر رحمت نہ ہو تو ایک دفعہ پھر اس سپاسنامے کو پڑھ لیجیے اور خیر اندیشوں اور جاں نثاروں کا حضور پرنور، کرم گستر اور عدل پرور کی بارگاہ میں یہ فدویانہ اعتراف ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کے

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۴۱-۴۲

hazratnetwork.org

بعض انعامات دیے ہیں جن کے حصول میں اہل حدیث خصوصیت کے ساتھ سبقت لے گئے ہیں اور پھر نگاہِ بصیرت سے یہ نظارہ بھی دیکھئے کہ ان کی جبین پر عرق انفعال نام کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی :

"اور پھر مولانا محمد حسین بٹالوی کے متعلق ماسوا اس کے کہ انہوں نے انگریز گورنمنٹ کے پنجاب یونیورسٹی کی بنیاد رکھنے، لوکل گورنمنٹ کے اجراء، سینس کالج کے قائم کرنے، پبلک لائبریری کے بنانے اور طلبہ کو وظائف دینے پر اس کا شکریہ ادا کیا ہے اور کون سی چیز ہے جس پر انہیں مطعون کیا جا سکتا ہے۔" [1]

اسے کہتے ہیں کہ اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اگر بٹالوی صاحب کے سپاسنامے میں طعن کی کوئی وجہ نہیں ہے، بلکہ انگریزی حکومت سے مربعے حاصل کرنے اور حرمتِ جہاد کا فتویٰ دینے اور خوشامدوں کے طومار کھڑے کر دینے میں بھی آپ کے نزدیک طعن کی کوئی وجہ نہیں ہے تو پھر کہہ دیجئے کہ دنیا میں کسی ایسی چیز کا وجود ہی نہیں ہے جس پر طعن کیا جا سکے۔

جان چھڑانے کا ایک تعجب خیز انداز بھی دیکھتے چلئے :

"رہا معاملہ محمد حسین بٹالوی کے دو ایڈریسوں کا تو ہم اس سلسلہ میں متنبی قادیانی کی اُمت کی طرح کسی طرح کی تاویل و تحریف کے چکر میں پڑنے کی بجائے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر کسی فرد یا چند افراد نے ایسا کیا تو غلط کیا۔ ہم انہیں معصوم سمجھتے ہیں اور نہ صاحبِ شریعت کہ ان کی ہر بات ہمارے لیے حجت و سند ہو۔ قوم میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن سے غلطیوں اور لغزشوں کا صدور ہوتا ہے ان سے مجموعی طور پر قوم کے دامن پر دھبہ نہیں لگ سکتا اور نہ ہی ان کی بنا پر کسی گروہ کو مطعون کیا جا سکتا ہے۔" [2]

---

[1] ظہیر : مرزائیت اور اسلام ص ۲۳۲

[2] ایضاً ص ۲۳۳

azratnetwork.org

مقامِ عبرت ہے کہ جب اس ایڈریس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر کسی کو ملعون کہا جا سکے تو اس برأت کی کیا ضرورت؟ پھر یہ معاملہ ایک فرد یا چند افراد کا نہیں ہے۔ اس سپاسنامے پر دستخط کرنے والے اس وقت کے اہل حدیث کے تمام بڑے بڑے ستون اور قائدین شامل ہیں اور صدر یہ کہ "شیخ الکل" میاں نذیر حسین دہلوی کے دستخط سرفہرست ہیں۔ انصاف و دیانت کا پتا اس وقت چلے گا، جب ان سب سے اظہارِ برأت کر دیا جائے گا، ورنہ گلو خلاصی کی کوئی صورت نہیں ہے۔

اس سپاسنامے پر دستخط کرنے والوں کے چند نام ملاحظہ ہوں:

مولوی سید محمد نذیر حسین دہلوی (شیخ الکل)

ابو سعید محمد حسین بٹالوی، وکیل اہل حدیث ہند

مولوی محمد یونس خاں، رئیس و تالوی، علی گڑھ

مولوی قطب الدین، پیشوائے اہل حدیث، روپڑ

مولوی محمد سعید، بنارس

مولوی الٰہی بخش پلیڈر، لاہور

مولوی سید نظام الدین پیشوائے اہل حدیث، مدراس، وغیرہ وغیرہ [1]

اس سپاسنامہ کے جواب میں وائسرائے لارڈ ڈفرن نے جو کچھ کہا، اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

صاحبان! میں اس ایڈریس کے لیے جو بھی آپ نے مجھے دیا ہے، آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کے خیر خواہانہ اظہاراتِ عقیدت منسبت برٹش گورنمنٹ کو سن کر خوش ہوتا ہوں اور میں خلوصِ دل سے امید کرتا ہوں کہ شمال مغربی سرحد کو استحکام دینے کی وجہ سے (جس میں آپ میں سے اکثر بوجہ اس کے کہ

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۴۲-۴۱

hazratnetwork.org

سرحدی صوبہ کے باشندے ہیں، خاص دلچسپی رکھتے ہیں) جو امن اس وقت ہمیں حاصل ہے قائم رہے گا۔" [1]

لیفٹیننٹ گورنر پنجاب ایچی سن کے حضور

۲۴ مارچ ۱۸۸۵ء کو گورنر پنجاب کی رخصت پر اہل حدیث نے ایک سپاسنامہ پیش کیا جس میں اظہار عقیدت و وفاداری کا وہی والہانہ انداز ہے جو لارڈ ڈفرن کے سپاسنامہ میں ہے اس سپاسنامہ کا ایک حصہ نقل کیا جاتا ہے۔

ایڈریس منجانب فرقہ اہل حدیث و ممبران دیگر فرقہا اہل اسلام بحضور سر چارلس امسٹرسٹن ایچیسن صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی سی۔ آئی۔ ای۔ ایل ایل۔ ڈی لیفٹیننٹ گورنر پنجاب وغیرہ

ہم ممبران فرقہ اہل حدیث و دیگر فرقہائے اہل اسلام حضور والا کی عالی خدمت میں اس موقعہ پر (جبکہ حضور اس صوبہ سے مرخص ہوتے ہیں) کمال ادب و اخلاص کے ساتھ حضور والا کے خسروانہ احسانات و مربیانہ عنایات کا شکریہ ادا کرنے اور حضور کی مفارقت پر دلی افسوس ظاہر کرنے کی غرض سے حاضر ہوتے ہیں۔

حضور والا کے شاہانہ عنایات و مربیانہ توجہات ابتدا رونق افروزی ہندوستان سے اس عہد گورنری تک اس ملک ہندوستان پر اس کثرت و تواتر سے مبذول رہی ہیں کہ اگر ان کو متواتر بارانِ رحمت یا موجزن دریائے موہبت کہا جائے تو بیجا نہیں ہے

آخر میں لکھتے ہیں

خاتمہ میں ان کلماتِ دعائیہ کی عرض پر اکتفا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ عالم

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۴۳

tratnetwork.org

حضور فیض گنجور کو صحت و سلامتی کے ساتھ وطن مالوف میں پہنچائے اور پھر بہت جلد حضور کو عہدۂ گورنر جنرل پر مامور و معزز فرما کر ہندوستان میں لاوے اور ہماری آنکھوں کو دوبارہ حضور کے دیدار فیض آثار سے منور کرے۔ آمین ثم آمین

؎ بوطن رفتنت مبارکباد بسلامت روی و باز آئی[1]

دربار دہلی میں ارمغانِ عقیدت

اہل حدیث کی تاریخ یہ رہی ہے کہ انہوں نے حکومتِ برطانیہ کی خوشامد کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

"خاکسار نے بمشورہ بعض اعیان اہل حدیث پنجاب و بنگال گورنمنٹ پنجاب سے اس مضمون کی درخواست کی کہ ہر چند مختلف اضلاع اور شہروں کے تمام جلسوں میں، جن میں اہل اسلام ہندوستان نے بتقریب تاجپوشی ہز میجسٹی کنگ امپرر مسرت کا اظہار کیا ہے۔ مسلمانانِ اہل حدیث بھی شامل رہے ہیں مگر خاص موقع دربار دہلی میں وہ لوگ خصوصیت کے ساتھ اظہار مسرت چاہتے ہیں...

اس درخواست کے جواب میں سکرٹری گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے یادداشت نمبری ۶۳۹ دفتر اشاعۃ السنۃ میں موصول ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

تخت نشینی ہز میجسٹی کنگ امپرر کی تقریب پر ہندوستان کے مختلف فرقوں کو ایڈریس مبارک باد پیش کرنے کا کئی دفعہ موقع دیا گیا ہے، لہٰذا گورنمنٹ ہند کی تجویز نہیں ہے کہ اب دربار دہلی میں کوئی ڈیپوٹیشن ایڈریس پیش کرے۔ ہاں فرقہ اہلحدیث معمولی طور پر گورنمنٹ ہند کی خدمت میں مبارک باد کا ایڈریس پیش کرے تو گورنمنٹ ہند کو اس کے قبول کرنے میں عذر نہ ہوگا۔"[2]

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۹، شمارہ ۸، ص ۵۴-۲۵۱

[2] ایضاً، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۹، شمارہ ۹، ص ۴

ratnetwork.org

کوئی وجہ نہ تھی کہ خصوصی طور پر یہ عقیدت پیش کرنے کی اجازت نہ دی جاتی کیوں کہ حکومتِ برطانیہ کو یہ جاں نثاری اور وفاداری کسی دوسرے فرقے سے نہیں ملی تھی۔

الاقتصاد فی مسائل الجہاد

مولوی محمد حسین بٹالوی اہل حدیث کے وکیل اور سرکردہ علماء میں سے تھے، ۱۲ محرم ۱۲۵۶ھ/۱۴ مارچ ۱۸۴۰ء کو پیدا ہوئے اور ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰-۱۹۱۹ء کو فوت ہوئے۔

حکیم عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

الشیخ الفاضل ابوسعید محمد حسین بن رحیم بخش بن ذوق محمد الہندی البطالوی احد کبار العلماء [1]

گزشتہ صفحات میں انگریزی حکومت سے روابط کا تذکرہ زیادہ تر ان ہی کے حوالہ سے کیا گیا ہے اور ان معاملات میں زیادہ تر یہی پیش پیش رہے ہیں۔

۱۸۷۶ء میں انہوں نے ایک رسالہ الاقتصاد لکھا جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان تو ہندوستان دنیا کے کسی بھی اسلامی ملک کے مسلمانوں کا گورنمنٹ سے جہاد جائز نہیں۔

"۱۸۷۶ء میں ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد تالیف کر چکا ہے جس میں قرآن و حدیث اور فقہی دلائل سے ثابت و مدلل ہے کہ اس گورنمنٹ سے مسلمانوں کا بسر کے ہوں خواہ روم یا عرب کے مذہبی جہاد جائز نہیں اور اسی سال پنجاب کے عام اہل حدیث نے بذریعہ ایک عریضہ داشت اپنی عقیدت اطاعت گورنمنٹ کا اظہار کیا تھا جس پر گورنمنٹ کی طرف سے اس کی تائید و تصدیق میں ایک سرکلر جاری ہوا تھا جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۲، جلد ۸ میں منقول ہو چکا ہے" [2]

---

[1] عبدالحی لکھنوی، مورخ: نزہۃ الخواطر (ندوۃ محمد، کراچی)، ج ۸، ص ۴۲۷

[2] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۹، شمارہ ۱، ص ۲۶

etwork.org

ہندوستان دارالاسلام ہے

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں،

"جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو وہ شہر یا ملک دارالحرب نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ در اصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو اقوام غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پالیا ہو، (جیسا کہ ملک ہندوستان ہے) تو جب تک اس میں ادائے شعائر اسلام کی آزادی رہے، وہ بحکم حالتِ قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے۔"[1]

دنیا کا کوئی مسلمان بادشاہ گورنمنٹ سے جہاد نہیں کر سکتا۔

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں،

اس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دارالاسلام ہے، اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا، مہدی موعود ہو یا خود حضرت سلطان (ترکی کا بادشاہ) شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی و چڑھائی کرنا جائز نہیں ہے۔"[2]

جہاد کہیں بھی نہیں ہو سکتا

مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

ان دو نتیجوں سے ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات

---

[1] محمد حسین بٹالوی، الاقتصاد (رحمٰنیہ پریس)، ص ۱۹

[2] ایضاً، ص ۲۵

ntnetwork.org

شرائط امامت موجود ہے اور نہ اُن کو ایسی شوکت و جمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی اُمید کر سکیں۔

ہم جب کبھی بعض اخبارات میں یہ خبر پڑھتے ہیں کہ سلطنت روم یا ریاست افغانستان وغیرہ بلادِ اسلام سے جہاد کا اشتہار دیا گیا ہے، تو ہم کو سخت تعجب ہوتا ہے اور اس خبر کا یقین نہیں آتا اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت روئے زمین پر امام کہاں ہیں جس کی پناہ میں اور اُس کے امر و اجازت سے مسلمان جہاد کر سکیں اور ایسی جمعیت و شوکت کس کو میسر ہے جس سے وہ اپنے دشمنوں اور مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی اُمید کریں۔[1]

بعض لوگ جب تسلیم سے راہِ فرار اختیار نہیں کر سکتے تو یہ عذر تراشتے ہیں کہ اس قسم کی کارروائیوں کی ذمہ داری ثنائی صاحب یا چند دیگر افراد کے سر ہے۔ حالانکہ ثنائی صاحب نے رسالہ الاقتصاد پر پورے ملک کے سینکڑوں علماء سے تصدیق حاصل کی تھی، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"یہ رسالہ میں نے ۱۳۲۵ھ میں تالیف کیا اور اس میں علماء اسلام کی رائیں لینے اور اُن کا اتفاق رائے حاصل کرنے کے لیے لاہور سے عظیم آباد، پٹنہ تک سفر کیا اور اکابر علماء مختلف فرقہائے اسلام کو یہ رسالہ جو نہ بھرت ستاکر ان کا اتفاق رائے حاصل کیا اور بعض بلادِ ہندوستان و پنجاب میں (جہاں راقم خود نہیں جا سکا) اس رسالہ کی متعدد کاپیاں بھجوا کر ان بلاد کے اکابر علماء کا اتفاق رائے حاصل کیا۔ پھر ۱۳۲۷ھ میں اس رسالہ کے اصل اصول مسائل کو بضمن تحریر ۱۱ جلد ۲ رسالہ شاہ استفتاء بعنوان استشہاد عام لوگوں میں شائع کیا اور اس میں عام اہلِ اسلام کو ان مسائل میں اپنی آراء ظاہر کرنے کا موقع دیا جس پر بہت سے مواضع ہندوستان و پنجاب کے

---

[1] محمد حسین ثنائی، الاقتصاد، ص ۷۲

[2] نذیر، مولانا اور اسلام راہ اور ترجمان السنۃ جلد ۱۲ ص ۲۲۳

nzratnetwork.org

(جہاں وہ ضمیمہ پہنچا) صدہا عوام و خواص نے ان مسائل کی نسبت اپنا اتفاق رائے ظاہر کیا۔[1]

صاف ظاہر ہے کہ اس رسالہ کے مندرجات تمام اہل حدیث کے اتفاقی تھے، بٹالوی صاحب کے انفرادی نظریات نہ تھے۔

قصور میں اہل حدیث کے سرکردہ علماء میں مولوی غلام علی قصوری ثم امرتسری اور مولوی مرزا فتح محمد بیگ تھے۔ وہ دونوں بٹالوی صاحب سے بھی پہلے جہاد کے حرام ہونے کا فتویٰ دے چکے تھے۔ اس وقت ہمارے سامنے مرزا فتح محمد بیگ کی نگرانی میں شائع ہونے والے ماہانہ رسالہ انجمن مفید عام قصور کا ایک شمارہ ہے جس میں مرزائے موصوف کے رسالہ جہاد پر ایڈیٹر ایک معاصر اخبار سے نقل کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس کے چند اقتباس پیش کیے جاتے ہیں:

"مرزا صاحب (فتح محمد بیگ) نے جملہ ساکنان پنجاب کی نسبت اعلیٰ حکام کے سامنے بارہا ظاہر کیا ہے کہ وہ سب کے سب بمقابلہ گورنمنٹ جہاد کو حرام خیال کرتے ہیں۔"[2]

علاوہ بریں اور بہت سے علماء دین نے جو اس مسئلہ کی بابت بہت کچھ لکھا اور کہا ہے ان کا کیا نقصان ہوا؟ جیسا کہ جناب مولانا حضرت مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر نجم الہند نے ایک رسالہ ڈاکٹر ہنٹر کے جواب میں لکھا اور مولوی غلام علی صاحب امرتسری ایک مدت سے اس مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں، صاحب آخر الذکر خاص کر کے اس وقت بھی جہاد کو مخالف گورنمنٹ انگریزی ایسا ہی ناجائز اور حرام کہتے تھے جبکہ مولوی محمد حسین بٹالوی اس مسئلہ میں اُن کے برخلاف تھے۔[3]

---

[1] محمد حسین بٹالوی، الاقتصاد ص ۲-۳

[2] رسالہ انجمن مفید عام قصور، شمارہ فروری ۱۸۸۰ء ص ۲۲

[3] ایضاً، ص ۴-۲۳

ratnetwork.org

بٹالوی صاحب تو زبانِ حال سے یہ کہتے ہوں گے ؎

نہ تنہا من دریں مے خانہ مستم

ان تفصیلات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ محوِ حیرت ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

"اور اس دور میں جبکہ ہندوستان کے خائن اور غدار انگریزوں کی حمایت میں جہاد کو ناجائز قرار دے رہے تھے اور ہندوستان کو دارالاسلام بتا رہے تھے اہلِ حدیث نہ صرف ہر ہر طریقے سے قوم کو جہاد کا درس دے رہے تھے، بلکہ عملاً جہاد میں شریک بھی تھے اور پرلے سرے کے ان کے جہاد کے نعروں سے گونج رہا تھا۔"[1]

شاہ اسمٰعیل دہلوی کی تقریر کا ایک اقتباس اس سے پہلے گزر چکا ہے اس موقع کی مناسبت سے دوبارہ نقل کر دینا مناسب رہے گا۔

"ان پر (انگریز کے خلاف) جہاد کسی طرح واجب نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔"[2]

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اہلِ حدیث نہ صرف ہر طریقے سے قوم کو جہاد کا درس دے رہے تھے، بلکہ عملاً جہاد میں شریک بھی تھے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ انگریز کے خلاف جہاد کا درس دیا جا رہا تھا یا جہاد کیا جا رہا تھا اور حقائق و شواہد بھی یہ گواہی دے رہے ہیں کہ دہلوی سے لے کر بٹالوی تک انگریز کے خلاف جہاد کو ناجائز اور حرام قرار دیتے تھے، ان کا جہاد سکھ کے حنفی مسلمانوں کے خلاف تھا یا سکھوں کے خلاف جو انگریزوں کے لیے مستقل دردِ سر کی حیثیت رکھتے تھے۔

---

[1] ظہیر، مرزا حیرت دہلوی — مباحثہ اہلِ اسلام — ص ۲۱۵

[2] حیاتِ طیبہ (مطبع فاروقی دہلی) — ص ۲۹۴

etwork.org

امام احمد رضا بریلوی نے فتویٰ دیا تھا کہ ہندوستان میں جہاد کی شرطیں موجود نہیں، اس لیے مسلمانوں پر جہاد واجب نہیں، اس پر انتہائی تعدد تیز فتوے صادر کیے جاتے ہیں۔ انداز ملاحظہ ہو:

"کسی انصاف پسند کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اس بات سے اختلاف کرے کہ بریلوی اور بریلویت کا تمام وزن، غاصب انگریزی استعمار کے پلڑے میں تھا اگر چہ انہیں انگریز کا ملازم، جاسوس اور تنخواہ دار تسلیم نہ کرے کیونکہ انہوں نے جہاد اور مجاہدین کے خلاف فتویٰ دیا اور انگریزی استعمار کے خلاف ترک موالات کی تحریک کی مخالفت کی بلکہ لوگوں کو انگریزوں کی دوستی اور موالات کا حکم دیا۔"[1]

ترک موالات کے مسئلہ میں امام احمد رضا بریلوی کا موقف کیا تھا؟ اس وقت زیر بحث نہیں، اس کے لیے پیش نظر کتاب کے دیگر اوراق کا مطالعہ کیجیے، اس وقت تو صرف اس امر کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ یہ تمام امور بلکہ اس سے کہیں زیادہ بٹالوی صاحب اور دیگر علماء اہل حدیث میں پائے جاتے ہیں، انہیں کن خطابات سے نوازا جائے گا؟

۱۸۵۷ء کے مجاہدین مفسد، بدکردار، باغی

محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

"مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے، وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی، بدکردار تھے، اکثر ان میں عوام کالانعام تھے۔ بعض جو خواص و علماء کہلاتے تھے، وہ بھی اصل علوم دین (قرآن و حدیث) سے بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ، باخبر و سمجھ دار علماء (اہل حدیث) اس میں ہرگز شریک نہیں ہوتے اور نہ اس فتویٰ پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لیے مفسدہ لیے پھرتے تھے، انہوں نے خوشی سے دستخط کیے۔"

---

[1] ظہیر، الشہاب ثاقبہ، ص ۴۴

twork.org

یہی وجہ تھی کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے، اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن و عہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے ہیں۔ اس ملک سے باہر ہو کر قوم سکھوں سے (جو مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کرتے تھے، کسی کو اونچی اذان نہیں کہنے دیتے تھے) لڑے۔" [1]

جہاد حرام

دربھنگہ کے ایک اہل حدیث لکھتے ہیں،

"حکام نے مولوی محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ تمہارے مذہب میں سرکار سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ تب انہوں نے [illegible] کتاب لکھی اور بہت علماء سے دستخط کرا کے بھیجی کہ ہم لوگ اہل حدیث کے مذہب میں بادشاہ سے جس کے امن میں رہتے ہیں، جہاد حرام ہے۔" [2]

الاقتصاد کے علاوہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی ادارت میں شائع ہونے والے جریدہ اشاعۃ السنۃ کی فائلیں گواہ ہیں کہ فرقہ اہل حدیث نے گورنمنٹ کے حضور کس کس طرح اپنی وفاداری کے ثبوت فراہم کیے ہیں،

"اشاعۃ السنۃ نے گورنمنٹ میں اہل حدیث کی وقعت کو بڑھایا اور ان کی وفاداری کا اعتبار دے کر داغ بغاوت جو دراصل اُن کے دشمنوں کا اختراع تھا، مٹایا۔" [3]

---

[1] محمد حسین بٹالوی، الاقتصاد، ص ۵۰-۴۹

[2] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۰، شمارہ ۲، ص ۳۹

tnetwork.org

سرٹیفکیٹ (اعزازیہ سند)

۱۳ مارچ ۱۸۸۷ء کے سرٹیفکیٹ میں سر چارلس ایچیسن صاحب بہادر سابق نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب لکھتے ہیں،

"ابو سعید محمد حسین فرقہ اہل حدیث کے ایک سرگرم رکن مولوی اور فرقہ اسلام کے وفادار اور ثابت قدم وکیل ہیں، ان کی علمی کوششیں لیاقت سے ممتاز ہیں، وہ نیز ملکہ معظمہ کی وفادار رعایا میں سے ہیں"[1]

اگر کوئی محقق انگریز اور اہل حدیث کی وفاداری کے عنوان پر اشاعۃ السنۃ کی بنیاد پر تحقیقی مقالہ لکھنا چاہیے تو ضخیم مقالہ لکھ سکتا ہے اور اگر اس موضوع پر اس رسالہ کے متعلقہ صفحات کے عکس ہی جمع کر دیئے جائیں، تو اچھی خاصی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

مولوی محمد یونس خاں اہل حدیث، رئیس دتاؤلی، علی گڑھ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کی حمایت میں ایک مضمون لکھا تھا، اس کے چند اقتباس ملاحظہ ہوں،

رفتارِ زمانہ سے واقف

حقیقت میں مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب اہل حدیث کے فرقہ میں پہلے وہ شخص ہیں جو زمانہ کی رفتار سے واقف ہوئے ہیں اور ٹھیٹھ اسلام کی رو سے ہمارے اور گورنمنٹ ملکہ معظمہ کے تعلقات کو سمجھے ہیں اور ان کو ظاہر کیا ہے ..... جب کہ تمام ملکی اور تمام مذاہب کی رعایا حضور ملکہ معظمہ کی جوبلی جشن میں اظہارِ مسرت کر رہے ہیں۔ کیا صرف فرقہ اہل حدیث ہی ایسا ناسپاس اور خیرہ ہو جاوے کہ اظہارِ خوشی سے سکوت اختیار کرے۔"[2]

---

[1] محمد حسین دہلوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۰، شمارہ ۲۰، ص ۱۴۱

[2] محمد یونس، اہل حدیث، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۰، شمارہ اول، ص ۲۲

network.org

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں،

"اس کارروائی کے پہلوؤں کو وہی لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں جو پولیٹیکل امور کے سمجھنے کا دماغ رکھتے ہیں"[1]

خوفناک انگریزی مظالم

احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں،

"انگریزی استعمار نے ہندوستان سے مسلمانوں کا بساطِ حکومت لپیٹ دیا اور ۱۸۵۷ء میں ان کے خون بہائے، ان کی شوکت کو توڑا، ان کی قوت کو کمزور کیا، ان کے علماء کو پھانسیوں پر چڑھایا، ان کے قائدین اور زعماء کو جلاوطن کیا"[2]

اس میں شک نہیں کہ انگریز کے مظالم نے ہلاکو اور چنگیز کی روحوں کو شرما دیا، لیکن علمائے اہل حدیث، ملکہ وکٹوریہ کو مادرِ مہربان قرار دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی شفیق ملکہ ہماری سلطنت ہی کے لیے بنائی ہے، تو اس تعبیر میں ذرا محسوس ہوتا ہے کہ ان حضرات نے نہ تو جنگِ آزادی میں حصہ لیا تھا اور نہ ہی مورد عتاب بنے۔ انہوں نے تو اپنے دلی جذبات عقیدت سے گورنمنٹ کو اپنی وفاداری کا یقین دلا دیا تھا۔

مادرِ مہربان

مولوی محمد یونس اہل حدیث رئیس دناؤلی لکھتے ہیں،

"ہم اپنی ملکہ مادرِ مہربان کی خوشی کے کیونکر ساتھ نہ ہوں؟ کون ملکہ جس نے ہماری شورخ چشمیوں اور خیرہ سریوں کو بالکل اپنے دل سے فراموش کر کے ہمدر

---

[1] محمد حسین بٹالوی، حاشیہ اشاعۃ السنۃ، ج ۱۱، شمارہ اول، ص ۱۱

[2] ظہیر، البریلویۃ ص ۳۶

tnetwork.org

۱۸۵۷ء کے بعد پھر ہم کو خطۂ آزادی دیا اور جس نے اپنی ایک نگاہِ عنایت اور ایک دستخطی فرمان سے ہمارے خونوں کو معاف کیا، ہماری جائدادیں واپس کیں۔" [1]

ملکہ ہماری سلطنت ہی کے لیے بنائی گئی ہے

"جب ایسی شفیق ملکہ پروردگار نے ہماری خوش قسمتی سے ہماری سلطنت کے واسطے بنائی ہے تو بتایئے کہ عقلاً و عرفاً و شرعاً کیونکر ہم اس کی خوشی کو اپنی خوشی نہ سمجھیں؟ اس کے رنج کو اپنا رنج تصور نہ کریں، اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہم پر لعنت ہے۔" [2]

ہم ڈنکے کی چوٹ پر گورنمنٹ کا ساتھ دیں گے

"اگر آپ کے دست و بازو میں قوت ہو جہاد کیجئے، مگر یاد رکھئے کہ ایسے صاحب کا ساتھ دو، ایک خارج از عقل ہی دیں گے اور میں اور میرے ساتھی تو ڈنکے کی چوٹ سے بادشاہِ وقت کا ساتھ دیں گے۔" [3]

ملکہ کی خیر خواہی میں جان دینا باعث فخر

اور پھر یہ ہے کہ اپنی ملکہ کی خیر خواہی کے واسطے جس کی سلطنت میں لکھو کھہا فوائد ہم کو حاصل ہوتے ہیں اپنی جان کھو دینے یا بخواہ کی جان لینے کو اپنا فخر

---

[1] محمد یونس اہل حدیث، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۰، شمارہ اوّل، ص ۲۴

[2] ایضاً، ص ۲۱

[3] ایضاً، ص ۲۲

ratnetwork.org

سمجھتے ہیں۔

۱۸۵۷ء کے مجاہد بے وقوف تھے

وہ لوگ اگر چہ ہمارے بزرگ یا قرابتی ہوں بے وقوف اور نادان تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے غدر کو برپا کیا تھا، اصل بات یہ ہے کہ وہ ہماری طرح اس سلطنت کے فوائد سے واقف نہ تھے۔ [1]

برٹش گورنمنٹ ہی میں ہماری ترقی ہے

بہتر ہے وہ صاحب افغانستان میں سنت کی پیروی کا وعظ کہیں یا مکہ معظمہ میں حدود شرعی کو جاری کریں یا بخارا میں جو ایک مسلمانی ریاست روس کے ماتحت ہے اپنے کو غیر مقلد ظاہر کریں بعد اس صورت میں یا تو آپ کا ہاتھ یا کان یا ناک نہ ہوگا یا آپ خود نہ ہوں گے۔ برٹش گورنمنٹ ہی میں آپ کی ترقی چلتی ہے اور جگہ کیا مجال جو آپ اپنی زبان تک ہلا سکیں۔ [2]

مسلمانوں کو برٹش کا مطیع بنانا

ڈاکٹر ابو محمد جمال الدین، اہل حدیث دکھوری، ضلع ساگر زیر عنوان "اس ایک مسئلہ خلافت کے بیان کے بے انتہا فوائد ہیں" لکھتے ہیں،

- مسلمانوں کو برٹش کا زیادہ مطیع بنانا، اس کے فوائد بھی واقعاتِ معاملات پولیٹیکل پر مخفی نہیں ہیں۔
- مسٹر بلنٹ (جو ترقی دہی خواہ اسلام ہیں اور بہبودی اسلام کے کام کرتے ہیں

---

[1] محمدیہ، اہل حدیث، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۰، شمارہ اول، ص ۲-۴۲

[2] ایضاً، ص ۴۲

zratnetwork.org

ساعی ہیں، کی مخالفت سے لوگوں کو باز رکھنا جس سے اتفاق اہلِ اسلام و ترقی اسلام کی تدابیر میں رخنہ اندازی نہ ہونے پاوے۔ ان میں سے ہر ایک فائدہ میں اور بھی بے شمار فوائد ہیں۔[1]

انعامِ وفا

اشاعۃ السنۃ کی فائلوں سے چند اقتباسات گزشتہ صفحات میں پیش کیے گئے ہیں، جن سے یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ اہل حدیث کے وکیل مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنی پوری جماعت کو انگریز حکومت کے دامنِ عفو و وفا سے وابستہ رکھا، یہاں تک کہ گورنمنٹ نے ان کی وفاداری کا کھلے دل سے اعتراف کیا بلکہ اظہارِ خوشنودی کے طور پر انعامات سے بھی مالا مال کیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اپنی وصیت میں لکھتے ہیں:

"اراضی جو خدا تعالیٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلائی ہے، چار مربع ہے۔"[2]

مسعود عالم ندوی (اہل حدیث) لکھتے ہیں:

"ہندوستان کی جماعت اہل حدیث موجودہ شکل میں نمایاں ہوئی اور ان کے سرگروہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکارِ انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا اور مدیہ کے وقت کے بعض مشہور حنفی علماء (مولانا فضلِ حق خیر آبادی اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ) کو سرکار سے بغاوت کے طعنے دیئے۔"[3]

انعام ملنے کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"مولوی محمد حسین بٹالوی نے جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد) فارسی زبان میں تصنیف فرمایا تھا اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے بھی

---

[1] ابو محمد جمال الدین، اشاعۃ السنۃ، ج ۷، شمارہ ۸، ص ۲۲۷

[2] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۹، شمارہ ۹، ص ۲۷۷

[3] مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص ۸-۲۷

zratnetwork.org

شائع کرائے تھے۔ معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر بھی ملی تھی۔ اس رسالہ کا پہلا حصہ ہمارے پیش نظر ہے بلدی کتاب تعریف و تدلیس کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔" [1]

بٹالوی صاحب نے اپنی پوری قوم کو اس رنگ میں رنگ دیا تھا۔

"اس رسالے (الاقتصاد) میں جہاد کو منسوخ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے..... اردو، انگریزی، عربی میں اس کے ترجمے بھی شائع ہوئے اور انگریزی اور اردو ترجمے سر چارلس ایچی سن اور سر جیمس لاٹل گورنران پنجاب کے نام معنون کیے گئے..... اللہ مرحوم کی مغفرت کرے، اس کتاب پر انعام سے بھی سرفراز ہوئے تھے، جماعت اہل حدیث کو فرقہ کی شکل دینے میں ان کا حصہ ہے اور یہی وہ بزرگ ہیں، جنہوں نے اس سادہ لوح فرقے میں وفاداری کی خو پیدا کی ہے۔" [2]

واقعہ بھی یہ ہے کہ انگریز اپنے وفاداروں کو نوازنے میں بخل سے کام نہیں لیتا تھا، اس نے اپنے وفاداروں کو نوازا اور خوب نوازا — امام احمد رضا بریلوی پر ان کے مخالفین شدید سے شدید تر الزامات عائد کرنے سے نہیں چوکتے، لیکن آج تک بڑے سے بڑا مخالف یہ ثابت نہیں کر سکا کہ انہیں یا ان کے صاحبزادوں کو گورنمنٹ نے شمس العلماء کا خطاب دیا ہو کوئی جاگیر یا کوئی انعام دیا ہو؟ پھر یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ وہ انگریز کے حمایتی یا وظیفہ خوار تھے اور انگریز کے سب سے بڑے دشمن علماء اہل حدیث تھے؟

---

[1] مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص ۲۷

[2] ایضاً، ص ۴-۱۷۳

tratnetwork.org

میاں نذیر حسین دہلوی

میاں صاحب ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء میں بہار کے ایک گاؤں سورج گڈھا میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں دہلی میں فوت ہوئے[1] طویل عمر پائی۔ تلامذہ کی بڑی تعداد یادگار چھوڑی، اہل حدیث میں شیخ الکل کے لقب سے مشہور ہوئے۔ برٹش گورنمنٹ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔

پہلا دور

میاں صاحب کے اُستاد اور خسر مولانا عبدالخالق دہلوی اور دوسرے اُستاد شاہ محمد اسحاق دہلوی حنفی تھے اور غیر مقلدین کے طرزِ عمل کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے ـــــ نواب محمد قطب الدین نے ۱۲۸۵ھ میں ایک کتاب تحفۃ العرب والعجم کے نام سے لکھی، اس میں لکھتے ہیں:

> اُس وقت میں جناب مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم اور مولوی محبوب العلی صاحب مرحوم اور مولوی عبدالخالق صاحب مرحوم دہلی میں موجود تھے اور یہ صاحب ایسے لوگوں (غیر مقلدین) سے بہت ہی ناراض رہتے تھے اور ان کے کلمات سُن کر چہرۂ مبارک سُرخ ہو جاتا تھا اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ ضال (گمراہ) ہیں اور مولوی محبوب العلی صاحب ایسے لوگوں (کو) بدتر فرقہ کا ملقوبہ فرماتے تھے اور قلع قمع ان لوگوں کا بوجہ احسن کرتے تھے ..... اور مولوی عبدالخالق صاحب بھی ان کا رد و کد

---

[1] عبدالحی لکھنوی حکیم: نزہۃ الخواطر (دوم کراچی) ج ۸، ص ۵۰۱ - ۴۹۷

zratnetwork.org

بوبہ احسن فرماتے تھے اور غرب ان کی گت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ چھوٹے رافضی ہیں۔ [1]

اس وقت میاں صاحب بھی حنفی تھے اور غیر مقلدین کے رد میں سعی بلیغ کرتے تھے۔ نواب صاحب لکھتے ہیں:

"منجملہ ان کے سید نذیر حسین صاحب نے بھی دفع اس فتنہ میں بہت سعی کی کہ مولوی حق اور عبدالمجید پوربی سے اس باب میں بہت گفتگو کر کے ان کو ساکت کیا بلکہ اُن کے جوابات شکوک میں ایک رسالہ لکھا اور اس میں تعریفیں امام صاحب کی اور حقیت اپنے مذہب حنفی کی اور جواب مخالفین کے اور مرجوحیت مذہب غیر کی بیان کی اور رواۃ احادیث پر جو خلافِ احادیث متمسک مذہب حنفی کے ہیں، جرح و قدح بوبہ احسن فرما کر ان کو ضعیف جتایا اور بارہا اپنی زبان مبارک سے ان لامذہبوں کو رافضیوں کا بھائی کہا۔ [2]

ایک وقت تھا کہ میاں صاحب دل و جان سے احناف کا ساتھ دیتے تھے اور غیر مقلدین کا زبانی اور قلمی رد کرتے تھے۔ نواب صاحب لکھتے ہیں:

"اس بلا کے دفع میں سید نذیر حسین صاحب بجان و دل ہمارے ساتھ رہے حتیٰ کہ تنویر العینین کے مضامین کے رد میں جس کو لوگ منسوب مولانا اسمٰعیل کی طرف کرتے ہیں۔ مدلل ایک رسالہ عربی میں لکھا اور سورۂ فاتحہ کے نہ پڑھنے میں پیچھے امام کے بھی ایک رسالہ لکھا اور اخفاءِ آمین اور عدم رفع یدین وغیرہ میں بھی خوب خوب عبارتیں اور روایتیں لکھیں اور لکھا کہ عدم رفع یدین نماز میں احق ہے اور رفع منسوخ اور مذہب حنفی کی بہت سی تعریفیں لکھیں، چنانچہ وہ اب تک میرے ایک

---

[1] محمد قطب الدین دہلوی، نواب، تحفۃ العرب فی الرد علی اہل الغرب (مطبع حسنی، دہلی) ص ۲-۳

[2] ایضاً، ص ۴

nazratnetwork.org

دوست کے پاس موجود ہیں۔[1]

اس وقت میاں صاحب دعوے سے کہتے تھے کہ مذہب حنفی قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ نواب قطب الدین لکھتے ہیں،

"اور چونکہ سید صاحب اس فقیر سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ ہر جمعہ کو میرے ہاں آتے اور بارہا فرماتے کہ ہم اور تو کچھ جانتے نہیں، ہم کو کوئی بتادے کہ فلانا مسئلہ حنفیہ کا خلاف قرآن یا حدیث کے ہے۔ دیکھو تو ہم کیسا قرآن و حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔[2]

دوسرا دور

طالب علمی کے دور میں ہی میاں صاحب کے مزاج میں آزاد روی کے آثار پائے جاتے تھے، اسی لیے ایک موقع پر شاہ محمد اسحاق نے کہا تھا،

"اس لڑکے سے وہابیت کی جھلک آتی ہے۔"[3]

پچاس سال کی عمر تک حنفی رہنے کے بعد اس وقت رنگ بدلا، جب جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز ہندوستان میں اپنے قدم جما چکا تھا، ابتداءً غیر مقلدین کی نشست میاں صاحب کے ہاں رہتی تھی، ان کے ہاں حلقہ جماتا تھا۔

"بعد غدر کے لامذہبوں نے یہ پیرایہ اختیار کیا کہ سید نذیر حسین صاحب کے پاس حلقہ باندھ باندھ کر بیٹھنا شروع کیا۔ کیا مسجد میں، کیا ان کے مکان پر، اور جب کوئی بات لامذہبی کی منہ سے نکالیں یا عمل کریں تو حوالہ سید صاحب کا

---

[1] محمد قطب الدین، نواب، تحفۃ العرب طابعہم ص ۵

[2] ایضاً، ص ۶-۵

[3] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ (مکتبہ شعیب کراچی) ص ۵۷

tnetwork.org

دے دیں، ہم لوگ ان کو جھٹلا دیں کہ تم جھوٹے ہو، وہ ایسے ہرگز نہیں ہیں ——
اور جو کوئی صاحب، سید صاحب سے ان کا مقولہ کہے کہ وہ آپ کا حوالہ دیتے ہیں،
تو سید صاحب یہی فرما دیں کہ وہ جاہل ہیں، اُن کا کیا اعتبار؟

آخر نوبت بایں جا رسید کہ اماموں پر اور ان کے اتباع پر کھلم کھلا تبرّے کرنے
اور اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ کے مصداق لگے ٹھہرانے۔[1]

میاں صاحب کا ایک طرفہ اہم اسانید ملاحظہ ہو:

"بیانِ مسائل میں بھی انہیں بزرگوں کے اقوال سے سند لاتے اور فرماتے
"ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں" اس پر کوئی آزاد طبع طالب علم اگر کہہ دیتا کہ حضرات
کا کہنا سند نہیں ہو سکتا، جب تک قرآن و حدیث سے سند نہ دی جائے، تو بہت
خفا ہو کر فرماتے "مردود! کیا پیغمبر آ گئے تھے، ایسی ہی اڑان گھاٹی اڑاتے تھے"[2]

دوسری طرف ائمہ مجتہدین سے بے اعتنائی کا یہ عالم:

"آپ جب کوئی حدیث صحیح فرماتے اور کوئی شخص اس کے معارض کسی ائمہ مذہب
کا قول پیش کر دیتا تو برہم ہو کر فرماتے "سنو! یہ بزرگ ہم سے بڑے، میرے باپ
سے بڑے، دادا سے بڑے، مگر رسولِ خدا سے بڑے نہیں"[3]

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ ائمہ مجتہدین ساری عمر گھاس کاٹتے رہے تھے،
اس لیے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف احکام بیان کر دیتے تھے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ
میاں صاحب کے اساتذہ شاہ محمد اسحاق اور مولانا عبدالخالق وغیرہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے مقلد اور حنفی تھے۔

---

[1] محمد قطب الدین، نواب — تحفۃ العرب فاخرہ — ص ۶
[2] فضل حسین بہاری — الحیاۃ بعد المماۃ — ص ۳۴
[3] ایضاً — ص ۲۸۵

ahazratnetwork.org

پھر تو میاں صاحب نے کھل کر تقلید ائمہ کالعدم کا دیا اور غیر مقلدین کے امام کہلائے[1]

نواب محمد قطب الدین لکھتے ہیں،

"لامذہبوں نے نہ مانا اور لامذہبی میں زیادہ معتبر ہوئے اور نشست و برخاست سید صاحب (سے) پاس زیادہ رکھنے لگے اور سید صاحب کو ایسا اور غلبا اور اپنی ساتھ سانٹھا کہ سید بھی ان کی ممنونی و شکوری میں لٹ ٹن کر ان کی حمایت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ میں تو بیس، بائیس برس سے ایسا ہی تھا پر کسی کو معلوم نہ تھا اور میں کیا کروں، محمد کو تو یونہی سوجھتی ہے۔"[2]

میاں نذیر حسین دہلوی کو وہابیت اور ترک تقلید کی راہ پر لگانے میں سرسید کا بھی ہاتھ تھا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں،

"سرسید احمد خاں ایک ممتاز اہل حدیث عالم مولانا محمد ابراہیم آروی کو اپنے ایک مکتوب مورخہ ۱۰ فروری ۱۸۶۹ء میں لکھتے ہیں،

جناب سید نذیر حسین دہلوی صاحب کو میں نے نیم چڑھا وہابی بنایا ہے۔ وہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے، مگر اس کو سنت ہی جانتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو آپ نیک جانتے ہیں، لوگوں کے خیال سے اس کو نہیں کرتے۔ جناب ممدوح میرے پاس تشریف لائے تھے۔ جب یہ گفتگو ہوئی، میں نے سنا کہ میرے پاس سے اٹھ کر وہ جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھنے گئے اور اس وقت سے رفع یدین کرنے لگے۔"[3]

نواب محمد قطب الدین نے تنویر الحق اور توفیر الحق کے نام سے دو رسالے لکھے جن میں مذہب حنفی کو قرآن و حدیث اور اجماع کے دلائل سے ثابت کیا اور امام معین کی تقلید کی ضرورت کو واضح

---

[1] محمد قطب الدین، نواب، تحفۃ العرب والعجم ص ۷-۶

[2] محمد ایوب قادری، پروفیسر، جنگ آزادی، سرسید کی تفسیر نقش ثانی (اردو کالج، کراچی) ص ۲۸۵-۶

tnetwork.org

کیا۔ میاں صاحب نے ان کے جواب میں معیار الحق نامی کتاب لکھی،

مستنیر الحق کے جواب میں رسالہ معیار لکھا کہ اس سے تمام مقلدین کیا اولیا اور کبار علماء و صلحاء، متقدمین و متاخرین مشرک و بدعتی ٹھہرے، سید صاحب کی ذات سے بعید ہے کہ ایسے واہیات لکھیں اگرچہ اس کام سے وہ امصار و دیار میں ایسے ہم وقار ہوتے ہیں کہ حاجت بیان کی نہیں، پر اس کو بھی انہوں نے اپنا نام رکھ کر[1]

نواب صاحب ائمہ مجتہدین کی راہ سے برگشتہ لوگوں کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"افسوس صد افسوس! ان لوگوں سے کہ مذہب مجتہدین خیر القرون کا چھوڑ کر تابع ہوئے غیر مجتہد نافہم اس زمانہ فساد انگیز کی کرتے ہیں اور زبان طعن کی اکابر دین پر دن رات جاری رکھتے ہیں۔ بیت ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند[2]

انعام یافتہ وفادار

دیگر علماء اہل حدیث کی طرح میاں صاحب بھی برٹش گورنمنٹ کے دل و جان سے وفادار تھے۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں پاس وفاداری کی خاطر حصہ نہ لیا۔ ان کے سوانح نگار نے جلی سُرخی قائم کی ہے:

"گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ وفاداری (نواب صدیق)[3]

---

[1] محمد صدیق الدین، نواب، تحفۃ العرب والعجم ص ۷

[2] ایضاً ص ۱۱

[3] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۲۴

nazratnetwork.org

اس شہ سرخی کے تحت سوانح نگار لکھتے ہیں،

"حج کو جاتے وقت بھی جو چٹھی کمشنر دہلی وغیرہ نے میاں صاحب کو دی تھی، اس کی نقل سفرِ حج کے بیان میں ہدیۂ ناظرین کی جائے گی مگر اسی کے ساتھ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب بھی گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے، زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں جبکہ دہلی کے بعض معتقد اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ دیا، تو میاں صاحب نے نہ اس پر دستخط کیا نہ مُہر۔ وہ خود فرماتے تھے کہ میاں وہ لڑتا، بہادر شاہی نہ تھی۔ وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا۔؟ حشرات الارض خانہ برانداز وں نے تمام دہلی کو خراب کیا، ویران، تباہ اور برباد کر دیا، شعائرِ امارت و جہاد بالکل مفقود تھے، ہم نے تو اس فتوے پر دستخط نہیں کیا، مہر کیا کرتے اور کیا لکھتے؟ مفتی صدر الدین خاں صاحب پکڑ میں آ گئے۔

بہادر شاہ کو بھی بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے مگر وہ باغیوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہو رہے تھے، کرتے تو کیا کرتے"[1]

یہ وہ سچے حقائق ہیں جو خود بخود سب کچھ ظاہر کر رہے ہیں، واقعات کو توڑ مروڑ کر ان سے من مانے نتائج نہیں نکالے گئے۔

حالتِ جنگ میں درس جاری رہا

جن حضرات نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں کسی طور پر بھی حصہ لیا۔ سقوطِ دہلی کے وقت ان پر زد و کوب کی کیفیت طاری تھی، لیکن میاں صاحب پورے اطمینان کے ساتھ درس و تدریس میں مصروف تھے۔ اگر اس جنگ میں ان کا کوئی حصہ ہوتا یا انہیں کسی قسم کا غلط دامن گیر ہوتا تو حالت دگرگوں ہوتی۔

---

[1] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۵-۱۲۴

hazratnetwork.org

دوسرے امتحان میں ۱۸۵۷ء کے غدر میں آپ کامیاب ہوئے جس زمانے میں مولانا عبداللہ غزنوی قدس سرہ آپ سے صحیح بخاری پڑھتے تھے اور صحن مسجد کے اوپر سے توپ کے گولے دنادن گورتے تھے، یہاں تک کہ ایک دفعہ ایک گولہ حالتِ سبق میں آکر گرا، مگر نہ آپ (میاں صاحب) ہراساں ہوئے اور نہ صحیح بخاری کو بند کیا اور جب تک انگریزوں نے دلی کو فتح کر کے اہلِ دلی کو نکال نہ دیا آپ نے جان کے خوف سے دلی نہ چھوڑی۔[1]

جہاد باعثِ ہلاکت و معصیت

میاں صاحب کے فتووں کے مجموعہ فتاویٰ نذیریہ کی کتاب الغارۃ والجہاد میں ایک سوال یہ ہے کہ جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ میاں صاحب نے جواب دیا کہ جہاد فرض کفایہ ہے، مگر جہاد کی کئی شرطیں ہیں، جب تک وہ نہ پائی جائیں گی، جہاد نہ ہوگا۔ پھر فرضیتِ جہاد کی چار شرطیں بیان کی ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں،

"پس جب یہ بات بیان ہو چکی، تو میں کہتا ہوں کہ اس زمانے میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہیں، تو کیونکر جہاد ہوگا ہرگز نہیں۔"[2]

خاص طور پر انگریزی اقتدار کے دور میں جہاد کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"علاوہ بریں ہم لوگ معاہد ہیں، سرکار سے عہد کیا ہوا ہے، پھر کیوں کر عہد کے خلاف کر سکتے ہیں؟ عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے۔"[3]

ایک سائل نے سوال کیا کہ ہندوستان میں جہاد جائز ہے یا نہیں؟ میاں صاحب جواب

---

[1] فضل حسین بہاری، المیاۃ بعد المماۃ ص ۲۴۷

[2] پندرہ روزہ تفاسیر لاہور، ۱۵ مارچ کا جہاد نمبر (بحوالہ فتاویٰ نذیریہ، مطبوعہ لاہور، ج ۳، ص ۲۸۴)

[3] ایضاً، فتاویٰ نذیریہ، ج ۳، ص ۲۸۴

azratnetwork.org

میں جہاد کے جائز ہونے کی دو شرطیں بیان کر کے لکھتے ہیں،

"ہندوستان میں شوکت و قوت اور قدرت سلاح و آلات مفقود ہے اور ایمان پیمان یہاں موجود ہے۔ پس جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت اور معصیت کا ہوگا۔" [1]

کتنی صراحت کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ موجودہ حالات میں نہ صرف یہ کہ جہاد نہیں کیا جا سکتا بلکہ جہاد کرنا گناہ ہے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں،

"مفلس پر اعانتِ مال نہیں، بے دست و پا پر اعانتِ اعمال نہیں و لہٰذا مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔" [2]

اس عبارت کا مطلب سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ مسلمانوں پر موجودہ بے بسی کے عالم میں جہاد فرض نہیں ہے۔ دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں،

"رہا جہاد سنانی (نیزے اور تلواروں سے جہاد) ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ نصِ قرآنِ عظیم ہم مسلمانانِ ہند کو جہاد برپا کرنے کا حکم نہیں اور اس کا واجب بتانے والا مسلمانوں کا بدخواہ مبین۔" [3]

امام احمد رضا بریلوی نے جہاد کے ناجائز اور حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ مسلمانوں میں طاقت نہیں، لہٰذا جہاد واجب نہیں، اس فتوے کی بنا پر کیسے کیسے الزامات لگائے گئے، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں،

"مسلمانوں میں مشہور کیا گیا کہ وہ انگریزی استعمار کے ایجنٹ اور اُن کے لیے کام کر رہے ہیں۔" [4] (ترجمہ)

---

[1] پندرہ روزہ تعاقب لاہور — بحوالہ فتاویٰ نذیریہ — ج ۲ ص ۵۔۴۸

[2] احمد رضا بریلوی، امام، — دعام العیش (مکتبہ رضویہ، لاہور) — ص ۴۶

[3] ایضاً، — رسائل رضویہ (مکتبہ حامدیہ، لاہور) — ج ۲، ص ۲۰۸

[4] نظیر — البریلویۃ — ص ۴۳

zratnetwork.org

مزید ترقی کرتے ہوئے کہا جاتا ہے،

"یہی بات ہندوستان میں انگریزی استعمار کے ایجنٹ اور بریلوی کے ہمعصر قادیانی نے کہی (ترجمہ)"

اگر انصاف و دیانت کا کوئی حصہ دل کے کسی گوشے میں موجود ہے اور خوف آخرت کا معمولی سا عکس بھی آئینۂ قلب پر جلوہ فگن ہے، تو انصاف سے بتایئے کہ فتویٰ کی یہ زبان میاں نذیر حسین دہلوی کے بارے میں کیوں نہ استعمال کی جائے جو صرف جہاد کو ناجائز ہی نہیں بلکہ گناہ قرار دے رہے ہیں، مولوی محمد حسین بٹالوی پر یہ فتویٰ کیوں نہ لگایا جائے جو نہ صرف مسلمانان ہند پر جہاد کو حرام قرار دے رہے ہیں، بلکہ ان کے نزدیک دنیا کے کسی بادشاہ کا گورنمنٹ سے جہاد جائز نہیں جیسے کہ اس سے پہلے اوراق میں گزر چکا۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اس حکم میں کیوں داخل نہیں، وہ تو حکومت کے وفادار اور جہاد کو حرام قرار دیتے ہیں جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔

انگریزی میم کی حفاظت

مولوی فضل حسین بہاری لکھتے ہیں،

"میں حالت غدر میں جبکہ ایک ایک بچہ انگریزوں کا دشمن ہو رہا تھا، مسز لیسلس ایک زخمی میم کو میاں صاحب رات کے وقت اٹھوا کر اپنے گھر لے آئے پناہ دی، علاج کیا، کھانا دیتے رہے۔ اس وقت اگر ظالم باغیوں کو خبر بھی ہو جاتی تو آپ کے قتل اور خاندان بربادی میں مطلق دیر نہ لگتی۔ طرفہ اس پر یہ تھا کہ پنجابی کٹڑہ والی مسجد کو تقلیباً باغی دخل کئے ہوئے تھے، اسی میں اس میم کو چھپائے ہوئے تھے، مگر ساڑھے تین مہینے تک کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ بریلی کے مکان میں کے آدمی ہیں۔"

لہ تعمیر؛ حاشیہ البریلویۃ ص ۴۳

zratnetwork.org

تین مہینوں کے بعد جب پوری طرح امن قائم ہو چکا، تب اس ظالم جلاد میم کو جو اب بالکل تندرست ہو چکا تھا، انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا جس کے صلے میں مبلغ ایک ہزار تین سو روپیہ اور مندرجہ ذیل سارٹیفکیٹ ملیں گے[1]

میں اُس وقت جب مجاہدین پر قیامت گزر رہی تھی، میاں صاحب جان پر کھیل کر میم کی جان بچاتے ہیں، ساڑھے تین ماہ تک بحفاظت اپنے گھر پر رکھتے ہیں اور جنگ کے خاتمے پر اسے انگریز کے حوالے کر کے ایک ہزار تین سو روپے جو موجودہ دور کے ایک لاکھ تیس ہزار روپے سے کسی طرح کم نہ ہوں گے، بطور انعام وصول کیے، حالتِ جنگ میں معمولات تدریس جب معمول جاری ہے، اس کے باوجود انہیں استعمارِ انگریزی کا دشمن اور عظیم مجاہد قرار دیا جائے تو تاریخ کے ساتھ بہت بڑی ناانصافی ہوگی۔

مشہور مؤرخ غلام رسول مہر لکھتے ہیں،

یہ بھی صحیح ہے کہ میاں نذیر حسین مرحوم نے ایک زخمی انگریز عورت کو جو بے بس پڑی تھی، اٹھا کر اپنے ہاں علاج کیا تھا، وہ تندرست ہو گئی اور اُسے اُس کی خواہش کے مطابق دہلی کا محاصرہ کرنے والی انگریزی فوج کے کیمپ میں پہنچا دیا تھا، مگر اس کا صلہ کچھ نہیں لیا تھا اور کہا تھا یہ میرا اسلامی فرض تھا[2]

حیرت ہے کہ میاں صاحب ایک ہزار تین سو روپے اور تعریفی سرٹیفکیٹ وصول کریں، شمس العلماء کا خطاب بھی پائیں، اس کے باوجود مہر صاحب کہتے ہیں کہ اس کا صلہ کچھ نہیں لیا تھا۔ کیا یہ سب کچھ اسلامی فرض کی ادائیگی کے ضمن میں آئے گا؟

---

[1] فضل حسین بہاری، المباۃ بعد المباۃ، ص ۱۲۷

[2] ظہیر، البریلویۃ، ص ۳۶۷

[3] غلام رسول مہر، اقاداتِ مہر (شیخ غلام علی، لاہور)، ص ۲۳۶

azratnetwork.org

سرٹیفکیٹ (اعزازیہ سند)

میاں صاحب کو مسز لیسلس کی حفاظت کے بدلے میں نہ صرف نقد انعام ملا بلکہ تعریفی سرٹیفکیٹ بھی جاری کیے گئے۔ ذیل میں ایک سرٹیفکیٹ کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے اس سے یہ حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے کہ اس کے علاوہ بھی متعدد سرٹیفکیٹ دستخط کیے گئے تھے،

دہلی، مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۵۷ء

از، ڈبلیو جی وائز فیلڈ اے ڈی کیمپنگ کمشنر

مولوی نذیر حسین اور ان کے بیٹے شریف حسین اور ان کے دوسرے گھر والے غدر کے زمانے میں مسز لیسلس کی جان بچانے میں ذریعہ ہوئے حالت مجبوری میں انہوں نے ان کا علاج کیا۔ ساڑھے تین مہینے اپنے گھر میں رکھا اور بالآخر دہلی کے برٹش کیمپ میں ان کو پہنچا دیا۔

وہ کہتے ہیں کہ ان کی انگریزی سرٹیفکیٹس ایک آتش زدگی میں جو ان کے مکان واقع دہلی میں ہوئی تھی، جل گئیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ان کا کہنا بہت ہی قرین امکان ہے۔ غالباً ان کو جنرل نیوایل چیمبرلین، جنرل برنارڈ اور کرنل سائیڈ وغیرہم سے سرٹیفکیٹس ملی تھیں۔ مجھ کو وہ واقعات اور مسز لیسلس کا کیمپ میں آنا اچھی طرح یاد ہے۔

ان لوگوں کو اس خدمت کے صلہ میں مبلغ دو سو اور چار سو روپیہ ملے تھے، مبلغ سات سو روپیہ بابت تاوان نہدم کیے جانے مکانات کے ان لوگوں کو عطا کیے گئے۔ یہ لوگ ہماری قوم سے حسن سلوک اور الطاف کے مستحق ہیں۔[1]

---

[1] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲-۱۲۲

azratnetwork.org

راولپنڈی کی نظربندی

نظری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر وفاداری کے باوجود میاں صاحب کو گرفتار کر کے ایک سال تک راولپنڈی میں نظربند کیوں رکھا گیا؟ اس کا ایک جواب بموجب حقائق پر نہیں، بلکہ محض عقیدت پر مبنی ہے اور "مریداں ہمی پرانند" کا مصداق ہے، یہ ہے:

"آخر میں انگریزوں نے وہابیہ کے خلاف کارروائی میں، اہل حدیث کے امام کبیر اور اُن کے قائد زعیم، شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کی گرفتاری کا فیصلہ کیا لیکن وہ اُن کی علمی ہیبت، بلند مقام اور مسلمانوں میں اثر و نفوذ سے خائف تھے، اس لیے ان کے معاملے میں مجبور ہو گئے تاکہ مسلمان بھڑک نہ اُٹھیں اور قیامت نہ آجائے، اس لیے کچھ عرصہ کی قید کے بعد انہیں رہا کرنا پڑا۔"[1] (ترجمہ)

لیکن حقائق کسی دوسری سمت اشارہ کر رہے ہیں۔ سرِدست ایک سرٹیفکیٹ کا مطالعہ کیجیے جو حقیقتِ حال کے جاننے میں معاون ثابت ہوگا۔

تاریخ: ۱۷ ستمبر ۱۸۸۱ء

از: میجر جی۔ ای۔ ینگ کمشنر

میں نے اس سرٹیفکیٹ کی اصل کو ملاحظہ کیا ہے (جو اس سے پہلے نقل کیا جا چکا ہے) اور مسٹر لیسنس سے بھی مجھ کو وہ حالات معلوم ہوئے ہیں جو اس میں مندرج ہیں، یہ امر قرینِ امکان ہے کہ مولوی نذیر حسین اور شریف حسین کے بیان کیے ہوئے حالات نے مخالفوں کو ان کا دشمن بنا دیا ہے۔"[2]

ساڑھے تین ماہ تک انگریز میم کو پناہ میں رکھا گیا، اس وقت تو مجاہدین کو کانوں کان

---

[1] ظہیر، السیر الحدیثیۃ ص ۳۸

[2] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۳۲

hazratnetwork.org

خبر نہ ہوئی۔ تاہم بعد میں یہ خبر چھپی نہ رہ سکی، اس لیے جنگِ آزادی کے بیالوں کا بم پھٹنے تھا
اس سے قبل گذر چکا ہے کہ پنجاب کے انگریزی اقتدار میں آجانے کے بعد سرحد میں مقیم
مجاہدین کو کارروائی کے ختم کرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ انگریز کا مقصد پورا ہو چکا تھا اور اس حکم پر عمل کرانے
کے لیے ہندوستان کے مختلف علاقوں سے سرحد جانے والے چندہ پر پابندی لگا دی گئی اور
تشدد اس قدر بڑھا کہ اہل سرحد کے ساتھ خط و کتابت رکھنے والوں پر بھی مقدمے قائم کر دیے گئے
اسی ضمن میں میاں صاحب کی بھی مخبری کر دی گئی کہ یہ بھی سرحد والوں سے خط و کتابت رکھتے ہیں،

"میاں صاحب پر بھی مواخذہ ہوا جو صرف مخبروں کی غلط خبر رسانی اور اہل کاروں کی
غلطی پر مبنی تھا اور آپ تا تحقیقاتِ کامل کم و بیش ایک برس تک راولپنڈی کے جیل میں
نظر بند رہے۔

دہلی میں میاں صاحب کے مکان اور مسجد کی جب تلاشی ہوئی، تو دوسروں
(اہل سرحد) کے بھیجے ہوئے خطوط بہ تعداد کثیر بے ٹھکانے دری پر، چٹائی پر،
دری کے نیچے، چٹائی کے نیچے، چارپائی کے نیچے، کتابوں میں پائے گئے۔ پوچھا
گیا کہ آپ کے ہاں اس قدر بکثرت خطوط کیوں آتے ہیں؟ آپ نے کہا کہ ہر اس
کی تو بھیجنے والوں سے پوچھنی چاہیے یا ان خطوط میں دیکھنا چاہیے۔"[1]

خطوط دیکھے گئے ان میں کوئی ایسی بات نہیں ملی جس سے انگریز کی مخالفت یا حکم معطل
کا سُراغ مل سکے،

خطوط جو پڑھے گئے تو ان میں اس کے سوا کیا دھرا تھا کہ فتویٰ کا سوال ذیل میں
درج ہے۔ حضور اس کا جواب جلد بھیج دیں۔ فلاں مسئلے میں کیا حکم ہے۔[2]
وغیرہ وغیرہ۔

---

[1] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۳۵
[2] ایضاً، ص ۱۳۶

lahazratnetwork.org

ظاہر ہے ان خطوط میں انگریز دشمنی کا کوئی مواد نہ تھا۔ اس کے برعکس اس قسم کا کوئی فتویٰ مل سکتا تھا، پوچھا گیا کہ مولوی عبداللہ صاحب جو علاقہ خراسان میں ہیں، وہ امام وقت ہیں یا نہیں؟ یہ عبداللہ صاحب مجاہدین کے امیر تھے۔ میاں صاحب نے جواب میں امام اکبر کی شرائط بیان کرنے کے بعد لکھا،

"اب میں کہتا ہوں کہ مولوی عبداللہ جو علاقہ خراسان میں ہیں بسبب فقدان شرط اوّل کے یعنی قریشی نہ ہونے کے امام نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ انصاری ہیں۔"[1]

جب میاں صاحب، عبداللہ صاحب کو امام ہی تسلیم نہیں کرتے تو ان سے ربط و ضبط یا مالی امداد کیا معنی رکھتی ہے اور انگریز کو کھٹک کیوں باقی رہتی؟

"الغرض بعد تحقیقات کامل یہ بات روز روشن کی طرح کھل گئی کہ ان پر مواخذہ محض ناجائز ہے اور یہ بالکل بری الذمہ ہیں، اس لیے رہا کر دیئے گئے۔"[2]

یہ باتیں ہیں جو میاں صاحب کے ظاہر و باطن کے یکساں ہونے پر دلالت کرتی ہیں، وہ جس طرح غدر ۱۸۵۷ء میں مسٹر لیسنس کی جان بچانے سے وفادار ثابت ہوئے تھے، اسی طرح ۶۵-۶۴ء کے مقدمہ بغاوت میں بھی بے لگاؤ ٹھہرے۔[3]

کہا جاتا ہے،

"جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا۔" (ترجمہ)[4]

حالانکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ میاں صاحب کے اہل حدیث سوانح نگار بھی اس جنگ کو غدر ہی قرار دے رہے ہیں، خود میاں صاحب کہتے تھے:

"میاں وہ بڑا، بہادر شاہی رنڈی تھی۔"[5]

---

[1] فتاویٰ نذیریہ (مجموعہ فتاویٰ علمائے لاہور) ج ۳، ص ۲۸۲

[2] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۳۶

[3] ظہیر، البریلویۃ ص ۳۷

[4] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۲۵

zratnetwork.org

اس عنوان پر اگر علمائے اہل حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے، تو ایک مبسوط مقالہ تیار کیا جا سکتا ہے۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے جو سرٹیفکیٹ نقل کیے جا چکے ہیں، وہ اس مقدمہ کے بعد کے ہیں۔

سفرِ حج اور کمشنر دہلی کی چٹھی

۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء میں میاں صاحب نے حج کا ارادہ کیا اور اس خیال سے کہ مخالفین جس طرح ۱۸۶۴ء کے مقدمہ میں غلط بیانی سے اُلجھا چکے ہیں، کہیں اس سفر میں بھی پریشان نہ کریں کمشنر دہلی سے مل کر یہ صورتِ حال بیان کی۔ کمشنر نے ایک چٹھی انہیں دی جو اُن کی وفاداری کا سرٹیفکیٹ تھی اور وہ یہ تھی،

"مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے معتقد عالم ہیں، جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے۔ وہ اپنے فرض زیارتِ کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی وہ مدد چاہیں گے وہ اُن کو مدد دے گا، کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔

دستخط، سے ڈی ٹریملٹ بنگال
سروس کمشنر، دہلی و سپرنٹنڈنٹ
۱۰ اگست ۱۸۸۳ء [1]

اللہ اکبر! انبیاء و اولیاء سے استمداد و استعانت (جو توسل ہی کی قسم ہے) کو شرک قرار دینے والوں کا گورنمنٹ انگریزی سے یوں استمداد و استعانت کرنا اور وہ بھی سفرِ حج میں کیونکر مقتضائے توحید بن گیا؟

---

[1] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۴۰۱

ahazratnetwork.org

ایک چٹھی مسٹر لیسنس سے بھی حاصل کی، جنگ کے دنوں میں جس کی بیم کو گھر میں پناہ دی تھی،

"دوسری چٹھی مسٹر لیسنس نے بنام کونسل جدہ کے دی جس میں آپ کی خیر خواہی زمانہ غدر کا مفصل بیان تھا۔ انہوں نے یہ بھی جتا دیا تھا کہ ان کے مخالفین بھی بہت ہیں اور ان میں سے بعض مکہ معظمہ میں یہاں سے بھاگ کر مقیم ہو گئے ہیں۔ مسٹر لیسنس نے یہ بھی استدعا کی تھی کہ برٹش گورنمنٹ کا نسل کا فرض ہے کہ ان کو ان کے مخالفین کے شر و فساد سے بچائے۔ یہ چٹھی برٹش کا نسل مقیم جدہ (مکتوب الیہ) نے اپنے پاس رکھ لی۔" [1]

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۸۶۴ء میں میاں صاحب پر جو مقدمہ قائم کیا تھا وہ غلط مخبری کی بنا پر تھا۔ اب انگریز کا دل ان کی طرف سے مکمل طور پر صاف ہو چکا تھا۔

ہندوستان دارالامان

فضل حسین بہاری لکھتے ہیں،

"ہندوستان کو ہمیشہ میاں صاحب دارالامان فرماتے تھے، دارالحرب کبھی نہ کہا۔" [2]

گورنمنٹ خدا کی رحمت

میاں صاحب کے تلمیذ خاص اور سفر حج کے رفیق مولوی تلطف حسین نے ایک موقع پر پاشا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا،

---

[1] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۱۴۱ - ۱۴۰

[2] ایضاً، ص ۱۳۴

ahazratnetwork.org

"ہم یہ کہنے سے معذور سمجھے جائیں کہ انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے لیے خدا کی رحمت ہے۔ [1]

امام احمد رضا بریلوی کا فتویٰ یہ تھا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے دارالحرب نہیں ہے" تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ "دو اہم فتوے" اس موقف کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ امام احمد رضا بریلوی کو اس موقف کی بنا پر آزادی وطن کی تحریکوں کا مخالف، جہاد کی حرمت کا قائل اور دوسروں کی خوشنودی کے لیے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ دینے والا قرار دیا جاتا ہے۔ [2]

کیا یہ سب فتوے میاں نذیر حسین اور ان کے شاگرد مولوی تلمیذ حسین پر بھی لگائے جائیں گے؟

---

[1] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۶۲

[2] ظہیر، البریلویۃ ص ۴۰

alahazratnetwork.org

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ابن اولاد حسن قنوجی ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء میں بانس بریلی میں پیدا ہوئے[1] ابتدائی کتابیں اپنے بھائی سے پھر فرخ آباد اور کانپور کے اساتذہ سے پڑھیں پھر زیادہ تر درسِ نظامی کی کتابیں صدر الصدور مفتی صدر الدین خاں آزردہ سے پڑھ کر سندِ تحصیل حاصل کی۔ پھر بھوپال میں قاضی زین العابدین انصاری بھوپالی سے حدیث کا درس لیا۔[2]

زینۂ ترقی

۱۲۸۶ھ/۱۸۷۰ء میں بھوپال کے محکمۂ نظامت المعارف پھر محکمۂ دیوان الانشاء میں ملازم ہوئے۔ ملکۂ بھوپال نواب شاہجہاں بیگم بیوہ تھیں، ان کے شوہر نواب باقی محمد خاں کئی سال پہلے فوت ہو گئے تھے۔[3]

۱۲۸۸ھ/۱۸۷۲ء میں حکومتِ برطانیہ کے ایما پر ملکۂ بھوپال نے نواب صاحب کے ساتھ نکاح کر لیا۔ نواب صاحب کا بیان ہے:

ثم تزوجت بی فی سنة ۱۲۸۸ھ بعد ما اجازته بذالك السلطنة البرطانية فی عهد حكومة لارد ميو حاكم الهند نزيل دار الامارة كلكته[4]

---

[1] عبد الحی لکھنوی، نزہۃ الخواطر ج ۸/ ص ۱۸۷

[2] ابو الحسن علی ندوی، نزہۃ الخواطر ج ۸/ ص ۸-۱۸۷

[3] ایضاً، ص ۱۸۹

[4] نواب صدیق حسن بھوپالی، ابجد العلوم (مکتبۂ قدوسیہ، لاہور) ج ۳/ ص ۲۸۴۔

ahazratnetwork.org

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"جب دوسرا سال گزرا، رئیسہ معظمہ نے اپنی ذہانت سے مجھے عزت و اعتبار بخشا اور یہ امر باطلاع گورنمنٹ عالیہ حسب مرضی سرکار انگلشیہ ظہور میں آیا۔ [1]

اس جگہ قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر گورنمنٹ کو ملکہ کے نکاح کرنے اور خاص طور پر نواب صاحب ہی کے ساتھ کیا دلچسپی تھی؟ ــــــ نواب صاحب کے سوانح نگاروں نے اس عقدہ کو حل نہیں کیا، لیکن اس سوال کا جواب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ نواب صاحب گورنمنٹ کے انتخاب اور معیار پر پورے اترتے تھے، انہیں نوازنا مقصود تھا، اس لیے نوازا اور خوب نوازا۔ یہاں تک کہ ملکہ بھوپال کو اُن کے ساتھ عقد پر مجبور کر دیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جنہوں نے کسی طور پر حصہ لیا تھا، وہ یا تو انگلے جہان پہنچ چکے تھے یا کالے پانی اور جیلوں میں زندگانی کی گھڑیاں گن رہے تھے۔ نواب صاحب ایسے وفادار کو نہ نوازا جاتا تو کسے نوازا جاتا؟

نواب صاحب لکھتے ہیں:

"یہ علاقہ موجب ترقی منصب اور عروج و عزت روز افزوں کا ہوا اور چوبیس ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد المہامی سے سرفرازی حاصل ہوئی اور خلعت گرانمایہ قیمتی دو ہزار روپیہ مع اسپ و فیل و چتر و پالکی و شمشیر و سیر و عنایت ہوا بعد چندے خطاب نوابی و امیر الملکی و والاجاہی، افسر شلنگ سے سربلندی و طغرائی اور اقطاع یک لک روپیہ سال اس پر مزید مرحمت ہوئے۔" [2]

یہ بھی نواب صاحب کا بیان ہے:

"ہندوستان کے مسلمان ہمیشہ سے مذہب حنفی یا حنفی رکھتے ہیں۔" [3]

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی ترجمان وہابیہ ص ۲۸

[2] ایضاً ص ۲۸

[3] ایضاً ص ۴۲

www.alahazratnetwork.org

"اور ہند کے اکثر حنفی اور بعض شیعہ اور کسر اہل حدیث ہیں۔" [1]

نواب صاحب اور دیگر علماء اہل حدیث نے مسلمانانِ ہند کے قدیم اور اکثریت کے طریقے سے برأت کر کے الگ راہ اختیار کی،

"ہم لوگ صرف کتاب وسنت کی دلیلوں کو اپنا ناد دستور العمل ٹھہراتے ہیں، اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں" [2]

حقیقت یہ ہے کہ احناف کتاب وسنت کے دلائل پر ہی عمل کرتے ہیں۔ وہ دلائل جو دنیا بھر کی مسلم آبادی کی اکثریت کے امام، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس مذہب کے دیگر ائمہ نے بیان کیے ہیں، جبکہ نواب صاحب اور ان کے ہم خیال اپنے فہم اور اپنے استدلال پر اس قدر اعتماد کرتے ہیں کہ اکثر مجتہدین کے دلائل کو خاطر میں ہی نہیں لاتے۔ نواب صاحب کی یہی ادا گورنمنٹ کی نظروں میں باعث محبوبیت تھی،

"اور یہ آزادگی ہماری مذاہب مروجہ جدیدہ سے یعنی مراد قانون انگلشیہ ہے" [3]

حکیم عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں،

وكان كثير النقل عن القاضي الشوكاني وابن قيم وشيخه ابن تيمية الحراني وامثالهم، شديد التمسك بمختاراتهم وكان له سوء ظن بائمة الفقه والتصوف جدا، لاسيما ابي حنيفة [4]

قاضی شوکانی، ابن قیم اور ان کے شیخ ابن تیمیہ حرانی وغیرہم کی عبارات بہت نقل

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمان وہابیہ ص ۵۷

[2] ایضاً، ص ۲۰

[3] ایضاً، ص ۲۰

[4] عبدالحی لکھنوی، حکیم نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۹۱

ahazratnetwork.org

کرتے اور ان کے مختارات کو شدت کے ساتھ اپناتے، وہ ائمہ فقہ و تصوف خصوصاً امام ابو حنیفہ سے بہت بدگمانی رکھتے تھے۔"

اسی طرزِ عمل کے پیشِ نظر نواب وحید الزماں نے لکھا تھا،

"ہمارے اہلِ حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل شہید نور اللہ مرقدہم کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے۔ جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا بس اس کے پیچھے پڑ گئے، برا بھلا کہنے لگے، بھائیو! ذرا تو غور کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کی تقلید چھوڑی، تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں، ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟"[1]

نواب صاحب کا دوسرا امتیازی وصف گورنمنٹ سے وفاداری تھا، چنانچہ ایک موقع پر کچھ مخالفین نے ان کے خلاف گورنمنٹ کے کان بھرنا چاہے،

"مگر حکامِ عالی منزلت، یعنی کارپردازانِ دولتِ انگلشیہ کو چونکہ تجربہ اس ریاست کی خیر خواہی اور وفاداری کا عموماً اور اس بے صولت و دولت کا خصوصاً ہو چکا ہے، اس لیے تہمت ان کی پایۂ ثبوت کو نہ پہنچی۔"[2]

جہاد کا حکم گناہ کبیرہ ہے

نواب صاحب لکھتے ہیں،

"علماءِ اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملکِ ہند میں جب سے حکام والا مقام فرنگ فرماں روا ہیں۔ اس وقت سے یہ ملک دار الحرب ہے، یا

---

[1] محمد عبد الحلیم چشتی، حیات وحید الزماں (نور محمد کراچی) ص ۱۰۲

[2] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمانِ وہابیہ ص ۲۹

zratnetwork.org

دارالاسلام ؟ حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے، ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دارالاسلام ہے اور جب یہ ملک دارالاسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنیٰ ؟ بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔

اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دارالحرب ہے جیسے بعض علماء دہلی وغیرہ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن وامان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں۔ جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہو۔ غرض یہ کہ دارالحرب میں رہ کر جہاد کرنا جسکے پیچھے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں۔" [1]

"وجُوں بر اسلام باقی ماند جہاد دراں یعنی پہ بلکہ گناہے از گناہ وکبیرہ از کبائر باشد۔" [2]

• اور جب ہندوستان دارالاسلام ہے، تو یہاں جہاد کا کیا مطلب ؟ بلکہ گناہوں میں سے ایک گناہ اور کبائر میں سے ایک کبیرہ ہے۔

۱۸۵۷ء کے مجاہدین مرتکب کبیرہ

"آنانکہ اقدام بر قتل اصحاب دولت برطانیہ یا دیگر مردم مے کنند خود ایشاں از علم دین بے بہرہ محض افتادہ اند۔ ہر کہ شریعت اسلام را بدو بہ تحقیق می شناسد از وے ہرگز ایں جریمہ کبیرہ سر نزدہ می تواند شد۔" [3]

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی نواب، ترجمان وہابیہ، ص ۱۵

[2] ایضاً، عمائد العقائد (مطبع صدیقی بھوپال)، ص ۲۴

[3] ایضاً، ص ۳۸

network.org

جو لوگ اربابِ حکومتِ برطانیہ یا دوسرے لوگوں کے قتل پر اقدام کرتے ہیں، وہ خود علم اور دین سے محض بے بہرہ واقع ہوتے ہیں۔ جو شخص تحقیقی طور پر شریعتِ اسلام کو پہچانتا ہے، اس سے یہ بڑا جرم گناہ کبیرہ، سرزد نہیں ہو سکتا۔

شرائطِ جہاد مفقود ہیں

ساری دنیا میں کوئی معتقد اس امر کا کہ جہاد و قتال خاص سرکارِ انگلشیہ سے جائز ہے اور دوسرے سے نہیں، ہرگز نہیں، اس لیے کہ شرطیں اس عمل کی تمام تر مفقود ہیں اور جمیع بنہا ان شرطوں اور ضابطوں کا نہایت درشمار ہے۔ [1]

غدر میں اہلِ حدیث نے حصہ نہیں لیا

"جتنے لوگوں نے غدر میں شروفساد کیا اور حکامِ انگلشیہ سے برسرِ عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدانِ مذہبِ حنفی تھے، نہ متبعانِ حدیثِ نبوی۔" [2]

جہاد نہیں فساد تھا

"اسی طرح زمانۂ غدر میں جو لوگ سرکارِ انگریزی سے لڑے اور عہد شکنی کی وہ جہاد نہ تھا فساد تھا۔" [3]

سب سے زیادہ خیر خواہ

---

[1] صدیق حسن خان بھوپالی، نواب، ترجمان وہابیہ ص ۳۰

[2] ایضاً ص ۲۵

[3] ایضاً ص ۵۴

tnetwork.org

"کوئی فرقہ ہماری تحقیق میں زیادہ تر خیر خواہ اور طالب امن و امان و آسائش رعایا کا اور قدر شناس بندوبست گورنمنٹ کا اس گروہ سے نہیں ہے جو آپ کو اہل سنت و حدیث کہتا ہے اور کسی مذہب خاص کا مقلد نہیں۔" [1]

ملکہ بھوپال کے اعزازات

بھوپال میں اصل اقتدار نواب شاہجہاں بیگم کے پاس تھا۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے ابجد العلوم کی تیسری جلد میں ملکہ کا تذکرہ کیا ہے اور خاص طور پر گورنمنٹ کی طرف سے ملنے والے اعزازات کا ذکر کیا ہے۔ عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

- ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں ملکہ نے بمبئی کا سفر کیا، وہاں اُسے پہلے درجے کا بلند خطاب، اور وزیر اعظم کے قلم سے "ممبر آف دی امپیریل آرڈر آف دی کراؤن آف انڈیا" کا شاہی نشان ملا اور وہ خاص اعزاز کے ساتھ خوش خوش بھوپال آئی۔
- ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں ملکہ دارالحکومت کلکتہ گئی اور وہاں ملکۂ انگلستان کے بڑے لڑکے اور ولی عہد پرنس آف ویلز سے ملاقات کی۔ پرنس نے ملکہ کی بہت تعظیم کی، گراں قدر تمغہ اور انگلستان کے معصومہ قیمتی تحائف پیش کیے۔
- اس سے پہلے ویلز کے بھائی پرنس ایڈنبرا سے ملاقات کی تھی اور اس نے بھی ملکہ کی انتہائی تعظیم کی تھی اور لندن سے ان کے لیے قیمتی اشیاء بھیجی تھیں اور حسب عادت میں بھی ان سفروں میں ان کے ساتھ تھا۔
- پھر ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں ملکہ نے دہلی کا سفر کیا اور انہیں عظیم الشان شاہی نشان ملا جس پر لکھا ہوا تھا: "اَلْعِزُّ مِنَ اللّٰہِ"
- گورنر جنرل نے ملکہ کو فرنگی تلوار، طلائی پٹکا اور جڑاؤ صندوق دیا تھا اور پٹکا ہم محل

---

[1] صدیق حسن خان بھوپالی، نواب، ترجمان وہابیہ، ص ۵۸

tratnetwork.org

میں زیب تن کرتے ہیں اور اس عظیم دربار اور بڑے اجتماع میں جہاں ہندوستان کے دُور و نزدیک کے تمام رؤسا حاضر تھے، ماضی کی تاریخ میں ایسا پُرشوکت اجتماع نہیں ہوا ہوگا۔ ہمارے لیے ملکہ انگلینڈ کی طرف سے سترہ توپوں کی سلامی مقرر کی گئی جو ہمیں برطانیہ کے زیرِ نگیں علاقہ میں جانے اور آنے پر پیش کی جائے گی۔

● پھر ملکہ بھوپال کو ایک اور خطاب "کراؤن آف انڈیا" ملا، جس کا رجحان تاج ہند ہے۔[1]

ان تمام محافل میں نواب صاحب کی حیثیت اگرچہ ثانوی تھی، تاہم برطانوی حکام کی نگاہ میں اُن کی وفاداری کسی طرح بھی مشکوک نہ تھی، ورنہ وہ نہیں ملکہ کے شوہر نامدار کی حیثیت سے کبھی تسلیم نہ کرتے۔ آخر میں نواب صاحب لکھتے ہیں،

"مختصر یہ کہ ملکہ اس آخری زمانے اور نادارِ عصر میں ان فضائل کی جامع ہیں جو عورتوں میں کجا مردوں میں بھی بہت کم جمع ہوتے ہوں گے۔ وہ ان کمالات کی حامل ہیں جن کے بیان سے زبان قاصر ہے اور یہ اُن کے بلند مناقب کے میدان سے ایک ذرہ اور اُن کی بزرگیوں کے دریاؤں سے ایک قطرہ ہے۔"[2]

دورِ ابتلاء

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ نواب صاحب کے مخالفین انہیں حکومت کی نظروں میں گرانے کی کوششوں میں لگے رہتے تھے۔ دوسری طرف گورنمنٹ کو جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں زبردست دھچکا لگ چکا تھا، اس لیے جس شخص کے بارے میں ذرہ برابر بھی شبہ پیدا ہو جاتا اس کے خلاف شدید سے شدید تر کارروائی سے بھی گریز نہ کیا جاتا۔

انگریزی حکومت کے وکیل نے ازراہِ دشمنی ہندوستان کے حکام کے پاس شکایت کی اور نواب صاحب

---

[1] صدیق حسن خان بھوپالی، نواب، ابجد العلوم ج ۳، ص ۲۸۵-۲۸۶

[2] ایضاً، ص ۲۸۷

ratnetwork.org

پر درج ذیل الزامات لگاتے ؛

۱— یہ تہمت لگائی گئی کہ انہوں نے اپنی بعض تالیفات میں جہاد کی ترغیب دی ہے۔

۲— وہ ہندوستان میں وہابی مذہب کی ترویج میں کوشاں ہیں اور اس مذہب والے وہ ہیں، جن پر انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کی تہمت لگائی گئی ہے اور انہیں جہاد کا بہت شوق ہے۔

۳— انہوں نے ملکہ بھوپال شاہجہان بیگم کو شرعی پردہ پر مجبور کیا ہے تاکہ نواب صاحب کو حکومت کے کلی اختیارات حاصل ہو جائیں، وغیرہ وغیرہ۔" (ترجمہ)

اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ، انگریزی حکام سے پردے کے بغیر ملاقاتیں کرتی تھی اور نواب صاحب کی مجبوری یہ تھی کہ انہیں منع نہیں کر سکتے تھے نیز علی میاں (ابوالحسن علی ندوی) نے یہ بھی تصریح کر دی کہ وہابیہ پر انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کی جو تہمت لگائی گئی تھی، حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

نواب صاحب کی تصنیف ترجمان وہابیہ اور مواعظ العوائد وغیرہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ انگریزی حکومت کے ساتھ جہاد کو ناجائز اور گناہ کبیرہ قرار دیتے تھے۔

"جب یہ ملک دارالاسلام ہوا تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی، بلکہ عدم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔" [۲]

اسی طرح وہ وہابی ہونے کی سختی سے تردید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں،

"جو لوگ ہند کے باشندوں کو وہابی ٹھہرا کر محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف

---

[۱] ابوالحسن علی ندوی، نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۱۹۰

[۲] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمان وہابیہ، ص ۱۵

zratnetwork.org

منسوب کرتے ہیں، ان کی عقل پر خدا کی طرف سے پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ[1]
لیکن نوشتۂ تقدیر کون مٹا سکتا ہے۔ مخالفین کی شکایتیں رنگ لائیں اور
۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں یہ کارروائی کی گئی:

فانتزعت منه القاب الامارة والشرف التی
منحته ایاها الحکومة الانجلیزیة والغی الامر
باطلاق المدافع تعظیما[2]

ان سے امارت اور عزت کے القاب سلب کر لیے گئے جو انہیں انگریزی حکومت
نے عطا کیے تھے اور از راہِ تعظیم توپیں داغنے کا سلسلہ بھی ختم کر دیا گیا۔

خدا یاد آیا

اس سے پہلے بھی گزر چکا ہے کہ نواب صاحب دورِ نوابی میں فقہ اور تصوف کے اکثر
کے حق میں سوءِ ظن رکھتے تھے لیکن اب جو وہ سب کچھ قصۂ پارینہ بن چکا تھا۔ ایسے عالم میں
انسان کا رجوع اللہ تعالیٰ اور اللہ والوں کی طرف ہو جاتا ہے یہی ان کے ساتھ بھی ہوا:

حتی انه وفق بالتوبة عما کان علیه من سوء الظن
بائمة الفقه والتصوف وکتب ذلك فی آخر مقالات
الاحسان ومقامات العرفان وهو ترجمة فتوح الغیب
للشیخ الامام عبد القادر الجیلی رضی الله عنه وهو
آخر مصنفاته ثم بعثه الی دار الطباعة فطبع و
وصل الیه فی لیلة توفی الی رحمة الله سبحانه

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمانِ وہابیہ، ص ۲۱
[2] ابوالحسن علی ندوی، نزہۃ الخواطر، ۸ ص ۱۹۰

atnetwork.org

فی تلك اللیلة۔[1]

یہاں تک کہ انہیں فقر و تعفف کے ائمہ کے حق میں بدگمانی سے توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ یہ بات انہوں نے "مقالات الاحسان و مقامات العرفان" کے آخر میں لکھی اور یہ شیخ، امام عبدالقادر جیلی رضی اللہ عنہ کی تصنیف فتوح الغیب کا ترجمہ ہے اور نواب صاحب کی آخری تصنیف، انہوں نے یہ کتاب پریس میں بھیج دی تھی اور اس رات چھپ کر پہنچی جس رات اُن کی وفات ہوئی۔

وفات

۱۹ر جمادی الآخرہ ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء کو نواب صاحب کی وفات ہوئی،

وقد صدر الامر من الحکومة الانجلیزیة ان یشیع ویدفن بتشریف لائق بالامراء واعیان الدولة کما کان لو بقیت له الالقاب الملوکیة والمراسیم الامیریة۔[2]

انگریزی حکومت نے حکم جاری کیا کہ انہیں نوابوں والی شان و شوکت کے ساتھ دفن کیا جائے، جیسے اس وقت دفن کیا جاتا، جبکہ اُن کے شاہی القاب اور امیرانہ نشانات برقرار ہوتے۔

بحالی

ماہ ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں وفات کے پانچ ماہ بعد حکومت نے لقب "نواب" بحال کر دیا۔

---

[1] عبدالحی لکھنوی حکیم، نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۲-۱۹۲

[2] ابوالحسن علی ندوی، نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۹۱

tratnetwork.org

وردت الیہ الحکومۃ لقب الامارۃ نواب"
فی سلخ ذی الحجۃ سنۃ سبع وثلاث مائۃ والف۔

یعنی ایک بار پھر نواب صاحب انگریزی حکومت کے ہاں سرخرو قرار پائے اور بغاوت و جہاد وغیرہ کے شبہات غلط ثابت ہوئے، نواب صاحب کی رُوح اُس وقت یہ کہہ رہی ہوگی ؎

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ ہائے اُس زُود پشیماں کا پشیماں ہونا

تصانیف

نواب صاحب نے ۲۲۲ کتابیں لکھیں، ؎

ولکنہ لا تخلوا تصانیفہ عن اشیاء، اما تلخیص او تجرید او نقل من لسان الی لسان اخر۔ ؎

لیکن ان کی تصانیف، تصنیف کے درجے میں نہیں آتیں یا تو کسی کتاب کی تلخیص ہیں یا تجرید، یا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کی ہوئی ہیں ؎

دعوائی مجددیت

مولوی فضل حسین بہاری اہل حدیث لکھتے ہیں،

نواب صدیق حسن خاں اور مولانا ابوالحسنات، مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کے باہمی مباحثات کو جس نے دیکھا ہوگا، وہ دیکھے گا کہ اپنی اپنی زبان سے مجدد ہونے کا کیونکر دعویٰ کیا گیا ہے ؎

۱؎ ابوالحسن علی ندوی، نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۹۰

۲؎ ابویحییٰ خاں نوشہروی، تراجم علمائے حدیث (سبحانی اکیڈمی لاہور)، ص ۲۴۴

۳؎ عبدالحی لکھنوی، یکیم، نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۹۱

۴؎ فضل حسین بہاری الحیاۃ بعد المماۃ ص ۸ — ۲۱۷

atnetwork.org

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

معروف قلم کار اور ادیب ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں بجنور میں پیدا ہوئے بجنور اور دہلی کالج میں تعلیم حاصل کی۔ دو سال کنجاہ، پنجاب میں مدرس رہے۔ پھر کانپور چلے آئے۔ تعزیراتِ ہند کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا،

وکان یقع فی الحدیث الشریف و فی رواتہ و یقول ھم جھال لا یعرفون العلوم الحکمیۃ ولا معانی الاحادیث الحقیقیۃ۔ [1]

حدیث شریف اور اس کے راویوں پر اعتراض کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ جاہل تھے، علومِ حکمیہ اور احادیث کے معانی حقیقیہ نہیں جانتے تھے

ترجمۂ قرآن

انہوں نے قرآن پاک کا اردو ترجمہ کیا اور اس پر فخر کیا کرتے تھے، عربی اور اردو میں مہارت کا دعویٰ رکھتے تھے،

ویؤخذ علیہ انہ قد یختار التعبیر الذی لا یلیق بالمقام العلام وجلال الکلام لغرامہ باستعمال ما جری علی لسان اھل اللغۃ وشاع فی محاورۃ بعضھم لبعض وقد یتورط بذلک فیما یشین

---

[1] عبدالحی لکھنوی حکیم، نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۴۹۴

nzratnetwork.org

علیہ النقد واللائمۃ۔ [1]

اُن پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ ترجمہ میں ایسے الفاظ لے آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اور کلام الٰہی کی عظمت کے لائق نہیں ہیں [2] کیونکہ انہیں اہل زبان کے استعمال اور اُن کے محاورات سے بہت شغف ہے، اس لیے وہ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جن کی بنا پر ان پر تنقید اور ملامت کی جاتی ہے۔

سرسید کے تعلیمی نظریات کے بڑے مؤید تھے۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں وہ دہلی میں رہے لیکن تحریک سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں:

پرنسپل ٹیلر نے محمد حسین آزاد کے گھر پناہ لی۔ ذکاء اللہ اپنے محبوب استاد پروفیسر رام چندر کی حفاظت کے لیے بھاگے بھاگے پھر رہے تھے اور نذیر احمد نے اپنے سسرال والوں کے تعاون سے ایک زخمی خاتون لیسنس کی جان بچائی ..... اگرچہ اس خیر خواہی کا سہرا خاندان کے دو بزرگوں (مولوی عبدالقادر اور مولوی وحید حسین) کے سر ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ اس موقع پر نذیر احمد کی کارگزاری بھی کسی سے کم نہیں تھی۔ [3]

انگریز ہی سلطنت کے اہل ہیں

ڈپٹی صاحب ایک لیکچر میں کہتے ہیں:

---

[1] ابوالحسن علی ندوی، نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۴۹

[2] اس لحاظ سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا ترجمہ قرآن "کنز الایمان" بے نظیر ہے کہ اس میں تعظیم الوہیت اور احترام رسالت و نبوت کا پورا پورا لحاظ کیا گیا ہے ۱۲ قادری

[3] افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، مولوی نذیر احمد دہلوی (مجلس ترقی ادب، لاہور) ص ۴۰

atnetwork.org

۱۸۵۷ء کے غدر میں میں اپنے دل ہی دل میں کہا کرتا تھا کہ انگریز بھلے ہیں تو سمٹ کر تھوڑے دنوں کے لیے سمندر میں ہو رہیں۔ یہی باغیان ناعاقبت اندیش بخود غلط، جو عملداری کے تنزل سے خوش ہیں، چند روز میں عاجز اگر بہ منت انگریزوں کو منا لائیں تو سہی۔ میرا اس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنتِ ہندوستان کے اہل ہیں۔[1]

ایک لکچر کے چند نکات ملاحظہ ہوں:

- "ہماری سلطنت جاتی رہی تو خدا نے برٹش گورنمنٹ میں ہم کو اس کا نعم البدل عطا فرمایا ہے۔
- لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحها . . . . .

پس ہم مسلمان تو مذہبًا اطاعت حکام پر مجبور ہیں اور جو فعل موہم سرکشی ہو ہمارے یہاں منہیات شرعیہ میں سے ہے۔

- انگریزوں کے ہم مسلمانانِ ہند پر اتنے حقوق ہیں کہ وہ اہل کتاب ہیں اور ہم سے عہد امن رکھتے ہیں اور تیسری بات یہ کہ ان کی حکومت، حکومتِ صالحہ ہے۔
- انگریزوں کی حکومت اگر حکومت صالحہ نہ ہوتی، تاہم مستامن ہونے کی حیثیت سے ان کی خیر خواہی اور اطاعت ہمارا فرض اسلامی ہوتا، لکجا کہ جبکہ امن، آسائش اور آزادی کے اعتبار سے ہمارے حق میں خدا کی رحمت ہے اگر انگریز نہ آتے تو ہم کبھی کے کٹ مرے ہوتے۔[2]

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں:

---

[1] افتخار احمد صدیقی، مولوی نذیر احمد دہلوی، ص ۱۵۶

[2] ایضاً، ص ۱۶۰

atnetwork.org

انہوں نے اپنے خطبات اور مذہبی تصانیف میں نہ صرف انگریزی حکومت کی اطاعت کی تلقین کی، بلکہ انگریزوں سے معاشرتی روابط پیدا کرنے کے حق میں بھی مذہبی دلائل پیش کیے۔[1]

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ان الفاظ میں تلقین کرتے ہیں،

"آخر ہم ہندوؤں میں رہتے، ان سے ملتے جلتے ہیں اور ان کے ساتھ راہ و رسم رکھتے ہیں تو انگریزوں کے ساتھ بدرجۂ اولیٰ ہم کو دنیاوی ارتباط رکھنا چاہیے اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے کیونکہ دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بیر نہیں سکتا۔"[2]

انعام

ڈپٹی نذیر احمد کی کتاب "مرآۃ العروس" پر حکومت نے گراں قدر انعام سے نوازا۔ مسٹر کیمپسن، ناظم تعلیمات صوبہ شمال مغربی نے ان کی کتابیں دیکھیں، تو پسند کیں اور فرمائش کی کہ ان کی نقلیں میرے پاس بھیج دو۔

دو ماہ بعد انہوں نے اطلاع بھیجی کہ مرآت العروس ایک ہزار روپے کے اوّل انعام کے لیے حکومت کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ صوبے کے لیفٹیننٹ گورنر سر ولیم میور نے آگرہ کے دربار میں انعام سے نوازا۔ مصنف کی عزت افزائی کے لیے اپنی جیب خاص سے ایک گھڑی مرحمت فرمائی۔ حکومت کی طرف سے کتاب کی دو ہزار جلدیں خریدی گئیں۔[3]

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے سر ولیم میور کی شان میں ایک عربی قصیدہ لکھا جس کے چند

---

[1] افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر — مولوی نذیر احمد دہلوی — ص ۳۸۶

[2] ایضاً — ص ۱۵۹

[3] ایضاً — ص ۸۷

ratnetwork.org

اشعار درج ذیل ہیں:

فانی اذا مارمت اظہار شکرکم
تقصر عنہ منطقی وبیانی
ولم ار قبلی قط من نال غایۃ
تخلف منہا اہل کل زمان
تقودی فلی فی الف الف حاجۃ
قضاء دیون وافتکاک رہان
وغیرہما مالا اکاد اعدہا
وذاساعتی صیغت من العقیان
اقلدہا جیدی لیعلم أننی
لسرولیم فی سابقۃ الاحسان

میں جب آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، تو میری گفتگو اور قوتِ گویائی ساتھ نہیں دیتی۔

میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس نے اس سے پہلے وہ بلند مقام حاصل کیا ہو جس سے تمام اہلِ زمانہ پیچھے رہ گئے ہیں۔

ایک ہزار نقد میں میری ہزار حاجتیں ہیں، قرضوں کی ادائیگی اور رہن کی واگزاری۔

ان کے علاوہ بے شمار حاجتیں ہیں، اور یہ گھڑی ہے جو سونے سے بنائی گئی ہے میں اسے اپنی گردن میں لٹکا کر رکھوں گا تاکہ معلوم ہو کہ میں سر ولیم کے قلادۂ احسان میں ہوں۔

azratnetwork.org

قاضی محمد سلیمان منصور پوری

قاضی صاحب سیشن جج پٹیالہ اور مصنف رحمۃ للعالمین نے ۳۰ مارچ ۱۹۲۸ء کو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے پندرھویں سالانہ اجلاس آگرہ میں ایک طویل خطبہ دیا جس میں کانفرنس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مقصدِ ششم

"اس کانفرنس کا حکومت کی وفاداری کے ساتھ ساتھ دینی و دنیوی ترقی کا انتظام کرنا ہے۔ مجھے امید ہے کہ کوئی مسلمان بھی بغاوت یا بغاوت سازش یا معاندتِ سلطنت کا روادار نہیں، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا حکم وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یاد ہے اور ہمیشہ یاد رہنا چاہیے۔"[1]

مولوی ثناء اللہ امرتسری

مشہور مناظر مولوی ثناء اللہ امرتسری ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی احمد اللہ امرتسری، مولوی عبدالمنان وزیرآبادی سے تعلیم پائی۔ دیوبند میں بھی پڑھتے رہے۔ سکاپور میں مولانا احمد حسن کانپوری سے آخری کتابیں پڑھیں۔ تمام عمر امرتسر میں رہے۔ تقسیم کے بعد

---

[1] محمد سلیمان منصور پوری قاضی، خطبات سلیمان (مسلمان کیسی ہو) مرتبہ عبدالوحید ص ۲۲۱

azratnetwork.org

پاکستان آ گئے۔ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ / ۸ اپریل ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں فوت ہوئے۔[1]

تفسیر یا تحریف؟

ان کی تصانیف میں سے تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن عربی نے خوب شہرت پائی، اُن کے ہم مسلک اہل حدیث علماء نے اس تفسیر پر سخت تنقید کی۔ مولوی عبدالحی مؤرخ لکھتے ہیں:

وقد تعقب علیه بعض العلماء[2]

بعض علماء نے اس پر تعاقب کیا ہے

یہ تعاقب اتنا سرسری نہیں تھا، جس طرح بیان کیا گیا ہے۔ اہل حدیث کے مسلّم عالم مولوی عبداللہ غزنوی کے شاگرد مولوی عبدالحق غزنوی نے ایک رسالہ الدر بعین میں چالیس ایسے مقامات کی نشان دہی کی ہے جو ان کے نزدیک قابلِ اعتراض تھے۔ اس تفسیر کے بارے میں ان کے تاثرات یہ ہیں:

"الفاظ غلط، معانی غلط، استدلالات غلط، بلکہ تحریفات میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی۔"[3]

حقیقت میں یہ بے انصاف، ناحق شناس، بدنام کنندہ نکونامے چند ناحق اہل حدیث کو بدنام کر رہا ہے، بلکہ اہل حدیث سے بالکل مخالف اور اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔ فلاسفہ اور نیچریوں اور معتزلہ کا مقلد ہے۔ ناسخ و منسوخ، تقدیر، معجزات، کرامات، صفاتِ باری، دیدارِ الٰہی، میزان، عذاب قبر، عرش، لوح محفوظ، دابۃ الارض، طلوع شمس از مغرب وغیرہ وغیرہ

---

[1] عبدالحی حکیم: نزہۃ الخواطر (نور محمد، کراچی)، ج ۸، ص ۶-۹۵

[2] ایضاً: ص ۹۵

[3] عبدالحق غزنوی: الدر بعین (لاہور پرنٹنگ پریس لاہور)، ص ۳

nazratnetwork.org

جو اہل سنت میں مسائل اعتقادیہ اجماعیہ ہیں اور آیاتِ قرآنیہ اُن پر شاہد ہیں اور علماء اہل سُنت نے اپنی تفاسیر میں بالاتفاق جن آیات کی تفسیر ان مسائل کے ساتھ کی ہے۔ انہوں نے اُن سب آیتوں کو بتقلید کفرۂ یونان و فرقہ ضالہ معتزلہ و قدریہ و جہمیہ خذلھم اللہ تحریف و تبدیل کر کے سبیل مؤمنین کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جھنم وساءت مصیرا کا مصداق بنایا۔" [1]

یہ صرف مولوی عبدالحق غزنوی کی ذاتی رائے نہیں ہے۔ لاہور، امرتسر، راولپنڈی، ملتان، مدراس اور دیوبند وغیرہ کے چوٹی کے ذمہ دار علماء نے اپنی تقریظوں میں الاربعین کی تائید کرتے ہوئے اس تفسیر کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور متقدمین کی تفاسیر کے مخالف قرار دیا ہے، ان میں اکثریت علماء اہل حدیث کی ہے۔ یہ تمام تقریظیں الاربعین میں شامل کر دی گئی ہیں۔

اہل حدیث کے امام مولوی عبدالجبار غزنوی لکھتے ہیں:

"مولوی مذکور نے اپنی تفسیر میں بہت جگہ تفسیر نبوی اور تفاسیر خیر قرون اور تفاسیر اہل سنت وجماعت کو چھوڑ کر تفسیر جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ فرق ضالہ کو اختیار کیا..... بایں ہمہ اہل سنت والجماعت پر اہل سُنت میں فرقہ اہل حدیث کا دعویٰ کرنا اس کی دھوکہ دہی اور ابلہ فریبی ہے، بلکہ اہل حدیث تو درکنار اہل سنت وجماعت سے خارج ہے۔" [2]

اہل حدیث کے وکیل مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

"تفسیر امرتسری کو تفسیر مرزائی کہا جائے تو بجا ہے، تفسیر چکڑالوی کا خطاب

---

[1] عبدالحق غزنوی، الاربعین، ص ۵

[2] ایضاً، الاربعین، ص ۲۷

azratnetwork.org

دیا جائے تو روا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کا مصنف اس تفسیر سراپا الحاد و تحریف میں پورا مرزائی و پورا چکڑالوی اور چھٹا ہوا تیچری ہے۔"[1]

اسی پر بس نہیں ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کی تجویز پر یہ مقدمہ سعودی عرب کے بادشاہ عبدالعزیز ابن سعود کے سامنے پیش کیا گیا۔ شاہ نے اپنے علماء کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا۔ انہوں نے الاربعین کی تائید کی اور امرتسری صاحب کو تائب ہونے کے لیے کہا۔

شیخ عبداللہ بن سلیمان آل بلیہد نے اپنی رائے اس انداز میں ظاہر کی،

"میں نے ان کو اہل حدیث اور اہل سنت کے مذہب و مسلک کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی، مگر باوجود ان سب باتوں کے انہوں نے اپنی غلطیوں پر اصرار کیا اور معاندانہ روش اختیار کی"[2] (ترجمہ)

ریاض کے قاضی شیخ محمد بن عبداللطیف آل شیخ نے لکھا،

"نہ تو مولوی ثناء اللہ سے علم حاصل کرنا جائز ہے اور نہ اس کی اقتداء جائز ہے اور نہ اس کی شہادت قبول کی جائے اور نہ اس سے کوئی بات روایت کی جائے اور نہ اس کی امامت صحیح ہے، میں نے اس پر حجت قائم کر دی، مگر وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ پس اس کے کفر اور مرتد ہونے میں شک نہیں۔"[3]

مولوی عبدالاحد خانپوری، اہل حدیث لکھتے ہیں،

"اور ثناء اللہ ملحد زندیق کا دین اللہ کا دین نہیں ہے، اس کا کچھ دین تو فلاسفہ دہریہ نما دروہ[4] صابئین کا ہے جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن

---

[1] عبدالحق غزنوی، الاربعین، ص ۴۳

[2] عبدالعزیز، فیصلہ مکہ (جمعیۃ مرکزیہ اہل حدیث ہند لاہور) ص ۱۵

[3] ایضاً، ص ۱۷

[4] نمرود کی جمع، یعنی سرکش

nzratnetwork.org

ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کچھ دین اس کا ابوجہل کا ہے جو اس امت کا فرعون تھا بلکہ اس سے بھی بدتر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس وہ بحکم قرآن واجب القتل ہے۔" [1]

یہ سب اہل حدیث کے ذمہ دار اور مستند علماء کے فتوے ہیں، مگر موجودہ دور کے اہل حدیث کے نزدیک وہ مسلّم شیخ الاسلام ہیں۔

"اہل حدیث امرتسر کے نامور مدیر شیخ الاسلام حضرت مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ"

اب سوال یہ ہے کہ کیا امرتسری صاحب نے اپنے ان اقوال سے توبہ کر لی تھی جن کی بنا پر مذکورہ بالا فتوے لگائے گئے تھے اور اگر نہیں تو شیخ الاسلام کے معزز ترین لقب ہی کا پاس کیا ہوتا؟

مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز

امرتسری صاحب مرزائیوں سے مناظرہ اور مقابلہ کرتے رہے، لیکن مرزائیوں کے بارے میں اُن کا موقف کیا تھا؟ مولوی عبدالعزیز، سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہل حدیث، ہند کی زبانی سنیئے مولوی ثناء اللہ امرتسری کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی، آپ مرزائی کیوں نہیں؟
آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے، اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں؟
آپ نے مرزائیوں کی عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمان مانا۔ اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں ہوئے؟" [2]

---

[1] عبدالاحد خانپوری، الفیصلۃ الجازیۃ السلطانیۃ (رحمان سرحدی پریس راولپنڈی) ص ۸
[2] ظہیر، مرزائیت اور اسلام ص ۱۴۸
[3] ایضاً، ص ۱۸۱
[4] عبدالعزیز، فیصلہ کن ص ۳۶

ratnetwork.org

اس کے باوجود اگر انہیں شیخ الاسلام قرار دینے پر اصرار ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ وہ کونسا اسلام ہے؟ خدا اور رسول کا اسلام تو ہو نہیں سکتا۔

آخر میں برٹش گورنمنٹ کے بارے میں اُن کا نظریہ بھی دیکھ لیجئے۔

غلام رسول مہر اہل حدیث لکھتے ہیں:

"۱۹۲۲ء میں ایک اجتماع کا انتظام ہوا اور اس میں مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری بھی شریک تھے۔ وہ اہل حدیث کانفرنس کے سیکرٹری تھے۔ انہوں نے ہمیں کانفرنس کے اغراض و مقاصد دیئے، تو اُن میں پہلی شق یہ تھی،

"حکومتِ برطانیہ سے وفاداری"

ہم نے عرض کیا کہ مولانا اسے تو نکال دیجئے۔ ہم ترکِ موالات کیے بیٹھے ہیں، تو وہ سخت غصے میں آگئے، لیکن اکثریت نے یہ شق نکلوادی۔"[1]

خیال فرمایا آپ نے کہ حکومتِ برطانیہ کی وفاداری کس قدر عزیز تھی؟ اکثریت نے اگرچہ یہ شق نکلوادی، مگر امرتسری صاحب آخر تک اس شق کے حذف کرنے کو قبول نہ کر سکے، پھر اس شق کا نکلوا دینا بھی محلِ غور ہے، کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ ۱۹۲۹ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے پندرھویں اجلاس ۱۹۲۷ء میں منعقد ہوا تھا ـــــ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے اپنے خطبہ میں کانفرنس کا چھٹا مقصد حکومت کی وفاداری کو قرار دیا تھا۔

اُجلی پیشانیاں

گزشتہ اوراق میں سید احمد بریلوی، شاہ اسمٰعیل دہلوی، میاں نذیر حسین دہلوی، مولوی محمد حسین بٹالوی، نواب صدیق حسن بھوپالی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور مولوی ثناء اللہ امرتسری وغیرہم زعماء اہل حدیث کے انگریزی حکومت سے روابط و مراسم

---

[1] غلام رسول مہر: اخبارات عبر (مرتبہ ڈاکٹر شیر بہادر پنی) ص ۲۳۶

network.org

اور وفاداری کے عہد و پیمان، ناقابلِ انکار شواہد اور حوالہ جات سے بیان کئے گئے ہیں جن سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان حضرات کی اصلی پیشانیوں اور درخشندہ جبینوں پر انگریز دشمنی کا داغ تک نہیں ہے۔ ان پر انگریز دشمنی کا الزام لگانے والا ان کا دشمن تو ہو سکتا ہے، خیر خواہ اور عقیدت مند ہرگز نہیں ہو سکتا۔

برٹش گورنمنٹ کے خطاب یافتگان

مولوی عبدالرحیم عظیم آبادی نے "الدر المنثور فی تراجم اہل صادقپور" میں حکومتِ برطانیہ سے شمس العلماء یا خان بہادر کا خطاب پانے والے جن علماء اہل حدیث کا ذکر کیا، اُن کی فہرست پہلے ایڈیشن کے ٹائیٹل کے اندرونی صفحے پر دی ہے اور انگریزی حکومت کو گورنمنٹ عالیہ عادلہ کے القاب سے یاد کیا ہے اور حق شکر گزاری اس طرح ادا کیا ہے:

"خاص کر فرقۂ اہل حدیث کے لیے تو کسی اسلامی سلطنت میں بھی یہ آزادی مذہبی (کہ وہ بلا مزاحمت اپنے تمام ارکان دینی ادا کریں) نصیب نہیں جو برٹش حکومت میں انہیں حاصل ہے، پس ان کا فرض مذہبی و منصبی دعاؤں ہے کہ وہ ایسی عادل اور مہربان گورنمنٹ کی مطیع و فرماں بردار رعایا ہوں اور ہمیشہ دُعاگوئے سلطنت رہیں، فتدبر و تفکر ولا تکن من الغافلین"[1]

اگلے صفحے پر اس فہرست کا عکس ملاحظہ ہو، یاد رہے کہ یہ صرف وہ خطاب یافتہ اہل حدیث ہیں، جن کا ذکر "الدر المنثور" میں ہوا ہے، ورنہ تتبع اور تلاش سے یہ فہرست مزید طویل ہو سکتی ہے۔

---

[1] عبدالرحیم عظیم آبادی، الدر المنثور (آبادی المطابع، مکھنؤ، پہلا ایڈیشن، ٹائیٹل ص ۲)

alahazratnetwork.org

الیقظا

ہین اس جگہ ایک فہرست ان حضرات کی لکھتا ہون کہ جنکے نام اس تذکرہ مین درج ہوئے ہین اسلئے کہ جلدی گورنمنٹ عالیہ والا کی طرف سے خطاب عطا ہوا ہے سو کل ستہ ہین یاد رہے وہ ہین کہ جنکو شمس العلما کا خطاب عزت ہوا اور دو وہ ہین جنکو خان بہادر کا خطاب بخشا گیا وھو ھذا

نمبر ۱۔ شمس العلما جناب حضرت مولانا محمد سعید قدس سرہ ساکن محلہ منگلپورہ شہر پٹنہ

نمبر ۲۔ شمس العلما جناب مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ ساکن محلہ صادقپور شہر پٹنہ

نمبر ۳۔ شمس العلما برادر عزیز مولوی عبدالرؤف مرحوم و مغفور ساکن محلہ صادقپور شہر پٹنہ

نمبر ۴۔ شمس العلما مولوی ابو محمد عیسیٰ سلمہ اللہ۔ لے پروفیسر سنسکرت کالج وآیا ساکن صادقپور پٹنہ

نمبر ۵۔ شمس العلما جناب حضرت مولانا مفتی حسن رحمۃ اللہ شاہجہانپوری ساکن محلہ بنگلہ ضلع مونگیر

نمبر ۶۔ خان بہادر جناب قاضی سید فضل اجل مرحوم ساکن قصبہ بارہ ضلع پٹنہ

نمبر ۷۔ خان بہادر جناب قاضی مولوی فرید الدین صاحب سلمہ ساکن گیا

چونکہ یہ خطابات بلا عوض کسی خدمت کے محض براہ شفقت و مہربانی گورنمنٹ عالیہ نے مرحمت فرمائے ہین پس ہم سب مسلمانون کو عموماً اور فرقہ اہل حدیث کو خصوصاً اور اہل خصوص خاندان صادقپور کو اسکا شکریہ قولاً و فعلاً ادا کرنا چاہیے کیونکہ الشکر بین النعمۃ ہم مسلمانون کا فطرتی اور مذہبی شیوہ ہے کہ محسن کے احسان کا قولاً و فعلاً اعتراف کرین۔ جیسا کہ جناب سرور کائنات مخزن موجودات رحمۃ للعالمین کا ارشاد ہے لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس پھر کون مسلمان ہوگا جو اسپر عمل نہین کرے گا۔ خاصکر فرقہ اہل حدیث کے لئے تو کسی اسلامی سلطنت مین بھی یہ آزادی نہین کہ وہ بلا مزاحمت اپنے تمام ارکان دینی ادا کرین) نصیب نہین ہو برٹش حکومت مین انہین حاصل ہے۔ پس ان کا فرض مذہبی و نسبی دونون ہے کہ وہ ایسی عادل اور مہربان گورنمنٹ کی مطیع و فرمان بردار رعایا ہون اور ہمیشہ دعا گوئے سلطنت رہین فتدبر و تفکر و لا تکن من الغافلین ۔

الدر المنثور کے ایک صفحے کا عکس

ے اس کتاب کی تالیف کے بعد مولوی صاحب موصوف کو شمس العلما کا خطاب عطا ہوا ہے

nazratnetwork.org

اندھیرے سے اُجالے تک

اور

شیشے کے گھر

ارباب علم و صحافت کی نظر میں

ترتیب

ممتاز احمد سدیدی

azratnetwork.org

حضرت علامہ مولانا تقدس علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، سندھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبِ محترم مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔ اہل سنت کی قابلِ قدر شخصیت ہیں، وہ اپنی ذات کو درس و تدریس، تالیف و تصنیف کے لیے وقف کر چکے ہیں، مولانا موصوف معروف ترین اور ہمہ گیر شخصیت ہیں، متعدد درسی کتابوں کے تراجم اور حواشی لکھ چکے ہیں اور متعدد موضوعات پر ان کی تصانیف ان کے علم و فضل کا بیّن ثبوت ہیں، ایک عالم متقی ہونے کے ساتھ خاموش طبع بھی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب اندھیرے سے اجالے تک میں مولانا نے اغیار کی طمع کا پردہ چاک کر دیا اور اپنی شستہ تحریر میں حقائق کو واشگاف کر دیا اور ثابت کر دیا کہ امام احمد رضا اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ بالکل بے سروپا اور اور غلط ہیں اور چلتی پھرتی روایتوں اور افواہوں کا بھی قلع قمع کر دیا اور انصاف کے دامن سے وابستہ رہتے ہوئے ہر بات پر قول باحوالہ درج کر دیا۔

بہرحال مولانا نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے حقیقت میں اس کا حق ادا کر دیا ہے، میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ بطفیل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں صحت و سلامتی کے ساتھ مسلک اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت کی مزید توفیق عطا فرمائے

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ — فقیر تقدس علی قادری شیخ الجامعہ

۱۵ جنوری ۱۹۸۸ء — جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، خیرپور (سندھ)

افسوس کہ حضرت اقدس ۳ رجب المرجب ۲۲ فروری ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء کو دارِ فانی سے رحلت فرما گئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ پیر جو گوٹھ ضلع خیرپور میرس سندھ میں آپ کا مزار ہے۔

ahazratnetwork.org

غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالےٰ

(ملتان)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

اعلیٰ حضرت مجدد ملت الامام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

اور مسلکِ اہل سنت کی طرف سے عامۃ المسلمین کو بدظن کرنے کی جو مہم مبتدعین کی طرف سے شکم پروری کی خاطر عرصہ دراز سے چلائی گئی اس کی بنیاد دروغ گوئی اور الزام تراشی کے سوا اور کچھ نہ تھی جب وہ انتہائی کس مپرسی کی حالت میں مضمحل ہو کر دم توڑنے لگی تو اچانک سعودی خزانوں کے دھانے کھل گئے ریالوں کی بھرمار شروع ہوگئی۔ پھر کیا تھا یار لوگوں نے خوب ہاتھ رنگے اور شکم پروری کے اس موقع سے جی بھر کے فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی ملک اور بیرون ملک اس مذموم مہم کو بڑی تیزی سے چلانا شروع کر دیا گیا۔ اس سعی نامسعود کا نتیجہ رسوائے زمانہ کتاب البریلویۃ ہے جس کے بد باطن مؤلف نے اعلیٰ حضرت پر جھوٹے الزام لگائے اور مسلکِ اہلِ سنت کو مسخ کر کے کفر و شرک اور بدعت و ضلالت کی صورت میں پیش کیا حقائق ثابتہ کو دجل و فریب کے پردوں اور بکھری ہوئی صداقتوں کو شکوک و اوہام کی تاریکیوں میں چھپانے کی ناکام کوشش کی مگر الحمد للہ "ہر فرعون را موسےٰ" اللہ تعالےٰ کی توفیق سے فاضل جلیل حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری میدان میں آئے اور انہوں نے اس کے رد میں "اندھیرے سے اجالے تک" کتاب لکھی جو اسم بامسمّٰی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فاضل مصنف نے مؤلف البریلویۃ کے مکر و فریب اور دجل کے تمام پردوں کو چاک کر دیا اور علم و یقین کے نور سے شکوک و

azratnetwork.org

اوہام کی ظلمتوں کو نیست و نابود کر دیا ہے۔ اس کا جو حصہ سامنے آیا ہے اس کے پڑھنے سے یقیناً ایسا ہی محسوس ہوتا ہے کہ ہم اندھیرے سے اجالے تک پہنچ گئے۔ مصنف ممدوح نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ حقائق کو بے نقاب کیا ہے۔ مدلل اور مسکت جوابات دیئے ہیں، انتہائی سلیس اور پاکیزہ اندازِ بیان ہے تحقیق اور انصاف کی روشنی میں اگر یہ کتاب پڑھی جائے تو پڑھنے والا بیساختہ کہے گا حق یہی ہے جو "اندھیرے سے اجالے تک" کتاب کے مصنف نے لکھا۔

فاضل محترم مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مستحق تحسین و آفرین ہیں کہ انہوں نے یہ بے نظیر کتاب لکھ کر حقائق کے چہروں سے نقاب اٹھا دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس تصنیف کو شرفِ قبول عطا فرمائے اور انہیں ان خدمات کے لیے زندہ و سلامت رکھے۔ آمین

سید احمد سعید کاظمی، ۵ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ

مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۸۶ء[1]

حکیم محمد سعید دہلوی

ہمدرد منزل، کراچی ۵

محترم جناب محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی مرسلہ کتابیں (۱) اندھیرے سے اجالے تک (۲) حیات امام اہل سنت (۳) اجالا (۴) امام احمد رضا بریلوی اپنوں اور غیروں کی نظر میں (۵) سلام رضا (۶) بہار شباب مع سوانح حیات (۷) قادیانی مرتد پر خدائی تلوار ملیں۔

---

[1] افسوس کہ حضرت فرائی زماں قدس سرہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ / ۲ جون ۱۹۸۶ء کو ۱۰ بجے رات سے رحلت فرما گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ

Network.org

آپ کے ان تحائف کا شکریہ!

ساری کتابیں معلومات افزا ہیں اور ان سے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے حالات و سوانح اور ان کے علمی کارناموں پر اچھے انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے

دعا ہے کہ ان کتابوں کو قبول عام نصیب ہو! آمین!

آپ کی اس کرم فرمائی کا شکریہ مکرر

امید ہے کہ مزاج بہ عافیت ہوگا۔

بہ احترامات فراواں

۷ر ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ — آپ کا مخلص

۱۵ر جولائی ۱۹۸۶ء — حکیم محمد سعید

مولانا محمد احمد مصباحی

جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، انڈیا

"اندھیرے سے اجالے تک" آپ کا عظیم جماعتی اور علمی و تاریخی کارنامہ ہے جسے دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ اس کتاب کی چند خصوصیات ہیں:۔

۱۔ البریلویۃ (احسان الٰہی ظہیر) کے ہر الزام کا جواب بسط و شرح سے پیش کیا گیا ہے۔

۲۔ ہر موضوع سے متعلق امام احمد رضا کے حالات و خدمات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے جو بجائے خود ایک سوانحی خدمت ہے جس کی روشنی میں الزامات خود ہی تارعنکبوت کی طرح اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، اس طرح یہ کتاب ایک مثبت تحقیق کی بھی حامل ہے

۳۔ البریلویۃ کے افتراءات کا جواب بڑی ہی بردباری، کلی متانت [illegible]

nazrathetwork.org

سنجیدگی اور حوالوں کی پختگی کے ساتھ دیا گیا ہے، میری نظر میں یہ آپ کے قلم کی سب سے بڑی خوبی ہے ـــ ورنہ ظہیر نے جس عیاری و بے باکی کے ساتھ حقائق کو مسخ کرنے اور شخصیت کی مکروہ تصویر بنانے کی ناروا کوشش کی ہے وہ امام احمد رضا کے ہر معتقد کو شعلۂ قلم بنانے کے لیے کافی ہے۔

سو سال بلکہ زیادہ عرصہ سے قادیانی، رافضی، نیچری، غیر مقلد، دیوبندی سبھی فرقے امام احمد رضا کے سخت مخالف ہیں، لیکن مخالفت، تعصب اور عناد کے باوجود امام احمد رضا کی فقہی مہارت، غیر معمولی ذہانت، قوتِ تحریر اور مختلف علوم و فنون میں کمال کے معترف رہے ہیں ـــ لیکن احسان الٰہی ظہیر وہ پہلا شخص ہے جسے عناد و تعصب میں اس مرتبۂ کمال تک ترقی ہوئی کہ امام احمد رضا کو "شیخ الحافظ غائب الدماغ" لکھا اور ان کی تصانیف کو ان کے متعلقین اور تلامذہ کا کارنامہ شمار کیا۔ آخر ان متعلقین اور تلامذہ نے امام احمد رضا کے بعد یا اسی زندگی ہی میں کوئی ایک ہی کتاب ان کے معیار کی لکھی ہوتی، ان کے لیے کون سا مانع تھا؟ جب وہ خود اپنے نام سے اپنی کتابیں شائع کرتے ہیں تو وہ بلندیٔ فکر و استدلال نہیں ملتی جو امام احمد رضا کی کتابوں میں ہے۔

۴۔ اندھیرے سے اجالے تک کے تمام حوالے انتہائی دیانت داری سے پیش کیے گئے ہیں اور جملہ مندرجات کے ماخذ موجود ہیں، جب کہ البریلویۃ میں نہ کسی حوالہ کے امام رضا کے ابتدائی استاد مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کو قادیانی کا بھائی بنا دیا ہے اور جگہ جگہ حوالے تو دیئے ہیں لیکن عبارت بالکل مختلف ہے، اصل میں کچھ ہے اور البریلویۃ میں کچھ۔

خدا کا شکر ہے کہ اہلِ سنت کے پاس حقائق ہی حقائق ہیں جن کا اجالا پھیلتے ہی اندھیرا غائب ہو جاتا ہے اور معاند کی پر تعصب کاوشِ فکر و قلم خاک

atnetwork.org

میں حل کر دیا جاتی ہے۔

۵۔ آپ کی کتاب اس لحاظ سے بھی ممتاز ہے کہ استطراد سے خالی ہے اور ایجاز و حسنِ بیان سے آراستہ ہے، حوالے اور دلائل زیادہ ہیں اور بے ضرورت خامہ فرسائی بالکل نہیں۔

۶ کتاب کی کتابت اور تصحیح بھی بہت عمدہ ہے ــ جب کہ اس زمانہ میں اکثر کتابیں اغلاطِ کتابت کی خاصی مقدار لیے ہوتی ہیں، غالباً پروف پر آپ کی بھی نظر گزری ہے۔

آپ نے اہلِ سنت کو ایک عظیم فرض کفایہ سے سبکدوش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے ــ رب کریم آپ کو ہم تمام سنیوں کی طرف سے اپنی شان کے لائق جزاؤں سے نوازے اور اس کتاب کے عربی ایڈیشن اور دیگر ابواب کی تکمیل کا سامان بھی احسن و اکمل طور پر بہت جلد فرمائے

دوشنبہ { ۴ ربیع النور ۱۴۰۶ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۸۵ء

محمد احمد مصباحی بھیروی
رکن المجمع الاسلامی، فیض العلوم
محمد آباد، گوہنہ، اعظم گڑھ، یو۔ پی

پروفیسر محمد مسعود احمد، پرنسپل

گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ)

نوازش نامہ اور تحفۂ انیقہ موصول ہوئے۔ آپ نے بڑی محنت کی اور تحقیق کا حق ادا کر دیا، جزاکم اللہ! ــ مدلل، محقق، مختصر نگارشات دورِ جدید کا تقاضا ہیں، آپ نے اس تقاضے کو بحسن و خوبی پورا فرمایا، آپ کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ دارین میں اپنی رحمتوں سے مالا مال فرمائے آمین ــ آپ جن حالات میں کام کر رہے ہیں، اُن حالات میں اہلِ عزیمت ہی کام کرتے ہیں مولیٰ تعالیٰ آپ کو ہمت و استقامت عطا فرمائے آمین!

fathetwork.org

آپ ان ممتاز اہل قلم میں سے ایک ہیں جن سے فقیر استفادہ کرتا ہے۔ آپ کی مساعی لائق تحسین و آفرین ہیں۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۱۴ر نومبر ۱۹۸۵ء

مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی

شیخ الحدیث، سیال شریف

جناب کے مرسلہ دو عدد جلیے اندھیرے سے اجالے تک موصول ہوئے، بہت مستحسن کوشش ہے اور انتہائی محتاط انداز بیان۔ اللہ تعالیٰ مزید برکات سے بہرہ ور فرمائے اور خدمت دین قویم کی توفیق رفیق خیر رفیق

ملک شیر محمد خاں، کالا باغ

آپ کی ارسال کردہ کتاب موسومہ اندھیرے سے اجالے تک موصول ہوئی، جس کے لیے اعماق قلب سے ممنون ہوں۔ میں اس کتاب کی طباعت کا منتظر تھا۔ کتاب موصول ہوتے ہی ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالی۔ فاضل مؤلف نے البریلویہ کے تمام اعتراضات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ انداز بیان دلکش، سنجیدہ اور مہذب ہے۔ فاضل مؤلف کے لیے بے ساختہ دل سے یہ دعا نکلتی ہے

ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

والسلام خیر طلب

۲۴ر اکتوبر ۸۵ء شیر محمد خاں [1]

---

[1] افسوس کہ ملک صاحب ۱۳ر جمادی الثانیہ ۱۴۰۶ھ ر ۲۳ر فروری ۱۹۸۶ء کو دار فنا سے رحلت فرما گئے۔

athetwork.org

مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

مدرس کتب حدیث — لاہور

اندھیرے سے اجالے تک، ندائے یارسول اللہ

اور مجموعۂ رسائل متعلقہ ردّ روافض، یہ تینوں آپ کی نگارشات بغور دیکھیں اور دوران مطالعہ بار بار آپ کے لیے دل سے دعائیں نکلتی رہیں — جزاک اللہ فی الدارین خیراً

"علامہ" احسان الٰہی ظہیر صاحب کے الزامات کا جس عالمانہ اور فاضلانہ شان سے بے سروپا ہونا ثابت کیا ہے اور جس طرح مُسکت جوابات دیے ہیں ان کے باعث آپ جملہ اہل سنت وجماعت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ آپ کی اس کاوش اور سعی مشکور کے باعث آپ نے اپنے رضوی ہونے کا منہ بولتا ثبوت فراہم کر دیا ہے

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ — اختر شاہجہان پوری مظہری

۱۳ مئی ۱۹۸۶ء

پروفیسر محمد ارشد، لیکچرر شعبۂ تاریخ

گورنمنٹ کالج، حسن ابدال .....

چند دن پہلے آپ کی کتاب شیشے کے گھر دیکھنے کا اتفاق ہوا، اپنے موضوع پر بہت اچھی اور لائق تحسین کوشش ہے۔ اندھیرے سے اجالے تک آپ کی دوسری نسبتاً زیادہ ضخیم کتاب بھی پڑھ چکا ہوں۔ البریلویۃ کا بہت چرچا سنا تھا راقم الحروف کو عربی پر دسترس نہیں ہے۔ اس لیے خود تو اس کا مطالعہ نہ کر سکا تھا اب آپ کی کتاب اندھیرے سے اجالے تک نے جو اس فریب کا پردہ چاک کیا ہے تو معلوم ہوا کہ البریلویۃ کے مؤلف کتنی کھلی کھلی بددیانتیوں کے مرتکب ہوئے ہیں جو ایک عالم دین تو کیا ایک شریف انسان سے بھی متوقع نہیں ہوتیں

مخلص: محمد ارشد

۲۰ جون ۱۹۸۶ء

ahlehaqbooks.wordpress.com

علامہ اقبال احمد فاروقی، لاہور

غیر مقلدین کے خطیب و ادیب علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب نے اپنی بیمار عربی زبان میں البریلویۃ لکھ کر وادیٔ نجد کے نوکیلے ذہنوں کو خوش کر دیا تھا۔ اس کتاب کی غلط بیانیوں کو ہمارے فاضل دوست جناب مولانا محمد عبدالحکیم شرف نے اندھیرے سے اجالے تک میں آڑے ہاتھوں لیا، یہ کتاب نظریاتی افق پر ایک لطیف اجالا بکھیرتی ہوئی آئی۔

محمد عالم مختار حق ۔ لاہور

اندھیرے سے اجالے تک کا کئی دن ہوئے مطالعہ کر چکا ہوں اور اس انتظار میں تھا کہ اس کا حصہ دوم بھی نظر نواز ہو تو مطالعہ کے بعد اپنی گزارشات پیش کروں، مگر دوسرا حصہ غالباً ابھی تک منصۂ شہود پر نہیں آیا۔ آپ نے جس انداز سے احسان الٰہی ظہیر صاحب کی رسوائے زمانہ کتاب البریلویۃ کا تعاقب کیا ہے میں اس پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں، آپ نے غنیم کے مورچوں کو ہی صرف تہس نہس نہیں کیا بلکہ دشمن کے علاقہ میں گھس کر اسے ہینڈز اپ کرنے پر مجبور کر دیا اور احسان الٰہی صاحب نے البریلویۃ میں اپنی عربی دانی کا جو قلعہ تعمیر کیا تھا اسکے اندرونی دوستوں کی معاونت ہی سے منہدم کر دیا۔ میری مراد اس اسلحہ سے ہے جو آپ کو ہفت روزہ اہل حدیث کے شماروں سے ملا، اسے کہتے ہیں اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے، مگر میں سمجھتا ہوں سب سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے کہ کتاب کی اندرونی شہادتوں سے آپ نے احسان صاحب کے مبلغ علم کا جو پول کھولا ہے اور اس طرح جو اسے زخم پہنچائے ہیں وہ مدتوں ان کو سہلاتے رہیں گے ۔ البتہ ایک بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ

azrathetwork.org

آپ کی کتاب میں بھی اردو میں بعض غلطیاں رہ گئی ہیں جن میں گو اکثر غلط العوام ہیں مگر فریق مخالف کے ہاتھ میں ایک ہتھیار تو آسکتا ہے

آپ کا محمد عالم

۲۱ رجنوری ۸۶ء

اراؤ سلطان مجاہد الطاہری

سینئر سول انجینئر..... اوکاڑا

آپ کی مختلف کتابیں نظر سے گزری ہیں، مرکزی مجلس رضا کی کتابیں بھی زیر مطالعہ رہی ہیں، ہمارے مسلک میں آپ ان مصنفین میں شمار کیے جاسکتے ہیں جن کی تحریریں ہلکے اور بازاری الفاظ سے مبرا ہیں، دراصل آج کے دور میں ہی تحریریں قابل قبول و ستائش رہ گئی ہیں، آپ ایسے مصنفین ہمارے لیے قابل فخر سرمایہ ہیں، جن کی نگارشات ہر طبقہ میں پسند کی جائیں۔ پراثر ہوں ـــــ ہم نے صرف اپنا نقطۂ نظر پیش کرنا ہوتا ہے۔ دوسروں پر بے جا تنقید اور بے مقصد حملے دراصل صحیح موقف کو کمزور کر دیتے ہیں اور پڑھے لکھے لوگوں میں یہ تحریریں آج کل نفرت کی علامت سمجھی جاتی ہیں، ماشاء اللہ! آپ کی تحریریں ان آلائشوں سے پاک ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت آپ کو دی ہے۔ اس کا شکر ہے اور آپ کو مبارک ہو

آپ کا اسلامی ساتھی

سلطان مجاہد الطاہری

۹ رفروری ۸۶ء

سید محمد ریاست علی قادری

بانی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی

اندھیرے سے اجالے تک پوری کتاب کا ترجمہ کرنے کا ارادہ ہے اگر یہ کتاب جدید عربی میں ترجمہ ہوگئی تو بہت مفید ہوگی وہاں بندوبست

azratnetwork.org

کر لیا ہے۔ آپ اپنی رائے سے مطلع کیجئے!

ماشاء اللہ! بہت خوب لکھی ہے، ہم تمام عقیدتمندان اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے دلی مبارک باد قبول فرمائیں

سید ریاست علی قادری

غلام مرتضیٰ سعیدی

فروکہ ..... ضلع سرگودھا

میری طرف سے اپنی بے نظیر تصنیف اندھیرے سے اجالے تک کی اشاعت پر مبارک باد قبول فرمائیے ـــــ بندہ ایک طالب علم اور انجمن طلباء اسلام کا ایک ادنیٰ سا رکن ہے اس لیے جناب کے اس شہ پارے پر تبصرہ کرنا بندہ کے بس کی بات نہیں ہے مگر اتنا ضرور عرض ہے کہ آپ نے زبان زیادہ نرم استعمال کی ہے۔ شاید آپ کے اعلیٰ اخلاق کا اثر ہو، مگر جو زبان البریلویہ میں استعمال کی گئی ہے میرے خیال میں زبان ایسی ہی ہونی چاہیے تھی میں نے مذکورہ بالا کتاب نہیں پڑھی مگر جہاں کہیں آپ نے حوالہ جات نقل کیے ہیں تو اس عبارت کو پڑھ کر قلب و باطن میں اک آگ سی لگ جاتی ہے اور جواب دینے کی بجائے جی چاہتا ہے کہ اس دروغ گو کی زبان کاٹ دی جائے

غلام مرتضیٰ سعیدی

جرائد

احسان الٰہی ظہیر

سوال: کیا پاکستان میں بریلوی علماء کی طرف سے (البریلویہ کے) جواب میں کوئی

nazrathetwork.org

کتاب نہیں لکھی گئی ؟

جواب : صرف چند پمفلٹ لکھے گئے ہیں دلیل کے ساتھ کوئی بات نہیں کی گئی تھی، محض دشنام طرازی سے کام لیا گیا تھا۔ مجھے اس پر حیرت بھی ہے کہ چار برس میں پورا عالم بریلویت میری اس کتاب کا جواب نہیں دے سکا ہے۔ حالانکہ ان میں بڑے بڑے مبشرات کے حاصلین بھی شامل ہیں جن کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ انہیں بشارتیں ملتی ہیں اور بہت سے ایسے تیس مار خاں بھی ان میں شامل ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ان کے سامنے کسی دوسرے کا چراغ ہرگز نہیں جلتا کسی نے مجھے جواب دینے کی جرأت نہیں کی ہے

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، شمارہ فروری ۱۹۸۷ء ص ۳۴)

مولانا ابوداؤد محمد صادق

سرپرست ماہنامہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ

جن پمفلٹوں کا ظہیر صاحب نے ذکر کیا ہے ان میں دشنام طرازی نہیں کی گئی بلکہ خود ان کی دشنام طرازی و غلط بیانی کو بطور نمونہ مشتے از خروارے بیان کیا گیا ہے لہٰذا انہیں چاہیے تھا کہ اگر ان پمفلٹوں کی ایک ہی غلط بیانی ہوتی تو اس کی بھی صفائی پیش کرتے یا اپنی غلطی کا اعتراف کرتے۔ مذکورہ پمفلٹوں کے جواب میں ان کی خاموشی نے ان کی ذات اور کتاب دونوں کو مشکوک و داغدار کر دیا ہے

دوسری بات یہ ہے کہ کتاب البریلویۃ کا کھلم کھلا رد و جواب اس لیے شائع نہیں کیا گیا کہ اس کتاب پر پابندی کی خبر آگئی تھی اور اس پر فرقہ وہابیہ نے سخت واویلا بھی کیا تھا لہٰذا ظاہر ہے کہ پابندی کی خبر کے بعد جواب کی اشاعت پر بھی اثر پڑتا

تیسری بات یہ ہے کہ کتاب البریلویۃ کے مختلف پہلوؤں کے رد میں مولانا عبدالحکیم

nzrathetwork.org

شرف صاحب نے اندھیرے سے اجالے تک، شیشے کے گھر، ندائے یارسول اللہ جیسے مختلف عنوانات سے جواب شائع کیا ہے جس میں محض دلیل و متانت سے گفتگو کی گئی ہے، معلوم نہیں ظہیر صاحب کی نظر سے مولانا شرف صاحب موصوف کی تصانیف کیوں نہیں گزریں؟ یا مصلحۃً انہوں نے ان کے ذکر سے چشم پوشی کی ہے بہرحال یہ بھی ظہیر صاحب کی محض خوش فہمی و غلط بیانی ہے کہ ان کی مذکورہ کتاب کا جواب نہیں دیا گیا۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ، لاہور شمارہ مارچ ۱۹۸۷ء ص ۳۰۰)

الجواب: آئینہ میں چونکہ اپنی ہی صورت نظر آتی ہے اس لیے ظہیر صاحب کو اپنی دشنام طرازی کا جواب بھی دشنام طرازی کی صورت میں نظر آیا۔ بہتر ہوتا کہ ظہیر صاحب "چند پمفلٹ" کا نام بھی لکھ دیتے، تاکہ "قومی ڈائجسٹ" اور "رضائے مصطفےٰ" کے قارئین کو وہ دیکھ کر ان کی سچائی کو پرکھنے کا موقع مل جاتا۔ اب ظہیر صاحب کو کھل کر بتانا ہوگا کہ کیا؟

مجدد الاعظم: (من ہو احمد رضا) علامہ شجاعت علی قادری کی ۲۱۶ صفحات کی عربی کتاب "پمفلٹ" ہے؟ اور کیا احسان الٰہی ظہیر نے اس کا جواب لکھا ہے؟

"اندھیرے سے اجالے تک" فاضل محقق علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی کی ۲۷۸ صفحات کی کتاب "پمفلٹ" ہے؟ جس میں علامہ موصوف نے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر ظہیر کے جھوٹے الزامات کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔

"شیشے کا گھر": علامہ موصوف کی ۲۹۰ صفحات کی کتاب "پمفلٹ" ہے؟ جس میں فاضل محقق نے لکھا ہے کہ خود انگریز نوازی کا "اتنا کمزور اور نازک ماضی رکھنے کے باوجود غیر مقلدین (ظہیر وغیرہ) علمائے اہل سنت پر انگریز نوازی کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگاتے ہوئے نہیں شرماتے۔ ان پر شیشے کے مکان میں بیٹھ کر کلوخ اندازی کی مثال کس قدر صحیح صادق آتی ہے؟

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوارِ آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

ratnetwork.org

"ندائے یارسول اللہ" :۔ (مسئلہ توسل واستغاثہ) علامہ موصوف کی ۲۸ صفحات کی یہ ایمان افروز شائع کردہ کتاب "پمفلٹ" ہے؟ جس میں مسئلہ ندا و علم غیب اور توسل واستغاثہ پر مسلک اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کو مدلل ومفصل بیان کرنے کے علاوہ ظہیر صاحب کو ان کے گھر کا آئینہ بھی دکھایا گیا ہے۔

"مجموعہ رسائل" :۔ (رد وہابیت) علامہ موصوف کی ۸۸ صفحات کی شائع کردہ کتاب "پمفلٹ" ہے؟ جس میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر ظہیر کے خبث سے ہمنوائی کے بہتان کے پرخچے اڑائے گئے ہیں۔

"مجموعہ رسائل" :۔ (ردّ مرزائیت) علامہ موصوف کی ۱۱۶ صفحات کی شائع کردہ کتاب "پمفلٹ" ہے؟ جس میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر ظہیر کے مرزائیوں سے بھائی چارے اور مرزا قادیانی کے بھائی کو اعلیٰحضرت کا استاد قرار دینے پر ظہیر کی بے ایمانی قادیانیت اور اس کی شقاوت وحماقت کا رد بلیغ فرمایا گیا ہے۔

"نام نہاد" :۔ "البریلویت" کے ردّ وجواب میں وسیع پیمانہ پر اس قدر تحقیقی تاریخی اور مدلل ومفصل شستہ وپاکیزہ علمی ذخیرہ کی اشاعت کے باوجود ظہیر صاحب کے اس بیان پر کہ "نام نہاد" البریلویت" کے جواب میں "صرف چند پمفلٹ لکھے گئے ہیں"۔ اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے

الحاصل :۔ ظہیر صاحب کے ایک ایک الزام وافترا کے جواب میں پوری پوری کتاب کی اشاعت کے بعد صورت حال بدل چکی ہے اور اب مذکورہ کتب کا جواب الجواب اور اپنی کذب بیانی وبد دیانتی کی صفائی پیش کرنا خود ان کے ذمہ ہے جیسا کہ فاضل محقق علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے ان کی نشاندہی کی ہے۔

(مولانا ابوداؤد محمد صادق مدظلہ، ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ، شمارہ مارچ ۱۹۸۷ء)

nazrathetwork.org

ماہنامہ جام عرفاں، ہری پور

احسان الٰہی ظہیر صاحب نے البریلویۃ نامی ایک کتاب عربی میں لکھی ہے، جس میں بریلوی لوگوں کے مزعومہ و مفروضہ عقاید کی تردید کرنے کے علاوہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی ذاتِ والا صفات پر بھی رکیک حملے کیے گئے ہیں اور عجیب و غریب الزامات عائد کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کی عربی پڑھ کر مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آگیا۔ ان دنوں میں صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھ رہا تھا۔ بابوں اور ضمیروں سے کسی حد تک آگاہ ہو چکا تھا، مگر عربی لغات سے ناآشنا تھا۔ ایک دن خانقاہ شریف کے مال خانے میں بھینس کی ایک بچی ـــــ جسے ہماری زبان میں "کٹی" کہا جاتا ہے ـــــ بندھی ہوئی تھی اور دم ہلا رہی تھی، سید محمود شاہ صاحب مدظلہ نے مجھ سے پوچھا کہ کٹی پوچھل ہلا رہی ہے (کٹی دم ہلاتی ہے) کی عربی کیا ہوگی؟ مجھے "کٹی" کی عربی آتی تھی نہ "پوچھل" کی۔

اس لیے میں نے فی الفور کٹی کو عربی طریقے سے مونث کیا اور پوچھل کے ساتھ ضمیر لگائی اور کہا: اَلْعَنْزَۃُ تُحَرِّكُ ذَنَبَهَا۔ شاہ صاحب اس عربی پر بہت ہنسے۔ اب بھی جب کبھی ہم دونوں عہد گزشتہ کی باتیں کر رہے ہوں تو اس واقعہ کو یاد کر کے خوب ہنستے ہیں۔

احسان صاحب کی اس کتاب میں بھی ایسی ہی عربی پائی جاتی ہے۔ مثلاً "رسید" فارسی لفظ ہے۔ احسان صاحب کو شاید اس کا عربی متبادل معلوم نہ تھا، اس لیے "رسید" کو ہی تھی کر لیا، چنانچہ لکھتے ہیں:۔

فَانْهَضُوا اَعْطُوا الْقَضَاءَ الْبُغَاةَ وَرَسِيْدَ الْجَنَّةِ۔ ص۳۵

اسی طرح "برسہ" بھی فارسی لفظ ہے۔ احسان صاحب نے اس سے "یَبْرُسُ" بنا لیا (صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم)، ملاحظہ ہو ص۳۴۸

اس قسم کی اور بھی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

zratnetwork.org

علامہ شرف صاحب کی زیر نظر کتاب ۔ اندھیرے سے اجالے تک ۔ احسان صاحب کی اسی کتاب البریلویۃ کا مسکت جواب ہے۔

بحیثیت مجموعی یہ ایک لاجواب کتاب ہے اور اس میں جو خاص بات ہے، وہ مصنف کی عالمانہ متانت ہے، جو کتاب کے صفحۂ اول سے صفحۂ آخر تک برقرار رہی، اور کہیں بھی جذباتی رنگ جھلکنے نہیں پاتا۔ بلاشبہ ایسی ہی کتابیں اہل علم میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور بلند پایہ لائبریریوں کی زینت بنتی ہیں۔

کتابت کی غلطیاں کہیں کہیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً مولانا رضا علی خان کے واقعہ کے بیان میں "صورۃ" کی جگہ "سورۃ" لکھا ہوا ہے، مگر اتنی ضخیم کتاب میں کتابت کی چند غلطیاں رہ جانا کوئی تعجب کی بات نہیں، البتہ ص ۲۶۲ پر ایک مشہور شعر کو مولانا جامی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے ۔

نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

حالانکہ یہ شعر جان محمد قدسی کی اس مشہورِ عالم نعت کا ہے، جس کا مطلع ہے

مرحبا سیدی مکی مدنی العربی

اس غلطی کی اصلاح ضروری ہے۔

طباعت اور کاغذ نہایت معیاری ہے۔

(تبصرہ نگار، قاضی عبدالدائم دائم ماہنامہ جامِ عرفان، احمدی پور
شمارہ اکتوبر ۱۹۸۶ء ص ۴۸ - ۴۶)

نوٹ: اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں امکانی حد تک غلطیوں کی اصلاح کر دی گئی ہے جن جن حضرات نے اغلاط کی نشاندہی فرمائی مصنف ان کے شکر گزار ہیں ۱۲ سعیدی غفرلہ

hazratnetwork.org

شیشے کے گھر

حضرت ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ

خانقاہ نقشبندیہ، مجددیہ، دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی تازہ تالیف لطیف شیشے کے گھر شنبہ ۲۸ رمضان ۷، جون کو دوستے ڈاک سے ملے۔ آپ نے اچھا نام تجویز کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے۔

زَادَكَ اللّٰهُ فِي الْعِلْمِ بَسْطَةً۔

اس قسم کے علمی جواہر پارے وقتاً فوقتاً شائع فرماتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کی شوکت میں اضافہ فرمائے۔ آپ دارین میں عافیت سے رہیں

جمعہ ۵ شوال ۱۴۰۶ھ — والسلام

۱۳ جون ۱۹۸۶ء — زید ابوالحسن فاروقی

حکیم محمود احمد برکاتی

۲۹۸، اے، لیاقت آباد نمبر ۴، کراچی ۱۹

شیشے کا گھر ملا، خوب ہے، بڑی محنت کی ہے آپ نے، مگر بڑا کام ہوگیا، اہل حدیث حضرات کی سرگرمیاں عہد ضیائی میں تیز تر ہوگئی ہیں اور پراسرار بھی ہیں، اس فرقے کی تاریخ قبیل غدر سے ملت دشمنی اور

azratnetwork.org

انگریز دوستی کی تاریخ ہے ـــــ حکیم صاحب محترم (حضرت حکیم نصیر الدین کراچی) کو بھی ان کا نسخہ پہنچا دیا ہے ـــــ اللہ کرے آپ بخیر و عافیت ہوں

خاکسار

۲۰ / جولائی ۸۶ء

محمود احمد برکاتی

مولانا نور احمد خاں فریدی

قصر الادب ۹۱، رائٹرز کالونی، ملتان

مرسلہ کتاب شیشے کا گھر موصول ہوئی، مناظرین کے لیے نہایت عمدہ کتاب ہے، اس کی تدوین میں خاصی محنت کی گئی ہے، میں نے شروع سے اخیر تک پڑھا اور کتاب اپنی جامع مسجد کے امام صاحب کو دے دی

۲۶ / جون ۱۹۸۶ء

حکیم محمد حسین بدر چشتی

ڈیرہ نواب صاحب بہاولپور

مرکزی مجلس رضا کی نئی اشاعت شیشے کے گھر موصول ہو گئی ہے، بہترین تحقیقی کوشش ہے، جناب مولانا عبدالحکیم شرف قادری مبارکباد کے مستحق ہیں۔ آپ ازراہ کرم اس کتاب کی دس کاپیاں مجھے بھجوائیں میں نے اپنے بعض محسنین کو روانہ کرنی ہیں

والسلام

نیاز کیش، محمد حسین بدر چشتی [1]

---

[1] افسوس کہ حکیم صاحب موصوف مورخہ المظفر مطابق ۸ / اکتوبر ۱۹۸۶ء / ۱۴۰۷ھ کو دار فانی سے رحلت فرما گئے رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ratnetwork.org

روزنامہ امن، کراچی:

مجلس رضا کراچی نے امام اہل سنت مولانا شاہ رضا کی تعلیمات و خدمات دینی و علمی پر مبنی مطبوعات کا ایک سلسلہ جاری کیا ہوا ہے جس کی یہ نویں اشاعت ہے جس میں اکابر اہل حدیث کی مستند کتابوں کے اقتباسات کے حوالوں سے ان الزامات کی تردید کی گئی ہے کہ علمائے اہل سنت (مقلدین) انگریزی حکومت کے کبھی وفادار رہے ہوں یا انہوں نے سامراجی استعمار کو قبول کیا ہو۔

تاریخی حوالوں سے ثابت کیا گیا کہ برصغیر میں انگریزوں کی آمد تک بقول مولوی بشیر احمد دیوبندی "ہندوستان میں انگریز کی حکمرانی سے قبل اس گروہ (غیر مقلد) کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ اس فرقہ کا ظہور انگریز کی چشم التفات کا رہین منت ہے۔" عقائد سے متعلق اور برٹش سرکار سے روابط کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز محدث، سید احمد بریلوی، شاہ اسماعیل، مولوی محمد حسین بٹالوی، نواب صدیق حسن، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا اشرف علی تھانوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولانا غلام رسول مہر اور بہت سے زعماء و علما کی تحریروں کے اقتباسات شامل کیے گئے ہیں۔ دراصل یہ کتاب ان کتابوں یا مضامین کے جواب میں مرتب کی گئی ہے جو علمائے اہل حدیث کی جانب سے متنازعہ موضوعات پر شائع ہوئی ہیں۔

ہمارے خیال میں امت مسلمہ آج جن حالات سے گزر رہی ہے اسے سیاسی سے زیادہ مذہبی ہم آہنگی کی ضرورت ہے۔ دوسروں کے عقائد چھیڑے بغیر اپنے عقائد کا اظہار و ابلاغ مناسب ہوگا۔ ورنہ اس پریشان کن ماحول میں فریقین کے اکابرین کو ہدف ملامت بنا کر امت مسلمہ کو مزید نفاق کی راہ پر لگانا ہے جو معروضی صورتحال میں مناسب نہ ہوگا جبکہ عام آدمی سے قطع نظر اہل علم و فکر اور مختلف مسالک کے

ratnetwork.org

طلباء کی نظر سے ماضی میں جو کچھ ہوا وہ پوشیدہ نہیں۔ ایسے مباحث منافرت سے زیادہ مناقشوں اور مجادلوں کا باعث بن سکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ فریقین پہل کرنے سے احتراز کریں ورنہ جواباً زلزلہ اور شیشے کے گھر" جیسی کتابیں منظرِ عام پر آتی رہیں گی۔ تاہم یہ خوشی ہے کہ مؤلف نے روایتی جارحیت کے بجائے عالمانہ شائستگی، استدلال علمی اور آدابِ قلم ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اقتباسات کے ذریعہ التزامی رویئے سے کام لیا ہے۔

(تبصرہ نگار: عاقل بریلوی)

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی

بعض بدنہاد اور نافرجام لوگوں نے اختلاف اور انتشار پھیلانے کے لیے کتابیں لکھی ہیں ان کے مذموم مقاصد سے ہماری تحریک (اتحاد) کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہوا ہے۔ مگر ان کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کو بے نقاب کرنے کے لیے "زلزلے سے اجالے تک" اور "شیشے کے گھر" جیسی تالیفات نے متلاشیانِ حق کے لیے کافی مواد فراہم کر دیا ہے اور قارئین کو بتا دیا ہے کہ کتاب و سنت میں کفار و منافقین کی بابت واضح اشارات کو شمع رسالت کے پروانوں پر چسپاں نہیں کیا جا سکتا۔

(اتحاد بین المسلمین حصہ دوم ص ۱۸ مکتبہ رضویہ، لاہور جنوری ۱۹۸۸ء)

azratnetwork.org

ہفت روزہ الہام، بہاولپور

۷ جون ۱۹۸۶ء

مولانا احمد رضا خاں پر مدت سے الزام لگایا جا رہا ہے کہ وہ انگریزوں کے کاسہ لیس اور ان کی حکومت کے حامی تھے۔ لیکن آج تک کوئی مائی کا لال ان کی تحریر و تقریر سے یہ ثابت نہ کر سکا۔ اس کے برعکس اہل حدیث حضرات جو پہلے وہابیت سے ملقب کیے جاتے تھے اور مسلمہ طور پر سرکار پرست اور انگریزی حکومت کے مداح اور بہی خواہ رہے ہیں۔ اپنی تمام سابقہ روایات کو چھپا کر اہل سنت اور امام احمد رضا خاں بریلوی پر انگریز نوازی کا اتہام عائد کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔

زیر تبصرہ کتاب میں انکو آئینہ دکھایا ہے اور ان کی تحریروں اور کتابوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ انگریزی حکومت کی کاسہ لیسی کا طعنہ دینے والے خود سب سے بڑے انگریزی حکومت نواز رہے ہیں۔ "شیشے کے گھر" میں نواب صدیق حسن خاں سے لے کر مولوی محمد حسین بٹالوی کی تحریروں تک بے شمار ایسے شواہد پیش کیے ہیں کہ غیر متعلقین کا انگریز پرست ہونا قطعی ظاہر ہے ان کا یہ کہنا کہ ان کے اکابر نے جہاد آزادی میں بے شمار قربانیاں دیں۔ جھوٹ کا پلندہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان حضرات نے مجاہدین آزادی کو سر پھرا اور بیوقوف گردانا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری بڑے محتاط صاحب قلم ہیں۔ تحقیق و تاریخ پر ان کی گہری نظر ہے۔ باقی دیگر تصانیف میں بھی یہ پہلو ہمیشہ پیش نظر رہا ہے اور شیشے کے گھر میں بھی انھوں نے یہی طریق استعمال کیا ہے جو لوگ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں پر سنگ زنی کرتے ہیں انھیں پہلے اپنے گھر کا جائزہ لینا چاہیے ؛